تقلید سے مخمور ہو رہے ہین اور نشہ بھی ادیگرسے نیست سے چور اللہ تعالے ان لوگون کو ہدایت اتباع سنت کی کرے یہ تقلید بھی عجیب بلا ہے جس آدمی کی دامنگیر ہوتی ہے حق بینی اور حق گوئی سے دور ڈالدیتی ہے اسکی وجہ سے عجب عجب خیال دل مین سماتے ہین کہ ہمارے امام کے کل قول موافق کلام اللہ وحدیث رسول اللہ کے ہین کوئی قول ان کا مخالف نہین بہلا کہان ممکن ہے کہ ایسا بزرگ خلاف کرے حالانکہ صحابہ کرام ومجتہدین عظام پربھی بہت سی احادیث مخفی رہین جیسا کہ جلب المنفعہ کے ملاحظہ سے یہ امر بخوبی معلوم ہوتا ہے چونکہ اس زمانہ کے مقلدین متعصبین کا یہی قول تہا لہذا شیخ محی الدین صاحب لاہوری نے ایک کتاب مسمی الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین لکھے اور اس مین مسائل فقہ حنفی کے معتبر کتابون سے نقل کرکے ان کا مخالف ہونا کلام اللہ وسنت صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل آفتاب نیمروز کے ثابت کردیا نیز اسی کتاب مین بہت سے مسائل فقہ کے ایسے لکھے کہ ہر عاقل ان کو پسند نہین کریگا اس کتاب کی وجہ سے اکثر عوام کو فقہ حنفی کا حال معلوم ہوگیا کہ بیشک یہ فقہ بموجب قول امام شافعی کے مثل مشک غیر ممزوج کے ہے کہ ظاہر مین تو نام کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا ہے اور اصل مین مخالف کلام اللہ وسنت رسول اللہ کے جب حنفیون نے دیکہا کہ یہ کید ہمارا اب نہین چلتا تو ناچار اس کتاب کے رد کی فکر کی چنانچہ بلدہ لکہنؤ مین جس مین اکثر مقلدین متعصبین رہتے ہین ایک کمیٹی جس کے ممبر صرف شیخ عبدالحی صاحب ومولوی محمد یعقوب صاحب تھے قایم ہوئے آخر کمیٹی کی رائے اسپر قایم ہوئی کہ اس کتاب کا جواب ہونا ضروریات سے ہے مولوی محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ طبع کرانے جواب کا مین ذمہ لیتا ہون اس شرط پر کہ مولوی عبدالحی صاحب جواب کے متکفل ہون شیخ جی نے فرمایا کہ جواب اس کا درست مین کردونگا مگر کسی دوسرے کے نام سے شائع ہونا چاہئے سب کی صلاح سے وکیل احمد سکندرپوری تجویز

ہوئی کہ ان کے نام سے جواب شائع ہونا چاہئے چونکہ بانی مبانی اس جواب کے شیخ محی الدین مولوی صاحب ہین لہذا اس کے جواب مین ہم بھی مخاطب انہین کو ٹہیراتے ہین اور اُن کو مخاطب ٹہرانے کی چند وجہ ہین **وجہ اوّل** بعض ثقات کے زبانی معلوم ہوا کہ وکیل احمد صاحب کا نام تو اس کتاب مین یون ہی مندرج کیا گیا ہے اصل مؤلف اسکے مولوی صاحب ہی ہین اور یہی بات حق بہی معلوم ہوتی ہے کئی دلیلون سے **دلیل اوّل** یہ ہے کہ اس کتاب کی صفحہ ۱ مین حوالہ القول الجازم کا دیا گیا ہے حالانکہ جب یہ کتاب طبع ہوئی تھی تو القول الجازم کا نام و نشان بہی موجود نہ تہا القول الجازم تو بعد طبع ہوجانے اس کتاب کے ایک عرصہ دراز کے بعد طبع ہوئی ہے اور مولوی وکیل احمد صاحب حیدرآباد مین تھے اس کتاب کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور مولوی عبد الحی صاحب نے ہی اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔ **دلیل دوم** اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۸ مین ذکر ردا رازالغی کا بہی موجود ہے حالانکہ اُس وقت تک یہ رد کامل طبع نہین ہوا تہا شروع ہونے کا تو کیا ہی ذکر ہاں مولوی صاحب نے فخر الحسن کی معرفت کچھ اوراق بذریعہ دزدی کے منگائی تھی۔ بیچارے وکیل صاحب کو تو اسکی خبر بہی نہ تہی اسکے حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت لکھنوی کے تالیف شدہ ہے گو بالفعل اسکا انکار کرتے ہین مگر ان کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے ع نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا **دلیل سوم** اس کتاب مین جناب رئیس المحققین خاتمہ المحدثین نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر پر بڑی سخت تشنیع کی ہے یہ نہایت واضح دلیل ہے کہ یہ کام سوائے حاسد با غض کے اور کسیکا نہیں و دلائل تو اس کے بہت ہین مگر اسیقدر پر اکتفا کیا گیا **وجہ دوم** اگر مانا بھی جاوے کہ اس کتاب کو مولوی صاحب نے تالیف نہین کیا پر اس مین تو کچھ شک نہین کہ مولوی صاحب نے اس کتاب مین کاٹ چھاٹ ضرور کی ہے اور اصلاح کو کام فرمایا ہی اسکا تو مولوی صاحب نے خود مجھ سے اقرار کیا ہے عرصہ تین سال کا منقضی ہوا کہ لکھنؤ مین

براے طبع ایک رسالے کے گیا تہا اسی زمانہ مین اس کتاب کا دو ورق طبع ہوکر نکلا جب
میری نظر سے گزرا تو مینے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کسکی کارستانی ہے حضرت
نے فرمایا کہ وکیل احمد لکہتے ہین مجہکو اوہنون نے لکہہ بہیجا ہے کہ آپ بعد ملاحظہ کے
اس مین کمی بیشی کر دیا کرین اور روایات جو اس کے موید ہون بڑہا یا کرین ناچار مین اسکو
دیکہکر اسکی اصلاح کر دیتا ہون یہ قول مولوی صاحب کا نص صریح ہے کہ جب مولوی صاحب
اسکی اصلاح دینے والے روایات بڑہانے والے ٹہرے تو گویا در اصل اہنین کی تالیفات
سے ہوئی اب مولوی صاحب کا انکار لغو ہے **وجہ سوم** اگر مولوی صاحب انکار کرین اور
حلف کہاوین کہ مینے اس کو نہین لکہا اور نہ اصلاح دی ہے اول تو یہ ہے مولوی صاحب
کے قول مین تناقض ہوگا ثانی مینے بفرض محال مانا کہ مولوی صاحب نے نہ تو اسکو تالیف
کیا ہے اور نہ اس مین اصلاح دی ہے مگر اس مین تو کچہ شک نہین کہ اس پر رضامندی
مولوی صاحب کے ضرور ہے کیون نہو جا بجا اس کتاب مین امداد حضرت کی موجود ہے
اور یہ قاعدہ مسلمہ حضرت کا ہے کہ جس شخص کے تالیف پر کوئی خوشنودی اپنی ظاہر کرے
تو اسکو مخاطب بنانا درست ہے چنانچہ ابرار الغی مین اسی اصول سے حضرت نواب صاحب بہادر
کو مخاطب ٹہرایا ہے تو اب اگر ہم بہی بحکم دگلوخ انداز را پاداش سنگ است کے اہنین کو مخاطب
ٹہراوین تو اس مین کیا قباحت ہے **وجہ چہارم** اس کتاب مین اکثر مباحث مسائل
اختلافیہ کا ذکر ہے جن کا دارمدار مہارت قرآن و حدیث پر ہے اور جناب وکیل صاحب
اس کو چہ سے محض نابلد مین قابل خطاب کے نہین گو حضرت لکہنوی بہی ان فنون سے آگاہی
نہین رکہتے اکثر علوم کفار مین مہارت بہم پہنچائی ہے مگر خیر دو چار اجازہ تو نام کے
لکہا لئے ہین ع عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است) اسلئے حضرت لکہنوی کو مخاطب
بنانا ٹہیک معلوم ہوا انتہے ان وجوہ مذکورہ بالا سے وجہ تخاطب حضرت لکہنوی کے روشن
ہوئی اب آغاز جواب کتاب کا کیا جاتا ہے مَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ هُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيل

قولہ اس زمانہ مین لعن وطعن کی گرم بازاری ہے زبانون پر کلمۂ تکفیر وتفسیق جاری
ہے **اقول** ابی حضرت اپنی عیب آپ دوسرون کے سر لگاتے ہین یہ سب کام
آپکے بھائی بندون حنفیون کا ہے نہ ہم اہل حدیث کا آجتک آپ نے کسی رسالے
مین دیکھا ہے یا کسی سے سنا ہے کہ اہل حدیث نے کسی پر لعن وطعن کیا ہو یا کسی کو
کافر فاسق بنایا ہو بخلاف آپ لوگون کے کہ جس رسالے کو دیکھو کسی کی تکفیر ہے کسیکی
تفسیق لعن وطعن تو ادنے بات ہے اس میرے دعوے پر تالیفات حافظ عبد الشکور
ورسالہ جامع الشواہد وانتظام المساجد وغیرہم شاہدین اورون کو جانے دیجئے خود ہی
نصرۃ المجتہدین ہی کو چشم انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ جناب امیر الملک نواب والاجاہ
سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر پر آپنے کیا کچھ طعن نہین کئے مولانا سید
محمد نذیر حسین صاحب پر کیا کچھ وار نہین کئے اور ذرا اسی مشکور کو بھی پھر دیکھ جائیے
کہ شیخ ابن تیمیہ کے بارے مین آپ نے ابن حجر مکی سے کیا کچھ اقوال نہین نقل کئے
اور مولوی محمد بشیر صاحب پر کیا زبان درازی کو کام نہین فرمایا اور ارشاد الغبی مین
کیا غی کی ہے **قولہ** فروع فقہیہ ومسائل جزئیہ خلافیہ مین ایسی نزاع بڑھی کہ از شرق تا
غرب پہونچی الخ **اقول** یہ تو فرمائیے فروع فقہیہ کہان کا محاورہ ہے یون لکھتے تو خلاف
محاورہ نہوتا فروعات فقہیہ الخ اسی شیخی پر اہل حدیث کو جاہل بناتے ہین سبحان اللہ
مبتنی فساد ونزاع کا آپ ہی لوگ ہین آپ تحقیق کرلیوین کہ یہ چھیڑ چھاڑ کس سے شروع
ہوئی اہل حدیث کے جانب سے یا حنفیہ کے جانب سے اسکو جانے دیجئے اپنے پر ہی اسکو
قیاس فرمائیے کہ نواب صاحب بہادر پر پہلے آپنے اعتراض کئے یا اہل حدیث کیطرف
سے آپکے تالیفات پر اعتراضات شروع ہوئے اور اس نزاع کو شرق سے غرب تک
کسنے پہونچایا پس آپ لوگون کے بھی مثل ہے إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ

قولہ ایک فرقہ کیطرف سے دوسرے فرقہ کے مقتداؤن پر تبرا ہونے لگا الخ **اقول**
اہل حدیث نے آجتک کسیکو تبرا نہین کہا مقتدا ہی تو یکطرف عامہ مومنین کو بھی کبھی سب
وشتم سے یاد نہین کیا وجہ اسکی یہہ ہے کہ اہل حدیث کے زیر نظر یہ حدیث بخاری شریف
کے ہے سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر اور نقل جرح وتعدیل کو تبرا سمجھنا کام جہالت کا ہے
اگر جرح وتعدیل کا نام تبرا ہے تو پہلے جمیع محدثین ومجتہدین پر بہی اطلاق تبرا گوئی کا
صحیح ہوگا اگر ان پر نہین تو اس زمانہ کے اہل حدیث پر بھی نہین ہان یہ تبرا گوئی آپکا
اور آپ کے اہل بلد کا کام ہے یا آپ کے بہائیون کا رسالہ کشف الحجاب قاری عبد الرحمٰن
پانی پتی کا ملاحظہ فرمایئے کہ اہل حدیث وان کے مقتداؤن پر اس مین کیا کچہ تبرا لکہا ہے
اور آپ نے جناب نواب صاحب بہادر پر کیا کچہ تبرا نہین فرمایا صاحب تبصرہ نے آپکے
سب تبرون کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے دیکھکر ذرا شرمایئے اور پھر طعن اہل حدیث سے
باز آیئے اور مخالفین کا طریقہ چہوڑیئے اور آپس کے خلاف سے مونہہ موڑیئے اہل
خلاف کے مضحکہ کے باعث نہ بنیئے اہل خلاف کے تو آپ سنگخوار ہین بہلا ان کا
رد آپ کیسے کرین رد کے بدلے ہر ہر تالیف مین ان کی تعریفین موجود ہین۔
مولوی صاحب دنیا دون کا پیچہا چہوڑیئے اہل خلاف کے ثنا مین آخرت کو نہ برباد
کیجئے خیر ہمارا کام سمجہا دینے کا ہے گو آپ مانین یا نہ مانین **قولہ** عجب تر یہ ہے کہ
جہلا جن کو استعداد علمی مطلق نہین اصول وکلیات شرعیہ سے واقفیت وخبر
نہین زبان درازی کرنے لگے الخ **اقول** یہ کام بہی حضرات حنفیہ کا ہے کہ اصول
دین قرآن وحدیث سے تو بالکل بے بہرہ ہین اور زبان درازی پہ یہ دلیری کہئے
وکیل صاحب آپ نے قرآن وحدیث کا علم کس سے پڑہا ہے گو ہمارے مخاطب جناب
مولوی عبد الحی صاحب نے مکہ معظمہ مین جاکر دو تین اجازہ لکہا لئے ہین پر آپ کو
تو یہ بہی نصیب نہین جب بڑے شیخی کا یہ حال ہے تو چہوٹے چہوٹے سبحان اللہ

ایسے بے باک ہو کر کُھل کھیلے کہ آیمہ محدثین خصوصاً امام الایمہ امام بخاری و شیخ ابن
تیمیہ و شیخنا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب و جناب نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن
خان صاحب بہادر پر طعن و تشنیع شروع کرنے لگے اور آمام ابوحنیفہ کوفی رحمہ پر
کوئی طعن نہیں کرتا اگر کسی نے ان کے جرح کو نقل کیا یا ان کے مسئلہ کو خلاف
بتایا تو یہ جگہ اعتراض کی نہیں یہ عین طریقہ سلف کا ہے اپنے گھر کو دیکھیے حافظ ابن
حجر نے لسان میں امام ابویوسف سے نقل کیا ہے قَالَ اَبُو یُوسُف مُحَمَّد بن
الحَسَن یَکذِبُ عَلَیَّ ترجمہ فرمایا ابویوسف نے کہ محمد بیٹے حسن کے جھوٹھ باندھتے ہیں مجھ پر
اور کسقدر مسائل میں صاحبین نے امام کا خلاف کیا ہے جو جواب ان صاحبوں کا
آپ دیتے ہیں وہی اہل حدیث کا درباب جرح و خلاف مسائل میں تصور فرماویں
اگر جواب نہ آوے تو دل کو روئیں یا جگر کا ماتم کریں **قولہ** حنفیہ پر مولف ظفر نے
شمشیر برہنہ کھینچی مگر بعون اللہ دسی یہ وہ اُلٹا پڑی **اقول** مولف ظفر نے تو مسائل
حنفیہ انہیں کی معتبر کتابوں سے لکھدئے ہیں اگر اسی کا نام شمشیر برہنہ کھینچنا ہے تو ان
مسائل کے مخرجین کو روئے کہ ایسے مسائل اپنی کتابوں میں کیوں لکھ گئے جو قابل
مضحکہ اہل دانش کے ہیں بیچارے صاحب ظفر کا کیا قصور تھا ان کا قصور تو یہی
ہے کہ اُنہوں نے صفحہ و سطر کا پتہ و نشان بتا دیا کہ یہ مسئلہ فلان کتاب کے فلان صفحہ میں
ہے اور یہ بھی کہ اونھوں نے اردو زبان میں ان مسائل کو لکھدیا جناب من پہلے متقدمین
کیا کچھ نہیں کر گئے مصنف ابن ابی شیبہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اونہوں نے اپنے مصنف
میں ایک کتاب ہی امام صاحب کی رد میں لکھی ہے عنوان اس کا یہ ہے کتاب الرد
علی ابی حنیفہ اس میں ایک مسئلہ حنفیہ کا ذکر کیا ہے اور اُس کے مخالف حدیث کو
یہ صاحب ابوبکر بن ابی شیبہ شیخ بخاری و مسلم کے ہیں امام الایمہ امام بخاری نے
اپنے جامع میں کیا کچھ رد حنفیہ کا نہیں کیا کتاب الحیل ہے کسی استاد سے پڑھ لیں

اور بہت سے لوگ مثل ترمذی وغیرہ کے ہیں کہ جنہوں نے مسائل امام ابوحنیفہ کا رد کیا ہے متاخرین کا تو حساب ہی نہیں مؤلف الظفر المبین نے تو کچھ نئی بات نہیں لکھی جو آپ اُن پر یوں منہ آتے ہیں اور طعن تشنیع کرتے ہیں اور وں کو جانے دیجئے خود امام محمد رح فرماگئے ہیں لَا يَنْظُرُ فِي كَلَامِنَا مَنْ يُرِيدُ اللهَ تَعَالَىٰ كَذَا فِي اللِّسَانِ **ترجمہ** نہ نظر کرے ہمارے کلام میں جو ارادہ کرتا ہے اللہ تعالے کا ایسا ہی نقل کیا حافظ ابن حجر نے لسان میں اب خیال فرمائیے یہ شہتیر آپ پر اُلٹی یا صاحب ظفر پر **قولہ** بہت امور اس میں غیر واقعیہ مسطور ہیں الخ **اقول** یہ بالکل آپ کا زور ہے نہ کوئی امر اس میں غیر واقعی مسطور ہے نہ مطاعن یہ سب آپ کے فہم کا قصور ہے اور جو آپ کے بعض احباب اسکے رد کیطرف متوجہ ہیں تو ہمارے بھی بہت سی عنایت فرما اسکے جواب کے طرف متوجہ ہیں بالفعل یہ خاکسار آپ کی خدشات کو مخدوش کرتا ہے اور آپ کے ہفوات کا اظہار کرتا ہے انشاء اللہ آپ کے پوری کتاب کا ترتیب سے جواب دیا جاویگا فانتظرہ **قولہ** نام اس کا نصرۃ المجتہدین الخ **اقول** واہ جناب نام ہی آپ نے خلاف مسمی کے رکھا ہے نام تو نصرۃ المجتہدین بصیغہ جمع اور سوائے ایک مجتہد کے دوسرے کے نصرۃ کا نام تک نہیں آپ کی کتاب پر یہ مثل خوب منطبق ہوتی ہے خوان بڑا خوان پوش بڑا کھولکر دیکھو تو آدھا بڑا مہ آئندہ سے قول صاحب الظفر المبین کو قال صاحب الظفر سے تعبیر کیا جاویگا اور شروع قول نصرۃ المجتہدین کو قال المعترض سے اور اسکے مابعد کو قولہ قولہ سے اور رد کو اقول سے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِي مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِي مِنَ الْكِذْبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ - قال صاحب الظفر ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام اور مقتدی نماز میں آمین آہستہ کہیں اور یہ مذہب امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے سوا امام اعظم اور امام مالک اور اہل کوفہ نے اس

مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان اکیس حدیثون کا **قال المعترض** اقول ان مین سے بعض حدیثین مطلقاً مثبت جہر ہین **اقول** یہ آپ کی غلط فہمی ہے ان حدیثون مین سے کوئی ایسی حدیث نہین جو جہر پر دلالت نہ کرتی ہو جیسا کہ انشاء اللہ معلوم ہوگا اور یہ مطلقاً کی قید تو آپ کے علم کی قلعی کہول رہی ہے جس کے یہ معنے ہین کہ بعض حدیثین کسی وقت مین مثبت جہر ہین اور کسی وقت نہین هَلْ هٰذَا اِلَّا اِجْتِمَاعُ الْاَمْرَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فِيْ مَحَلٍّ وَاحِدٍ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمَاهِرِ **قولہ** اور بعض صحیح نہین **اقول** جو صحیح نہین تو وہ حسن سے کم بہی نہین اور احتجاج کے لئے حسن بہی کافی ہے اور آپ نے تو سہی مسکرہین موضوع حدیثون سے استدلال کیا ہے اور فضائل اعمال مین پہلے سرے کی ضعیف حدیث کو بہی عمل کے لئے کافی سمجہا ہے پہر اگر یہان بعض ضعیف ہین تو کیا حرج **قولہ** اور جو حدیث صحیح مثبت جہر ہے اسکی مخالفت ثابت کرنا دشوار ہے آسان نہین الخ **اقول** آپ کے عقل پر مجہکو نہایت ہی تعجب ہے کہ بے سوچے سمجہے آپ جو چاہتے ہین لکہدیتے ہین جو حدیث صحیح مثبت جہر ہوگی پہر وہ کیون مخالف مذہب امام حنیفہ کے نہ ہوگی کیونکہ مذہب امام ابوحنیفہ کا یہ ہے کہ امام و مقتدی آمین آہستہ کہین کیا آپ کے نزدیک خفا اور جہر مین مخالفت نہین ان مین نسبت مساوات ہے جیسے انسان اور ناطق مین اسی شیخی اور سمجہ پر جواب الظفر المبین کا لکہا یہ بات تو ہر کس و ناکس بہی جانتا ہے کہ بیشک آمین آہستہ کہنا مخالف ہے آمین بالجہر کے اب آپ پر آپ کا کلام ہے عاید کیا جاتا ہے مؤلف نے بغیر غور کئے ہوئے عمداً القصد فریب دہی عوام کے یہ مغالطہ دیا اور آمین بالجہر اور خفا کو ایک ٹہیرایا **قال صاحب الظفر** پہلی حدیث ابوداود عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ صَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم فَجَهَرَ بِآمِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ روایت ہے وائل بن حجر سے یہ کہ اسنے نماز پڑہی پیچہے رسول خدا صلعم کے پس

پکار کر کہی آمین **قال المعترض** مخالفت اس حدیث کی ساتھ مذہب امام کے
موقوف ہے ثبوت اس امر پر کہ جہر آمین آنحضرت صلعم کا فعل دائمی تہا یا اکثری آور یہ
مضمون اس حدیث سے ثابت نہین الخ **اقول** پہلے اس بات کو معلوم کر لینا چاہیئے کہ
مؤلف نصرۃ المجتہدین نے یہان پر نقل عبارت الظفر المبین مین کمی بیشی کو راہ دیا ہے
اوّل تو کے کا لفظ زائد بڑہایا دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اڑایا سوم صلی اللہ علیہ وسلم کو
اڑا کر بخیل بنے چہارم دیہ کہ کو اڑایا جب حضرت کی کمی بیشی نقل عبارت کا حال معلوم
ہوا تو اب ان کے جواب کے طرف توجہ کی جاتی ہے صاحب ظفر نے یہ کسی جگہ دعوے
نہین کیا کہ آمین بالجہر آپکا فعل دائمی تہا یا اکثری آور نہ انکے ذمہ ثبوت اس امر کا ہے انکا
تو یہ دعوے ہے کہ یہ فعل رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے باقی رہی یہ بات کہ یہ فعل بعض
اوقات مین حضرت صلعم سے ثابت ہے یا اکثر مین یا دوام مین اس سے صاحب ظفر نے کچہ
تعرض نہین کیا مین کہتا ہون کہ یہ فعل حضرت صلعم کا دائمی تہا جیسا کہ انشاء اللہ تعالے
اس امر کی بحث آیندہ آتی ہے فَانْتَظِرُوا جب اس حدیث ابو داؤد سے یہ بات ثابت ہوئی
کہ رسول اللہ صلعم نے آمین بالجہر کہا تو اسکی کیا معنے ہین کہ یہ حدیث مخالف مذہب
امام کے نہ ہوگی ہان مخالف اس صورت مین نہ ہوتی کہ جب امام کے مذہب مین
بعض اوقات مین آمین بالجہر درست ہوتا اور ممانعت صرف دوام یا اکثر کی ہوتی تو
البتہ یہ قول آپکا صحیح ہوتا کہ مخالفت اس حدیث کے ساتھ مذہب امام کے موقوف
ہے ثبوت اس امر پر کہ جہر آمین آنحضرت صلعم کا فعل دائمی تہا یا اکثری) جبکہ امام کے
مذہب مین کسی وقت مین بہی آمین بالجہر درست نہین تو یہ قول آپکا محض مہمل ٹہرا
عقلا تو اس آپکے قول سے سخت حیران ہین کہ کیسے بغیر سوچ سمجہ کے یہ آپ نے تحریر
فرمایا ماحصل کلام کا یہ ہے کہ بیشک یہ حدیث مخالف مذہب امام کے ہے اگرچہ
اس حدیث سے دوام یا کثرت نہ ثابت ہو کیونکہ اس مین تو شک ہی نہین کہ بعض اوقات

مین آمین بالجہر کا کہنا اس سے ضرور ثابت ہوگا جب بعض اوقات مین ثابت ہوا تو بھی
یہ حدیث مخالف مذہب امام کے بوجہ نہ ہونے مذہب امام آمین بالجہر بعض اوقات کے
ٹہیری اور دعوے صاحب ظفر کا ثابت رہا اور کلام جناب کا لغو ہوا و باللہ التوفیق **قال**
صاحب الظفر حدیث دوسری عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صلعم اِذَا تَلَا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ
اٰمِيْن حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ روایت ہے ابوہریرہ
سے کہا تھے رسول اللہ صلعم جب پڑھتے ولا الضالین کہتے آمین یہانتک کہ سنتا تھا وہ
شخص جو نزدیک اُن کے ہوتا صف پہلی مین **قال المعترض** اس حدیث سے
بھی فعل دائمی یا اکثری جہر آمین کا ہونا نہین ثابت ہے اور لفظ کان موضوع واسطے
مداومت کے نہین جیسا کہ محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم مین ابواب النوافل
مین ترقیم کیا ہے **اقول** اول تو قطع و برید معترض کا حال معلوم کر لینا چاہیئے اولاً تو
رضی اللہ عنہ کو اڑا دیا دوم ترجمہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ کو حذف کیا باوجودیکہ یہ حضرت ایسے
فعل قبیح کے مرتکب ہوتے ہین اور دوسرون کو اس فعل پر طعن کرتے ہین صاحب
ظفر پر تو حضرت نے بے سمجھے قواعد صرف و نحو کے صفحہ ۹ مین یہ اعتراض کیا ہے کہ ترجمہ
ماضی کا غلط کیا اور خود جناب بالکل ترجمے کو ہی ہضم کر گئے معلوم کر لینا چاہیئے کہ حضرت
معترض اکثر نقل کلام صاحب ظفر مین قطع و برید کو راہ دیتے ہین اگر مین کل آپ کے
قطع و برید کا حال لکھون تو ایک کتاب مستقل ہو جاوے اور حجم کتاب کا بہت بڑہ جاوے
لہذا ناظرین منصفین کے خدمت مین گذارش ہے کہ باقی کو اسی پر قیاس کر لیوین
اگر زیادہ شوق اس کا ہو تو الظفر المبین سے معترض کے نقل کو مطابقت کر کے امتحان
کر لیوین اب اصل جواب کیطرف توجہ کی جاتی ہے اس جگہ بھی معترض نے کلام
سابق کا اعادہ کیا ہے جواب اس کا وہی ہے جو سابقاً گذرا کہ صاحب ظفر نے کچھ

دوام واکثریت کا وجوب نہین کیا ان کامقصود تو فقط ثبوت مخالفت ہے کہ یہ حدیث
مخالف مذہب امام صاحب کے ہے سو مخالف ہونا اس حدیث کا مذہب امام سے ظاہر
ہے کمَا مرتفصیلۂ سابقاً فتذکر چونکہ حضرت معترض اس کلام کو بار بار اعادہ کرتے
ہین اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اسکے مفصل بحث کی جاوے اور
مداومت آمین بالجہر کو ثابت کر دکھلایا جاوے یہان پر چند امور بحث طلب ہین اول یہ ہے
کہ اقتدار افعال رسول اللہ صلعم مین آجتک کسی نے دوام یا اکثریت کو شرط گردانا ہے
یا فقط حضرت معترض صاحب کی ہے یہ بات طبع زاد ہے سو مین کہتا ہون کہ آجتک
کسی نے اہل اصول سے اقتدار افعال آنحضرت صلعم کے لئے دوام یا اکثریت کو شرط
نہین گردانا مسلم الثبوت واسکے شرح فواتح الرحموت مین ہے کمَا سِوٰی ذٰلِکَ
مِنَ الْافْعَالِ فَاِنْ عُلِمَ حُکْمُہٗ مِنَ الْوُجُوْبِ وَالنَّدْبِ وَالْاِبَاحَۃِ فَالْجُمْہُوْرُ وَمِنْہُمُ
الشَّیْخُ اَبُوْبَکْرِ الْخَصَّافُ التَّاَسِّیْ وَاجِبٌ ترجمہ ماسوا اسکے (یعنی مخصوصات آنحضرت
صلعم کے) افعال سے پس اگر جانا جاوے حکم اسکا وجوب استحباب و اباحتہ سے پس جمہور
اور ان مین سے ہین شیخ ابوبکر خصاف فرماتے ہین کہ اقتدار کرنا واجب ہے عبارت
مسلم سے معلوم ہوا کہ حضرت کے افعال کی اقتدار واجب ہے جس طرح سے وہ فعل
معلوم ہوا گر بطور وجوب کے معلوم ہو تو اقتدا کرنا واجب ہے اگر استحباب سے معلوم
ہو تو استحباب سے باقی رہی دوسری شق کہ اگر حکم اُن افعال کا وجوب و ندب سے نہ
جانا جاوے تو اس کا کیا حکم ہے اسکے بارے مین صاحب مسلم فرماتے ہین وَاِنْ
جُہِلَ حُکْمُ الْفِعْلِ مِنَ الْوُجُوْبِ وَالنَّدْبِ وَالْاِبَاحَۃِ فَبِاعْتِبَارِ الْاُمَّۃِ
مَذَاہِبُ اَلْوُجُوْبُ وَعَلَیْہِ مَالِکٌ وَالنَّدْبُ وَعَلَیْہِ الشَّافِعِیُّ وَالْاِبَاحَۃُ
وَہُوَ الصَّحِیْحُ عِنْدَ اَکْثَرِ الْحَنَفِیَّۃِ وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ الشَّیْخِ اَبِیْ بَکْرِ الْخَصَّافِ قُدِّسَ سِرُّہٗ
ترجمہ اور اگر مجہول ہو حکم فعل کا وجوب و ندب و اباحتہ سے پس باعتبار امت کے

(۱ اس مین) مذاہب ہین (اوّل مذھب) وجوب اور اسپر ہین امام مالک (دوم مذھب) ندب کا اور اسپر ہین امام شافعی (سوم مذھب) اباحۃ کا اور اسپر ہین اکثر حنفیہ اور وہی صحیح ہے اور مختار نزدیک شیخ ابوبکر خصاف قدس سرہ کے انتہے لیکن جاننا چاہیئے کہ یہ اباحت جو مختار حنفیہ کا ہے اُس مین ہے جس مین قربت مقصود نہ ہو اگر قربت مقصود ہوگی تو اباحت سے تجاوز کر کے ندب وغیرہ مطلوب ہوگا عبارت مسلم کی میری مدعا کے شاہد ہے کہ اقتدا افعال آنحضرت صلعم مین دوام و اکثریت کی قید نہین کاش حضرت معترض اپنے اصول ہی کیطرف مراجعت فرماتے تو یہ سخن دوام کا زبان پر نہ لاتے اہل اصول نے استحباب و اباحۃ مین خود دوام کی نفی کر دی ہے صاحب مسلم فرماتے ہین يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ عِنْدَ عَدَمِ الدَّوَامِ وَ اِلَّا مُوَاظَبَتُهٗ الْفِعْلَ فَاِنَّهٗ لِلْوُجُوْبِ عِنْدَهُمْ ترجمہ لائق ہے یہ کہ ہو یہ وقت عدم دوام کی مواظبت فعل پر پس تحقیق وہی فعل مواظبت والا واجب ہے نزدیک ان کے صدر الشریعۃ تنقیح و اسکے شرح توضیح مین بعد نقل مذہب اقتدا افعال کے فرماتے ہین وَالْمُخْتَارُ عِنْدَنَا اَنَّهٗ اِبَاحَةٌ لٰكِنْ يَكُوْنُ لَنَا اِتِّبَاعُهٗ لِاَنَّهٗ بُعِثَ لِيُقْتَدٰى بِاَقْوَالِهٖ وَاَفْعَالِهٖ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاِبْرَاهِيْمَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا وَذٰلِكَ بِسَبَبِ النُّبُوَّةِ وَالْمَخْصُوْصُ نَادِرٌ ترجمہ اور مختار ہمارے نزدیک اباحت ہے لیکن ہوگی ہمارے لئے اتباع اسے فعل حضرت صلعم کے اسواسطے کہ بر انہ آنحضرت صلعم مبعوث کیئے گئے ہین تو کر آپکا اقتدا کیا جاوے اقوال اور افعال مین فرمایا اللہ تعالے نے واسطے ابراہیم کے تحقیق مین بنانے والا ہون تمکو لوگون کا امام اور یہی امامت بباعث نبوت کے تھی (جو حضرت صلعم مین پائی جاتی ہے) اور مخصوص ہونا در ہے فقط ملا جیون صاحب نے نور الانوار مین بھی ایسا ہی فرمایا ہے ان نقول بالا سے معلوم ہوا کہ اقتدای افعال و اقوال آنحضرت صلعم مین کسی نے دوام یا اکثریت کی قید نہین

لگائی یہ قید حضرت معترض کے ہی طبع زاد ہے نیز علماء حنفیہ کا عمل بھی اسی پر ہے کہ جو فعل
آنحضرت سے ایک یا دو دفعہ صادر ہوا ہے اوس سے بھی دلیل پکڑتے ہین اب مین اسکی
کچھ مثالین عرض کرتا ہون **مثال اول** رسول اللہ صلعم نے ترتیب قضا کے
ایک دفعہ فرمائی یعنی جب غزوہ خندق مین آپکی تین نماز ظہر عصر مغرب باعث حرب
کفار کے فوت ہوگئین تو آپ نے انکو ترتیب سے پھر قضا کیا یہ معاملہ ایک دفعہ کا ہے
صاحب ہدایہ نے اسی ایک دفعہ کے فعل سے دلیل پکڑی ہے کہ ترتیب قضا مین واجب
ہے ہان اتنا ہیر پھار کر دیا ہے کہ اس فعل کو داخل صیغہ امر مین یون کیا ہے کہ آپ نے
اسطور سے نماز پڑھی اور فرمایا صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي تو یہ نماز بھی اس امر کے
حیز مین داخل ہوکر موجب ترتیب کی ہوئی اسی طرح سے ہم بھی کہتے ہین کہ رسول اللہ
صلعم نے آمین بالجہر سے نماز پڑھا اور فرمایا کہ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي اسی قاعدہ سے
آمین بالجہر کا وجوب ثابت ہوگا جو احتمال آپ اس مین لگالین گے وہی احتمال ہم ترتیب
مین پیش کرینگے **مثال دوم** آمین کا خفیہ کہنا دوام یا اکثریت تو ایک طرف آپ
ایک دو دفعہ کا ہی آہستہ کہنا صحیح روایت سے ثابت کرین **مثال سوم** عدم
رفع الیدین کا دوام یا اکثریت ثابت کرین **مثال چہارم** ہاتھ زیر ناف باندھنے کا
دوام یا اکثریت ثابت کرین **مثال پنجم** عدم جہر بسم اللہ کے دوام یا اکثریت ثابت
کرین **مثال ششم** نہ کرنے جلسہ استراحت کا دوام یا اکثریت ثابت کرین
مثال ہفتم عمداً گوز مار کر نماز سے خارج ہوجانے کا دوام یا اکثریت تو ایکطرف
ایک دو دفعہ کا فعل ہی ثابت کرین **مثال ہشتم** اذکار رکوع وسجود کا دوام یا
اکثریت ثابت کرین اگر کل مثالین لکہون تو ایک کتاب مستقل ہوجاوے آپ کو عام
اجازت دیتا ہون کہ موطا امام محمد کے حاشیہ مین جن جن مسائل کو آپ نے
ثابت کیا ہے ان کا ہی دوام ثابت کرین **بحث دوم** اگر بالفرض اس بات کو

تسلیم بھی کرین کہ ثبوت کسی امر مسنون کے لئے دوام یا اکثریت کا ہونا ضروری ہے اور یہی دوام یا اکثریت دارمدار خلاف اس مسئلہ مسنونہ کے اپنے ضد کے لئے ہے تو ہم بھی مین کہتا ہون کہ آمین بالجہر ایسا فعل آنحضرت صلعم کا ہے کہ ترک اسکا کسی سند صحیح یا حسن سے حضرت سے ثابت نہین ہوا ومن یدعی خلاف ذالک فعلیہ البیان باقی رہا یہ امر کہ مداومت یا اکثریت اس فعل کی آنحضرت صلعم سے کسی حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے یا نہین مین کہتا ہون کہ چند وجہ سے مداومت آنحضرت صلعم کے اس فعل پر معلوم ہوتی ہے **وجہ اول** حدیث ابو داؤد کی کان رسول اللہ صلعم اذا تلی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین ترجمہ تھے رسول اللہ صلعم جس وقت پڑھتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو فرماتے آمین وجہ دلیل کی اس حدیث سے یہ ہے کہ لفظ اذا اسکے دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حضرت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو پڑھتے تو آمین کہتے اور تلاوت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی ہمیشہ کا ازین رہی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین کی مداومت بھی ہمیشہ رہی اذا اسکا عموم اوقات کے لئے ہونا صاحبین کے مذہب کے موافق تو ظاہر ہے امام صاحب گو اذا کو مشترک مانتے ہین درمیان عموم اوقات و شرط کے مگر اس مقام مین شرط کے لئے نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ تلاوت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے سبب آمین کا نہین ہے حالانکہ شرط مین ضرور ہے کہ اول سبب ہو ثانی کا توضیح نور الانوار مین اس بحث کو مفصل لکھا ہے جس کو شوق ہو اسکی طرف مراجعت کرے **وجہ دوم** روایت ابن ماجہ کی قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ صلعم اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین ترجمہ فرمایا ابو ہریرہ نے ترک کیا لوگون نے آمین کہنا اور تھے رسول اللہ صلعم جس وقت کہتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے آمین وجہ دلالت کے یہ ہے کہ ابو ہریرہ بعد وفات رسول اللہ

کے فرماتے ہین کہ حضرتؐ توجس وقت وَلَا الضَّالِّینَ فرماتے آمین کہتے لوگون نے آمین کوترک کر دیا یہ حدیث نص ہے اس بارے مین کہ حضرت صلعم نے آمین پر دوام کیا کیونکہ اگر آپ ایک دو دفعہ آمین کہتے تو ابوہریرہ اسقدر تاسف کیون فرماتے نیز اگر آنحضرت صلعم نے آمین کو فقط دو تین دفعہ کہکر ترک کیا ہوتا تو ابوہریرہ کو لوگ جواب دیتے کہ حضرت صلعم نے توکل ایک دو دفعہ آمین بالجہر کو فرمایا ہے ہم لوگون نے بہی حضرت صلعم کی اقتدار سے اس فعل کو ترک کیا تو کیا قباحت ہے جب لوگون نے اسپر سکوت کیا اور ابوہریرہ رضنے نے بہی لفظ کَانَ وَاِذَا سے فرمایا تو معلوم ہوا کہ بیشک حضرت صلعم نے آمین بالجہر پر مداومت فرمائی ہے وَہُوَ الْمَطْلُوبُ وجہ سوم سنن کبریٰ بیہقی مین ہے

اَخْبَرَنَا اَبُوْ یَعْلٰی حَمْزَۃُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الْعُبَیْدَلَانِیْ قَالَ اَنْبَأَنَا اَبُوْبَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ الْقَبْطَانُ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَرْوَزِیُّ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ شَقِیْقٍ اَنْبَأَنَا اَبُوْحَمْزَۃَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَکْتُ مِاَتَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلعم فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ سَمِعْتُ لَھُمْ رَجَّۃً بِاٰمِیْنَ وَرَوَاہُ اِسْحٰقُ الْحَنْظَلِیُّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحَسَنِ رَقَالَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَھُمْ بِاٰمِیْنَ نَقَلْتُ ھٰذِہِ الرِّوَایَۃَ مِنْ نُسْخَۃٍ صَحِیْحَۃٍ کَانَتْ فِیْ قُبَّۃِ الْمَحْمُوْدِیَّۃِ الْوَاقِعَۃِ فِیْ بَلْدَۃِ الرَّسُوْلِ صلعم

ترجمہ خبر دی ہمکو ابو یعلےٰ حمزۃ بن عبد العزیز العبید لانی نے کہا اس نے خبر دی ہمکو ابوبکر محمد بن حسین قبطان نے کہا اسنے حدیث کی ہمکو احمد بیٹے منصور مروزی نے کہا اسنے حدیث کی ہمکو علی بیٹے حسین بیٹے شفیق نے کہا اسنے خبر دی ہمکو ابوحمزہ نے مطرف سے اونہون نے خالد بن ابی ایوب سے اونھون نے عطا سے کہا عطا نے پایا مینے دو سو ۲۰۰ اصحاب نبی صلعم کو اس مسجد مین جس وقت کہتا

امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ سنا پنے واسطے ان کے بلند کو انسے تھے ساتھ آمین کے اور روایت کیا اسکو اسحق حنظلی نے علے بیٹے مرحؒ اور کہا بلند کیا اونھون نے آوازپنے کو ساتھ آمین کے اس روایت کو مینے نقل کیا ہے نسخہ صحیحہ سے تہا تبہ محمودیہ مین جو واقع ہے مدینہ منورہ مین وجہ دلالت اس حدیث کی یہ ہے کہ عطا تابعی ہین اونھون نے بعد رسول اللہ صلعم کے دوسو صحابہ کو دیکھا کہ مسجد نبوی مین آمین بلند آواز سے کہتے تھے اگر رسول اللہ صلعم نے ایک دو دفعہ آمین بالجہر کہا ہوتا تو یہ صحابہ بعد حضرت صہ کے اسپر کیون عمل کرتے ان صحابہ ہم تغیر کا بعد حضرت کے آمین بالجہر کہنا دلیل ہے کہ حضرت نے اسپر دوام کیا ہے۔ اگر حضرتؐ دوام نہ ساتے تو یہ صحابہ بھی ترک کرتے نیز اسکے موید وہ روایت ہے جو بخاری کے صفوہ، امین ابن زبیر سے مروی ہے آمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَآءَهٗ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً ترجمہ آمین کہتے ابن زبیرؓ اور جو اون کے مقتدی تھے یہانتک کہ اہل مسجد کے لئے آواز مسجد مین بلند ہوتی وجہ دلالت کی اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ اگر حضرت صہ مداومت اس فعل پر نہ فرماتے تو یہ صحابہ اس فعل پر کیون عمل کرتے وجہ چہارم امام ترمذی اپنے جامع مین بعد تخریج حدیث وائل بن حجر کے درباب حدیث آمین بالجہر کے فرماتے ہین۔ (قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلعم وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ صَوْتَهٗ بِالتَّامِيْنِ وَلَا يُخْفِيْهَا وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ ترجمہ کہا ابو عیسےٰ نے حدیث وائل بیٹے حجر کی حدیث حسن ہے اور ساتھ اسکے فرماتے ہین بہت سے اہل علم اصحاب النبی صلعم اور تابعین سے اور جو شخص بعد ان کے ہین دیکھتے ہین کہ بلند کرے آدمی آواز

اپنے کو آمین کے ساتھ اور نہ پوشیدہ کیے اسکو آستگے ساتھ کہتے ہین شافعی اور احمد و
اسحق وجہ دلالت کی اس عبارت سے یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ صلعم ایک دو دفعہ آمین بالجہر
کہتے تو اکثر اہل علم صحابہ و تابعین سے واکثر مجتہدین اسکے کیون قائل ہوتے ان وجوہ
بالا سے کسی منصف کو آمین بالجہر کی مداومت مین شک باقی نرہیگا **بحث سوم**
اس امر مین ہے کہ آیا کان سے دوام سمجھا جاتا ہے یا دوام نہین سمجھا جاتا مین کہتا
ہون کہ لفظ کان کا مشترک ہے دوام و انقطاع کو جیسا قرینہ پایا جاویگا وہی مراد
ہوگا بقاعدہ تعیین مشترک کے اگر قرینہ دوام کا ہوگا تو کان سے دوام مرادلیا جاویگا
اگر عدم دوام کا ہوگا تو عدم دوام لیا جاویگا شیخ ابن حاجب کافیہ مین فرماتے ہین
فَکَانَ تَکُوْنُ نَاقِصَۃً لِثُبُوْتِ خَبَرِھَا مَاضِیًا دَائِمًا اَوْ مُنْقَطِعًا **ترجمہ**
پس کان ناقصہ ہوتا ہے واسطے ثبوت خبر اپنے کے زمانہ ماضی مین بطور مداومت
یا انقطاع کے شیخ رضی اسکے شرح مین فرماتے ہین یعنی اَلَّذِیْ یَجِیُّ دَائِمًا کَمَا فِی
اٰلاٰیَۃِ وَمُنْقَطِعًا کَمَا فِیْ قَوْلِکَ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا وَلَمْ تَدُلَّ لَفْظُ کَانَ عَلٰی
اَحَدِھِمَا بَلْ ذٰلِکَ اِلَی الْقَرِیْنَۃِ **ترجمہ** یعنی تحقیق وہی کان آتا ہے
بطور دوام کے جیسا کہ بیچ آیت (کَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا) کے اور منقطع جیسا کہ
تیرے قول مین (تہا زید کھڑا ہوا) اور نہین دلالت کرتا ہے لفظ کان کا اوپر ایک
دو امرون کے بلکہ وہ محتاج ہے طرف قرینہ کے) یعنی جیسا قرینہ پایا جاویگا کان
اسپر دلالت کریگا اگر قرینہ دوام کا ہوگا تو لفظ کان سے دوام مراد ہوگا اگر قرینہ انقطاع
کا ہوگا تو اس سے انقطاع مراد ہوگا اس مقام پر قرینہ دوام کا موجود ہے جیسا کہ
تفصیل اوپر مذکور ہوئی اور خود اس حدیث سے بہی لفظ اِذَا تَلَا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ
عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا قرینہ موجود ہے باوجود موجود قرینہ کے پھر بہی دوام نہ
مراد لینا نہایت ہی ناانصافی ہے اس تحقیق سے جواب کلام نووی کا جسکا معنی صحیح

حوالہ دیا ہے اور جواب عبد اللہ بن سالم بصری کا بھی روشن ہو گیا کہ نہ ہونا کان کا
واسطے استمرار کے ہمارے منافی نہیں ہے اور نہ ہم اسکے قائل ہیں بلکہ ہم تو قائل
اشتراک کے ہیں اور اشتراک کی نفی نہ تو کلام امام نووی سے معلوم ہوتی ہے
نہ کلام عبد اللہ بن سالم بصری مکی سے انتہے یہ تحقیق منصف کے لئے کافی ہے علاوہ
اسکے قاضی شوکانی نے نیل الاوطار کے باب جامع القراءۃ فی الصلوات میں تحریر
فرماتے ہیں قولہ کان یقرأ فی الفجر الخ قد تقرر فی الاصول ان کان تفید
الاستمرار وعموم الازمان فینبغی ان یحمل قولہ کان یقرأ فی الفجر
علی الغالب من حالہ صلعم او تحمل علی انہا لمجرد وقوع الفعل لانہا
قد تستعمل لذلک کما قال ابن دقیق العید انتہے اس عبارت سے کان کا مفید
استمرار ہونا اور مجرد وقوع فعل کے لئے اوس کا قلیل ہونا بخوبی ثابت ہے **قولہ** پس
جو فعل ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوا ہو اوس پر ہی کان یفعل کذا کا اطلاق ہو سکتا ہے
اقول ہاں بیشک ایک دو دفعہ کے فعل پر بھی اسکا اطلاق ہو سکتا ہے اور
دوام پر بھی پھر بغیر قرینہ کے ایک دو دفعہ مراد لینا اور دوام کو باوجود ہونے قرینہ
کے ترک کرنا نہایت ہی ظلم ہے یا بے سمجھی جناب کی **قولہ** پس ہو سکتا ہے کہ کبھی آپنے
آمین پکار کر کہی ہو اور اوس پر مداومت نہ کی ہو راوی نے اسکو بلفظ کان رسول اللہ
سے روایت کیا **اقول** فقط ہو سکتا ہے بیان کافی نہیں ہو سکتا جب تک اس کو
دلیل قوی سے ثابت نہ کریں اگر مجرد احتمال شرع میں جائز رکھے جاویں تو تمام قرآن
و حدیث کا عمل باطل ہو جاویگا مع اسکے ہمنے خلاف اسکا کما ینبغی ثابت کر دیا ہے
قال صاحب الظفر تیسری حدیث وعنہ قال ترک الناس التامین
وکان رسول اللہ صلعم اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی
یسمعہا اہل الصف الاول فیرتج بہا المسجد رواہ ابن ماجہ اور روایت ہے

ابی ہریرہ سے کہا کہ ترک کردیا لوگون نے آمین کہنا اور تھے رسول اللہ صلعم جب کہتے
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ کہتے آمِیْن یہانتک کہ سناتے تھے صف اول
والون کو پھر گونجتے ساتھ اسکے مسجد **قال المعترض** اس سے بھی ہمیشہ یا اکثر
ہونا جہر آمین کا نہین ثابت ہے تا کہ مخالفت مذہب امام کی اسکے ساتھ ثابت ہووے
اقول جواب اسکا حدیث اول و دوم مین گذرا اور یہ بھی سابقاً معلوم ہوا کہ اس
حدیث سے دوام ثابت ہوتا ہے معترض اگر نہ سمجھے تو اسکا قصور ہے دوسرے دن پر
کیا ابوہریرہ کا بعد حضرت صلعم کے لوگون کا حال بیان کرنا کہ لوگون نے بعد حضرت
کے آمین بالجہر کو ترک کیا حالانکہ حضرت صلعم جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ
کہتے تو آمین کہتے تھے یہ قرینہ صاف دوام کا ہے **قولہ** علاوہ ازین اس حدیث کی
سند ضعیف ہے بسبب اسکے کہ رواۃ مین بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ ہے **اقول** بشیر بن
رافع کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا اس امر پر دال ہے کہ حضرت معترض نے
کبھی کوچہ اصول مین گذر بھی نہین کیا آیا آپ کو نہین معلوم ہے کہ جرح مبہم کا اعتبار
کیا جاتا ہے نہ جرح غیر مبین کا حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین فرماتے ہین وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ
عَلَى التَّعْدِيْلِ وَاَطْلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَلٰكِنْ مَحَلُّهُ اِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ
بِاَسْبَابِهٖ لِاَنَّهٗ اِنْ كَانَ غَيْرُ مُفَسَّرٍ لَمْ يَقْدَحْ فِيْ مَنْ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهٗ **ترجمہ**
جرح مقدم ہے تعدیل پر مطلق کہا ہے یہ ایک جماعت نے لیکن محل اسکا تفصیل
ہے اگر صادر ہوئے جرح مبین جاننے والے اسباب جرح سے اسواسطے کہ تحقیق وہ
جرح اگر ہو غیر مفسر نہین ضرر کریگی حق مین اس کے جس کے عدالت ثابت ہو حافظ
ابن صلاح مقدمہ مین فرماتے ہین وَاَمَّا الْجَرْحُ فَاِنَّهٗ لَا يُقْبَلُ اِلَّا مُفَسَّرًا مُبَيَّنَ السَّبَبِ
ترجمہ لیکن جرح پس تحقیق وہ جرح نہین قبول کی جاتی مگر مفسر جس کا سبب
بیان کیا گیا ہو نیز منہج الوصول کے صفحہ ۱۴۳ مین اس امر کو بخوبی ثابت کیا ہے

اب دیکھنا چاہئے کہ بشر بن رافع کے حق مین کوئی جرح مفسر ہے یا نہین مین کہتا ہون
کہ بشر بن رافع کے حق مین کوئی جرح مفسر دیکھی نہین گئی اور نہ حضرت معترض نے
ہی کوئی جرح مفسر اوسکی حق مین نقل کی ہے حافظ عبد العظیم منذری کتاب الترغیب
والترہیب مین فرماتے ہیں بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ اَبُوالْاَسْبَاطِ النَّجْرَانِیُّ ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ
وَغَيْرُهٗ وَقَوَّاهُ ابْنُ مَعِيْنٍ وَغَيْرُهٗ وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَا بَأْسَ بِاَخْبَارِهٖ
لَمْ اَجِدْ لَهٗ حَدِيْثًا مُنْكَرًا ترجمہ بشر بیٹا رافع کا ابو الاسباط نجران کا رہنے والا
ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور رقوی کہا اوسکو ابن معین وغیرہ نے اور کہا ابن
عدی نے نہین ڈر ہے ساتھ حدیثون اوسکی کے نہین پاتا ہون مین واسطے اسکے
حدیث منکر ایسا ہی محمد طاہر فتنی نے قانون مین فرمایا ہے عبارت حافظ منذری سے
یہ معلوم ہوا کہ امام احمد وغیرہ نے بشر بن رافع کو ضعیف کہا ہے اور اسی جرح کو آپنے
بواسطہ عینی کے ترمذی وغیرہ سے نقل کیا ہے سو مین کہتا ہون کہ یہ جرح مفسر نہین
ہے وجیہ الدین حاشیہ شرح نخبہ مین تحت قَوْلِ حَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ اِلَّا اَنَّهٗ اِنْ كَانَ
غَيْرَ مُفَسَّرٍ لَمْ يُقْدَحْ کے فرماتے ہین اَىْ لَمْ يُبَيِّنْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فُلَانٌ
ضَعِيْفٌ وَفُلَانٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ الخ ترجمہ ای نہ ظاہر ہو مثل
قول ان کے فلان ضعیف ہے اور نہین ہے کچھ شے یا مثل اسکے آخر تک اور
خود جناب سی شکور بھی ضعیف کو جرح غیر مفسر ٹھیرا چکے ہین چنانچہ سی شکور کے
صفحہ ۱۴۹ مین ہے (اول یہ کہ سوائے جرح مسلمہ کے باقی سب جروح کو جو قول محقق
مین مذکور ہین مفسرہ کہنا محل عجب ہے کیونکہ منجملہ ان کے حق مین عبد اللہ عمری کی
يَقْوِيْ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اور قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيِّ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ ضَعِيْفٌ
اور قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ بھی قول محقق مین مذکور ہے اور ہر ایک انمین سے
جرح مبہم ہے انتہے بلفظہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ خود آپ کے ہی کلام سے ضعیف وَلَيْسَ بِشَيْءٍ کا

جرح مبہم ہونا ثابت ہوگیا واضح ہو کہ مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ نے السیف
المشہور مین اس عبارت کا جواب بخوبی دے دیا ہے سلمہ اور عبد اللہ امری کا
ضعیف ہونا جرح مفسر سے ثابت کر دیا ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِ اگر کوئی یہ سوال
کرے کہ اہل اصول نے یہ بھی تو کہا ہے کہ جس راوی کے حق مین لفظ ضعیف کا
اطلاق کیا جاتا ہے اسکی روایت قابل توقف کے ہوتی ہے جیسا کہ حافظ ابن
صلاح نے مقدمہ کے نوع الثالث والعشرون کے تفریع ثالث مین فرمایا ہے جواب اسکا
یہ ہے کہ بعد اسکے حافظ ابن صلاح نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر دوسری وجہ سے وہ شک
جاتا رہے تو حدیث اسکی احتجاج کے قابل ہوسکتی ہے نیز الفیہ و اسکے شروح مین ہے
کہ جس راوی کے حق مین لفظ ضعیف کا اطلاق کیا جاوے اسکی حدیث قابل اعتبار کے
ہوتی ہے یہان پر بھی دوسری روایتون نے اوس اشتباہ کو جو بوجہ جرح ضعیف ہونے کے
تھا زائل کر دیا اب اس تحقیق سے یہ امر ظاہر ہوا کہ یہ حدیث بوجہ بشر بن رافع کے ضعیف
نہین ہوسکتی معترض کی فقط بے علمی کا قصور ہے تنبیہ حضرت معترض کے نظر وسیع
ہونیکا حال معلوم ہوگیا اور یہ بھی روشن ہوا کہ حضرت کا مثل طبل تہی کے دعوی ہی
دعوے ہے اگر حضرت صحاح ستہ کو بغور تمام دیکھے ہی جانتے تو بھی دو نون جگہ بشر بن
رافع بشیر بن رافع نہ لکھتے مولانا محمد بشیر صاحب پر توجہ لکھنے ابن طاہر کے محمد طاہر کو
یہ تشنیع اور خود بشر بن رافع کو اسی صفحہ مین بشیر بن رافع لکھین جناب معترض صاحب
اس ڈبل غلطی کو دیکھکر شرمائے اور آیندہ ایسے خیالات سے باز آئے **قال صاحب**

الظفر چوتھی حدیث عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ
وَلَا الضَّالِّينَ رَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِآمِينَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ روایت
عطا سے کہا کہ پایا مینے دو سو آدمی کو صحابہ سے جب کہے امام وَلَا الضَّالِّينَ بلند کرتے
آوازین اپنے ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا اس حدیث کو بیہقی و ابن حبان نے

تیخ صحیح اپنے کے **قال المعترض** یہ حدیث مرفوع نہین بلکہ صحابہ کے فعل کے
اس مین خبر ہے **اقول** اول تو معترض صاحب نے ترجمہ رواہ البیہقی و ابن حبان
فی صحیحہ کا اڑا دیا کیونکہ اگر عوام اس ترجمہ کو دیکھتے تو ان پر صحت اس روایت کا حال کھل جاتا
عوام کے دہوکہ دینے کے لئے معترض نے اس فعل کو اختیار کیا ہے نصرۃ المجتہدین
کو دیکھ لو کہ یہ ترجمہ وہان ہے یا نہین اب معترض کے قول کیطرف توجہ کی جاتی ہے
یہ حدیث گو صراحۃ مرفوع نہین ہے مگر حکما مرفوع ہے کیونکہ آمین کا پکار کر کہنا اپنے اجتہاد
سے نہین ہو سکتا ہے لہٰذا یہ روایت بھی حکما مرفوع ہوئی کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَہٗ اَدْنٰی
اِلْمَامٌ مِنَ الْاُصُوْلِ جب یہ روایت حکما مرفوع ہوئی تو قول معترض کا لغو ہوا کہ یہ
روایت مرفوع نہین علاوہ ازین صاحب ظفر نے اسکے مرفوع ہونے کا کب دعویٰ
کیا ہے اپنے تو یہی کہا ہے کہ یہ بھی حدیث لفظ حدیث کا کبھی قول و فعل صحابی پر بھی
بولا جاتا ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَاھِرِ الْاُصُوْلِ **قولہ** اور بمقتضاے تحقیق مؤلف
جیسا کہ صفحہ ۹ مین ظفر مبین مین ہے روایت موقوف جو صحابی کا قول و فعل ہو
حجت نہین **اقول** اول تو یہ روایت حکما مرفوع ہے کما مر سابقاً اور روایت
مرفوع گو حکما ہو صاحب ظفر کے نزدیک حجت ہے اگر فعل صحابہ کا ہے مانا جاوے
تو بھی حنفیہ پر تو موجب قول امام (اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ الصَّحَابَۃِ) کے حجت ہے
غالباً یہی وجہ ہے کہ صاحب ظفر نے بالفرض فعل صحابی کے اسکو لکہا ہے باقی رہا یہ
امر کہ بالفعل صحابی کا حجت ہے یا نہین بحث اسکی وہان پر کی جاویگی جس جگہ
معترض نے اس بحث کو لکہا ہے **قولہ** بنا برعلیہ اُن پر یہ الزام ہے کہ یہان اونہون
نے کیون آثار صحابہ سے احتجاج کیا اور امام اعظم پر الزام مخالفت کا دیا **اقول** صاحب
ظفر پر کچھ الزام نہین اونہون نے اس حدیث کو باعث حکما مرفوع ہونے کے نقل
کیا اور بر تقدیر ہونے آثار صحابہ کے کیون الزام امام اعظم پر نہین ہو سکتا چہ جائیکہ

امام اعظم قول و فعل صحابہ کے حجیت کے قائل ہین اس اثر کو قابل الزام کے نہ سمجھنا
خوبی فہم حضرت معترض کی ہے **قولہ** علاوہ ازین صحابہ کا طریقہ اس باب مین مختلف
تھا الخ **اقول** کسی سند صحیح سے یہ ثابت نہین کہ فلان صحابی نے آمین آہستہ کہی ہو
باقی رہا یہ شبہ جو حدیث ابوہریرہ سے ناشی ہوتا ہے کہ لوگون نے آمین بالجہر کو ترک
کیا تھا ان دفاع اسکا چند وجہ سے ہے **اول** یہ کہ معلوم نہین کہ وہ تارک صحابہ تھے۔ یا
تابعین ہو سکتا ہے کہ وہ تارکین تابعین سے ہون اور تابعین کا ترک کچھ موجب ضرر
کا نہین **دوم** اگر صحابہ بھی مانین جاوین تو بھی یہ ترک انکا کچھ استنا دسے نہ تھا بلکہ مجرد تکا
سے تھا کیونکہ اگر یہ ترک انکا کسی دلیل سے ہوتا تو ابوہریرہ کو جواب دیتے کہ آپ کیون
تحسر و افسوس ہمارے ترک سے کرتے ہین ہمنے تو اس دلیل سے تمسک کر کے ترک
کیا ہے **وجہ سوم** ہوسکتا ہے کہ تارکین کو اولا حدیث تامین بالجہر کی نہ معلوم ہوئی مع
جب ابوہریرہ نے تنبیہ کی تو معلوم ہوا اور یہی وجہ اختلاف ایمہ کی ہے کہ ان کو حدیث
نہ ملی ہو مگر اہنین ایمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ملے تو ہم لوگونکا وہی
قول ہے تو بموجب وصیت ایمہ کے اب اس اختلاف کو اُٹھا دینا چاہیئے اور حدیث
تامین بالجہر پر عمل کرنا چاہئے **قولہ** پس اگر جہر کرنے والے ان صحابہ کے طریقہ سے
احتجاج کرینگے جو جہر کرتے تھے تو آہستہ کہنے والے ان صحابہ کے فعل کو سند پیش
کرینگے جو آہستہ کہتے تھے **اقول** جہر کرنے والے فقط ان صحابہ کے طریقہ کو جو جہر کرتے
تھے معترض استدلال مین نہین پیش کرتے بلکہ احادیث مرفوعہ سے سند لاتے ہین اور
صحابہ کے طریقہ کو محض استحسان کے لئے پیش کرتے ہین اور آہستہ کہنے والون کو
الزام دیتے ہین کہ نہ تو تمہارے پاس کوئی حدیث صحیح مرفوع آمین آہستہ کہنے پر ہے
نہ طریقہ صحابہ کا باقی یہ آپ کا قول (تو آہستہ کہنے والے ان صحابہ کے فعل کو
سند پیش کرینگے جو آہستہ کہتے تھے الخ) محض دھوکہ دہی عوام ہے کسی صحابی کا

نقل آمین آہستہ کہنے کا سند صحیح سے ثابت نہیں ہے مَنْ یَدَّعِی خِلَافَ ذٰلِكَ
فَعَلَیْهِ الْبَیَانُ بِالْبَرَاهِیْنِ الْقَوِیَّةِ وَالْاَدِلَّةِ الْجَلِیَّةِ **قولہ** طبری نے تہذیب الآثار
مین روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ کہتے تھے آمین جیسا کہ عینی
عمدۃ القاری شرح بخاری مین لکھتے ہین **اقول** یہ روایت بر تقدیر ایسکے کہ تہذیب الآثار
مین ہے ضعیف قابل احتجاج کے نہین ہے پہلے راوی اسکے اَبُوْبَکْرِ بْنُ
عَیَّاشٍ ہین وہ کَثِیْرُ الْغَلَطِ ہین نیز حافظہ انکا آخر مین خراب ہو گیا تھا
ترمذی اپنے جامع مین تحت حدیث مَرْوِیِّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ثَلَاثَةٌ
یُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ یَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ کے فرماتے
ہین وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ کَثِیْرُ الْغَلَطِ امام بخاری رسالہ جزء رفع الیدین
مین فرماتے ہین **قَالَ الْبُخَارِیُّ** قَالَ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدِیْثُ اَبِیْ بَکْرٍ
عَنْ حُصَیْنٍ اِنَّمَا هُوَ تَوَهُّمٌ مِنْهُ لَا اَصْلَ لَهٗ **ترجمہ** بخاری نے کہا
یحیی بیٹے معین نے حدیث ابوبکر بن عیاش کے حصین سے سوا اسکے نہین کہ
وہم ہے ابوبکر سے نہین اصل واسطے اس حدیث کے اسی رسالہ امام بخاری
کے دوسرے جگہ مین ہے قَالَ صَدَقَةُ اَنَّ الَّذِیْ یَرْوِیْ حَدِیْثَ مُجَاهِدٍ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّهٗ لَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ التَّکْبِیْرَةِ کَانَ صَاحِبُهٗ
قَدْ تَغَیَّرَ بِاٰخِرِهٖ **ترجمہ** کہا صدقہ نے تحقیق وہ شخص کہ روایت کرتا ہے
حدیث مجاہد کو ابن عمرؓ سے کہ ہر آئینہ وہ نہین رفع الیدین کرتے تھے مگر تکبیر اولے
مین تہا صاحب اسکا (یعنی ابوبکر بن عیاش) متغیر ہوا تہا حافظہ اسکا آخر
عمر مین حافظ ابن حجر تقریب مین فرماتے ہین اَبُوْبَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ بِتَحْتَانِیَّةٍ وَ
مُعْجَمَةٍ اِبْنُ سَالِمٍ الْاَسَدِیُّ الْکُوْفِیُّ الْمُقْرِیُّ الْحَنَّاطُ بِمُهْمَلَةٍ وَنُوْنٍ
مَشْهُوْرٌ بِکُنْیَتِهٖ وَالْاَصَحُّ اَنَّهَا اِسْمُهٗ وَقِیْلَ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ اَوْ عَبْدُ اللّٰهِ اَوْ

سَالِمٌ اَوْ شُعْبَةُ اَوْ رُؤْبَةُ اَوْ مُسْلِمٌ اَوْ خِدَاشٌ اَوْ مُطَرِّفٌ اَوْ حَمَّادٌ اَوْ حَبِيْبٌ عَشَرَةُ اَقْوَالٍ ثِقَةٌ عَابِدٌ اِلَّا اَنَّهُ لَمَّا كَبِرَ سَاءَ حِفْظُهُ الخ **ترجمہ** ابوبکر بیٹے عیاش کے ساتھ تحتانیہ اور معجمہ کے بیٹے سالم اسدی کے کوفہ کے رہنے والے منسوب قبیلہ مقری کے الحناط ساتھ مہملہ اور نون کے مشہور ہین ساتھ کنیت اپنے کے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نام اسکا ہے اور کہا گیا نام اسکا محمد ہے یا عبد اللہ یا سالم یا شعبہ یا رؤبہ یا مسلم یا خداش یا مطرف یا حماد یا حبیب دس قول ہین ثقہ عابد ہے مگر ہر آئنہ جبکہ وہ بوڑھا ہوا تو حافظہ اسکا خراب ہوگیا آخر تک نیز ذہبی نے بھی میزان مین ابوبکر بن عیاش کے حق مین لکھا ہے کہ آخر عمر مین حافظہ اسکا خراب ہوگیا تھا ان اقوال مذکور بالا سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش کثیر الغلط ہین اور نیز آخر عمر مین حافظہ ان کا خراب ہوگیا تھا اور یہ بات کتب اصول مثل مقدمہ وشرح نخبہ کے ثابت ہے کہ جس راوی کا حافظہ خراب ہوگیا ہو اوسکی روایت معتبر نہ ہوگی جب تک یہ امر نہ معلوم ہو کہ یہ روایت قبل تغیر کے ہے یا بعد تغیر کے نیز کثیر الغلط کے روایت کا اعتبار بھی نہین کیا جاتا کیونکہ یہ جرح مرتبہ رابع کی ہے اور جس شخص کے حق مین اس جرح کا اطلاق کیا جاتا ہے اوسکی روایت معتبر نہین ہوتی تو یہ روایت بھی غیر معتبر ٹھیری دوسرے راوی اس مین ابی سعید ہین معلوم نہین کہ یہ ابی سعید کون ہین ان کی توثیق آپ کے ذمہ ہے اور یہ بھی معلوم نہین کہ ابوبکر بن عیاش سے ان کا لقا ثابت ہے یا نہین ایسے ہی ابی وائل معلوم نہین کون شخص ہین ابی سعید کی ان سے ملاقات ہے یا نہین ظاہر تو یہ دونون مجہول ہین اور نہ آپس مین ان کے لقا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی یہ بھی ثابت کرین کہ مؤلف تہذیب الآثار کو ابوبکر بن عیاش سے لقا ہے یا نہین بغیر ان امور کے طے کرنے کے اس روایت کو معرض استدلال مین پیش کرنا اور اس سے اپنا مقصود ثابت کرنا سوائے حماقت کے اور کیا کہین جب یہ روایت ضعیف اور منقطع ٹھیری تو قابل احتجاج کے

ہوئی **قال صاحب الظفر** پانچوین حدیث قال عطاءٌ آمِیْنَ دُعَاءٌ وَ
اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمَنْ وَرَاءَهٗ حَتّٰی اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَکَانَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ یُنَادِی الْاِمَامَ
لَا تَفُتْنِیْ بِاٰمِیْنَ وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَدَعُهٗ وَیَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِیْ
ذٰلِکَ خَبَرًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ یعنے کہا عطا نے آمین دعا ہے اور آمین کہا ابن زبیر نے
اور جو پیچھے اسکے تہے یہانتک کہ تحقیق گونج اوٹھے مسجد اور ابوہریرہ پکار کر کہدیتے
تہے امام کو کہ مت فوت کرا مجھے کہنا آمین کا اور کہا نافع نے نہین چھوڑتے تہے
اسکو یعنے آمین پکار کر کہنے مین حدیث ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے
قال المعترض اس مقام پر مؤلف سے چند مغالطات سرزد ہوئے ایک یہ کہ
اس عبارت مین ایک تو قول عطا کا کہ وہ تابعین سے ہین اور تین صحابہ ابن زبیر و
ابوہریرہ و ابن عمر کا فعل مذکور ہے کوئی اس مین فعل یا قول آنحضرت صلعم کا نہین الخ
اقول صاحب ظفر نے ہرہر واحد ان اقوال کو حجت نہین گردانا بلکہ تین صحابہ کے
فعل کو کہ وہ اس مین سے حکما مرفوع ہین اور ایک صراحتاً حجت ٹہیرایا ہے ابن زبیر
و ابوہریرہ کے فعل تو حکما مرفوع ہین اور ابن عمر کا فعل مع روایت مرفوع کے ہے
اب یہ قول معترض کا کہ کوئی اس مین قول و فعل آنحضرت صلعم کا نہین ہے۔
لغو ہوا اور الزام صاحب ظفر کا ساتھ ان روایتون کے امام اعظم کو صحیح ہوا اگر
فعل صحابہ کا ہی مانا جاوے تو بہی حجت امام یہ ہوسکتی ہے کما مرّ آنفاً فتذکر
قوله دوسرے یہ کہ ان سب اقوال کو مؤلف نے کہدیا کہ روایت کیا اسکو بخاری
نے حالانکہ اس مین سے ایک کو بہی بخاری نے روایت نہین کیا صحیح بخاری مین
جسکا دل چاہے دیکھ لیوے الخ **اقول** یہ بہی حضرت معترض کی دہوکہا دہی ہے
بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کے صفحہ ۱۰۷ مین یہ سب اثر موجود ہین جسکا دل چاہے
دیکھ لیوے بعد دیکھنے کے حضرت معترض کے چالاکے پر غور کرے **قوله** البتہ یہ سب

[illegible]

اقوال صحیح بخاری مین بلاسند مذکور ہین الی قولہ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی امر کا کسی کتاب مین مذکور ہونا اور چیز ہے اور اس کتاب مین اسکی روایت ہونا اور چیز ہے **اقول** صاحب ظفر نے یہ کب کہدیا ہے کہ یہ اقوال بخاری مین مع سند کے مذکور ہین فقط صاحب ظفر نے تو یہی کہا ہے کہ روایت کیا اسکو بخاری نے اور یہ عام ہے کہ بلاسند کے ہو یا مع سند کے اور اطلاق روایت کو مقید کرنا ساتھ سند کے تخصیص بلامخصص کے ہے دیکھئے بہت سے جگہ بخاری مین ہے مروی عن فلان کذا وعن فلان کذا حالانکہ وہ بغیر سند کے ہےتو اسکو بھی آپ غلط ٹہیرا لیجئے آپ کے اس فہم پر نہایت ہی تعجب ہے کہ قول بلاسند کو روایت سے تعبیر کرنے کو غلط ٹہیراتے ہین مین جانتا ہون کہ کل حدیثین مشکوۃ کو جو مشکوۃ مین بلاسند مذکور ہین آپ روایت سے خارج کرینگے ایسے ہے منتقی وغیرہ کتب حدیث کو بھی بغیر روایت کے ٹہیرائینگے حضرت معترض ایسے بے تکی نہ ہان کا کرین کچھ سوچ سمجھکر زبان قلم سے نکالا کرین بس یہ کہدینا آپ کا کہ ان اقوال کو روایت نہین کہتے خالی فریب سے نہین **قولہ** تیسرے یہ کہ ان آثار مین سے صرف اثر ابن زبیر تو بلند آواز کرنے پر آمین کے ساتھ دلالت کرتا ہے **اقول** یہ بھی آپ کی خوش فہمی کا نتیجہ ہے اثر ابوہریرہ وابن عمر بھی تامین بالجہر پر صاف دلالت کرتے ہین اگر ابن عمر آہستہ آمین کہتے تو نافع کیسے معلوم کرتے کہ ابن عمر آمین پر مداومت کرتے تھے اور اسکو کبھی ترک نکرتے ایسے ہے مروان اگر آہستہ آمین کہتے تو ابوہریرہ کیسے معلوم کرتے کہ اونھون نے آمین مجھسے پیشتر کہا یا بعد کہا باقی رہا یہ امر کہ ابوہریرہ بھی زور سے آمین کہتے تھے یا نہین کہتے تھے سو روایت بیہقی مین صاف آگیا ہے کہ ابوہریرہ آمین ساتھ مد کے کہتے تھے حافظ احمد علی صاحب حاشیہ بخاری مین عمدۃ القاری سے نقل کرتے ہین کَانَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ یُؤَذِّنُ لِمَرْوَانَ فَاشْتَرَطَ اَنْ لَّا یُسْبِقَہٗ بِالضَّآلِّیْنَ حَتّٰی یَعْلَمَ اَنَّہٗ دَخَلَ فِی الصَّفِّ فَکَانَ اِذَا قَالَ مَرْوَانُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ

اَبُوْهُرَیْرَةَ آمِیْنَ یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ وَقَالَ اِذَا تَوَافَقَ تَامِیْنُ اَهْلِ الْاَرْضِ تَامِیْنَ
اَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہ مروان کے
موذن تھے شرط کیا تھا مروان سے کہ لفظ ضالین کہے ہین ان سے سبقت نہ کرین
یہانتک کہ جان لیوین کہ ابوہریرہ صف مین داخل ہوگئے ہین پس تھا مروان
جب کہتا وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتے ابوہریرہ مد آمین دراز کرتے ساتھ آمین کہنے کی آواز
اپنے کو اور فرمایا جب موافق ہوتا ہے آمین کہنا زمین والون کا ساتھ آمین کہنے
آسمان والون کے بخشا جاتا ہے ان کے لئے اب اس روایت بیہقی سے معلوم ہوا
کہ ابوہریرہ آمین زور سے کہتے تھے الغرض نہ سمجھا ان اقوال وافعال سے آمین بالجہر کو
عجائب روزگار سے ہے ع برین عقل و دانش بباید گریست **قولہ** باقی قول عطا
کو تو مطلقا اس بحث سے علاقہ نہین کیونکہ ان کے قول سے تو اتنا معلوم ہوا کہ آمین
دعا ہے الخ **اقول** صاحب ظفر نے ہر ہر واحد سے تو استدلال کیا ہے نہین کہ عطا
کے قول سے اسپر الزام لگایا جاوے بلکہ صاحب ظفر نے تو مجموع کلام من حیث مجموع
سے استدلال کیا ہے اگر عطا کے قول سے آمین بالجہر نہ معلوم ہو تو صاحب ظفر کے
مقصود مین جو استدلال تمین فعل صحابہ سے جو حکما مرفوع ہین ہی کچھ خرابی لازم نہین
آتی **قولہ** اصل دعا مین اخفا ہے بمقتضائے آیت اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً
تو آہستہ کہنا ثابت ہو جاویگا **اقول** اس مین چند وجہ سے کلام ہے **اول** یہ کہ
ہم نہین تسلیم کرتے کہ آمین دعا ہے باقی رہا قول عطا کا ہمپر حجت نہین اور خود حنفیہ
کے نزدیک بھی قول تابعی کا حجت نہین ہوتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسم الٰہی ہو جیسا کہ تفسیر
معالم مین ابن عباس سے منقول ہے یا خاتمہ دعا ہو جیسا کہ روایت ابوداؤد سے
ثابت ہے **دوم** اگر تسلیم بھی کرین کہ آمین دعا ہے تو یہ تسلیم نہین کرتے کہ اصل
دعا مین اخفا ہے دیکھئے سورہ فاتحہ مین اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے آخر تک

کل دعا ہے اسکو آہستہ کیون نہین پڑہ جاتا اگر یہ کہین کہ یہ دعا قرآنی ہے اسلئے اسکو زور سے پڑہ جاتا ہے تو ہم کہین گے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے کہ جو دعا قرآنی ہو اسکو تو زور سے پڑہا جاوے باقی کو آہستہ مع اسکے تلبیہ حج مین پکار کر کہتے ہو وہ بہی تو دعا ہے اسکو کیون پکار کر کہتے ہو حالانکہ یہ دعا قرآنی بہی نہین اور بہت سی دعائین ہین جن کا زور سے پڑہنا آنحضرت صلعم سے ثابت ہے آپ اذکار نووی کا ملاحظہ کر لیوین سوم اگر مان بہی لیوین کہ آمین دعا ہے اور اصل دعا مین اخفا ہے تو بہر ہم کہینگے یہ دعا مخصوص ہے سنن صحیحہ سے جو آنحضرت صلعم سے اس بارے مین مروی ہین جب تک آپ ان وجوہ مذکورہ بالا کا جواب نہ دیوین اس آیت سے استدلال ٹہیک نہین **قولہ** اور ابوہریرہ کے قول سے بہی زور سے کہنا نہین ثابت ہوتا ہے الخ **اقول** جواب اسکا گذرا کہ ابوہریرہ کے قول سے آمین زور سے کہنا ثابت ہوتا ہے اور یہ جو آپ نے قسطلانی کے عبارت نقل کی ہے اس سے کچہ مطلب آپ کا نہین نکلتا گو آپ نے بقیہ روایت بیہقی کو جس سے آمین بالجہر نکلتا تہا حذف کر دیا اور ایک ٹکڑا اس روایت کا ذکر کیا کیونکہ اس عبارت مین یہ کہین مذکور نہین کہ ابوہریرہ آمین آہستہ کہتے تہے بلکہ پوری روایت بیہقی کی صاف دلالت کرتی ہے کہ ابوہریرہ رضہ آمین بالجہر کہتے تھے کما مر انتہی **قولہ** اس سے صرف فضیلت اس امر کی معلوم ہوئی کہ مقتدی اور امام دونون کا ایک وقت مین آمین کہنا بہتر ہے نہ یہ کہ زور سے آمین کہے **اقول** اس اُلٹی سمجہ پہ پتہر پڑین جب امام آمین آہستہ کہے گا تو کیسے معلوم ہوگا کہ اب امام نے آمین کہی خواہ مخواہ یہی ہوگا کہ کبہی مقتدی امام سے سبقت لے جا وینگے یا ساتہ اسکے کہینگے یا پیچہے اسکے ہان جب امام آمین بالجہر کہے گا تو ہمیشہ امام کا آمین کہنا معلوم ہو سکتا ہے خصوصاً مذہب حنفیہ مین تو یہ ہو ہی نہین سکتا کیونکہ موطا امام محمد مین مذکور ہے کہ امام آمین نہ کہے

تو اب بصورت آہستہ کہنیکے یہ احتمال بھی قائم ہوگا کہ شائد امام نے آمین نہ کہا ہو
الغرض بدون آمین بالجہر کے موافقت کامل امام کے آمین سے ہو نہین سکتی **قولہ**
اور قول نافع کے ترجمہ کرنے مین مؤلف سے غلطی فاش ہوئی الخ **اقول** جو ترجمہ
مؤلف نے کیا وہ نہایت ٹہیک ہے غلطے کی کوئی وجہ نہین مؤلف نے جو لایدعہ
کے مرجع کو اوسنے ذلک کے مشار الیہ کو آمین زور سے کہنا لکہا ہے تو قرینہ
بقالیہ سے جو نافع کی کلام سے معلوم ہوتا ہے لکہا ہے کیونکہ اگر ابن عمر آمین بالجہر نہ کہتے
تو نافع یہ کیسے فرماتے کہ کبہی ابن عمر نے آمین کو ترک نہین کیا الغرض مدعا صاحب
ظفر کا ٹہیک ہے اور آپ کے بے سمجہے کا یہ سب قصور ہے فقط **قال**
صاحب الظفر چہٹی حدیث عن عطاء ادرکت مایتین من الصحابۃ فی
ھذا المسجد اذا قال الامام ولا الضالین سمعت لھم رجۃ بامین رواہ
البیہقی روایت ہے عطاسے کہ پایا مینے دوسو آدمی کو صحابہ سے بیچ اس مسجد کے
جب کہے امام ولا الضالین سنا مینے اُنکے آواز ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا
اس حدیث کو بیہقی نے **قال المعترض** یہ روایت عین روایت سابقہ ہے جسکو
مؤلف نے چوتہی حدیث کرکے تعبیر کیا ہے صرف بعض الفاظ کا فرق ہے اس کو
علیحدہ حدیث بنانا بے فائدہ اور اسکا جواب وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکا **اقول**
اس روایت کو چوتہی روایت کے عین بتلانا جہالت معترض کی ہے چوتہی روایت
صحیح ابن حبان و بیہقی کی تہی یہ روایت فقط بیہقی کے ہے اُس روایت مین تہا
(رفعوا اصواتھم بامین) اس روایت مین ہے (سمعت لھم رجۃ بامین)
نیز چوتہی روایت کی سند بہی اِس روایت سے جدا ہے چنانچہ امام بیہقے
سنن کبری مین فرماتے ہین ہمارواہ اسحق الحنظلے عن علی بن الحسین و
قال رفعوا اصواتھم بامین ترجمہ روایت کیا اسکو اسحق حنظلی نے علی بن حسن

اور کہا بلند کیا آوازین اپنی ساتھ آمین کہنے کے اور اس روایت کو ابو ایوب نے
روایت کیا ہے معترض نے بغیر دیکھے سنن کبری کے کیسی علنیت کا حکم لگا دیا
حالانکہ خود ہی حضرت اختلاف الفاظ کے مقر ہین اگر ایسا ہی ہے تو یہ کیون نہین
کہدیتے کہ ان سب احادیث کے ایک ہی معنی ہین یعنی آمین بالجہر کے فقط
الفاظ کا فرق ہے ان الکین حدیث کو ایک بنانا چاہیے تہا ع برین عقل و
دانش بباید گریست — یہ نہین معلوم کہ سند و الفاظ کے فرق سے حدیث دوسری
کہلاتی ہے خیر آپ کے جواب کا رد بہی گذر چکا **قال** صاحب الظفر ساتوین حدیث
عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رض قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلعم اِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ
وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ روایت ہے وائل بن حجر رض سے کہا تھے رسول
خدا صلعم جب پڑہتے یعنے پہونچے وَلَا الضَّالِّيْنَ تک کہا آمِیْن اور بلند کیا ساتھ
آمین کہنے کے آواز اپنے کو روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد نے **قال المعترض**
اس سے حنفیہ پر جب الزام درست ہو جب یہ حدیث اس امر پر دلالت کرے کہ
بلند کرنا آواز کا آنحضرت کا فعل دائمی یا اکثری تہا الخ **اقول** آپ نے تو ایک
ہی بات سیکھ لی ہے کہ حنفیہ پر جب الزام ہوتا جب حضرت صلعم کا یہ فعل دائمی یا
اکثری ہوتا جواب اس کا حدیث اول و دوم کے تحت مین گذرا کہ مخالفت کا الزام
حنفیہ کو دینا صاحب ظفر کا صحیح ہے مداومت یا اکثریت پر موقوف نہین ہے مع ہذا
یہ فعل آپکا دائمی تہا **قال** صاحب الظفر آٹہوین حدیث عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ
صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض فَقَرَءَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَءَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ
حَتّٰى اِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ الخ روایت ہے نعیم مجمر سے کہا نماز پڑہی
مینے پیچہے ابی ہریرہ کے پس پڑہی ابی ہریرہ نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پہر پڑہے
سورہ فاتحہ یہانتک کہ جب پہونچے وَلَا الضَّالِّيْنَ تک کہا آمِیْن آخر تک

قال المعترض اس روائیت مین کہین جہر کا نشان نہین صرف قال آمین ہے
جسکے معنے یہ ہین کہ جب پہونچے ابوہریرہ وَلَا الضَّآلِّيْن تک تو کہا اونھون نے امین
اور یہ عام ہے اس سے کہ آہستہ کہا یا زور سے کہا الخ **اقول** جواب اسکا دو وجہ
سے ہے اوّل یہ ہے کہ تتبع کلام الہی و کلام رسول سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ لفظ
قول کا معنے جہر کے لئے حقیقت ہے اور معنے اخفا کے لئے مجاز و دلیل حقیقت
تبادر ہے کیونکہ قول سے متبادر ذہن طرف معنے جہر کے ہوتا ہے نہ اخفا کے کما
یخفے علی من تتبع کلام العرب وتحاوراتہم اور صاحب قاموس کا قول بہی
اسی کے موید ہے حیث قال القول الکلام او کل لفظ مذل به اللسان
تاما او ناقصا **ترجمہ** قول کلام ہے یا ہر لفظ جو دلالت کرے اوسپر زبان
تام ہوے یا ناقص منتہی الارب مین ہے (قول) بالفتح سخن یا ہر لفظ کہ ظاہر
کند آن را زبان تام باشد یا ناقص انتہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ قول کا لفظ
جہر کے لئے حقیقت ہے اور اخفار کے لئے مجاز کیونکہ حقیقت کے یہی معنے ہین کہ جبتک
کوئی قرینہ صارفہ اسکے اصلی معنے سے نہ پایا جاوے معنے دوسرے یعنے مجازی
مراد نہ ہون جب قول کے یہ معنے قرار پائے تو بیشک لفظ قال آمین سے آمین
بالجہر سمجھا جاویگا وہو المقصود **وجہ ثانی** اگر اسی کو تسلیم کرین کہ لفظ قول کا
مشترک ہے درمیان جہر و اخفا کے یعنے نہ تو جہر اس سے مراد ہوتا ہے نہ اخفار
بلکہ دونون مراد ہوسکتے ہین اپنے اپنے قراین سے اگر قرینہ جہر کا ہوگا تو جہر مراد
لیا جاویگا اگر قرینہ اخفار کا ہوگا تو اخفار مین کہتا ہون کہ یہان قرینہ جہر کا موجود
ہے وہ وہ نعیم مجمر کا آمین کو سنکر اوس کا نقل کرنا اگر ابوہریرہ آمین بالجہر نہ کرتے
تو کیسے نعیم کو معلوم ہوتا کہ ابوہریرہ نے آمین کہا ہے یا نہین کہا جبکہ نعیم نے
اسکو نقل کیا تو اس قرینہ سے معنے قول کے جہر کے متعین ہوگئے وہو المقصود

اب اس قرینہ کے دفع کرنے کے جو معترض نے احتمال رکیکہ پیدا کئے ہین ان کے مالہ وماعلیہ پر نظر کی جاتی ہے **قولہ** تو جواب اسکا یہ ہے کہ ظہر وہنا نعیم مقتدی کا فعل ابوہریرہ سے مستلزم اس امر کو نہین ممکن ہے کہ بعد فراغت نماز کی ابوہریرہ نے نعیم سے بیان کر دیا ہو کہ مین نے آمین کہی **اقول** یہ بالکل خلاف ظاہر کے ہے کوئی عاقل منصف مزاج ایسی بات نہین کہے گا اگر ابوہریرہ نے بعد فراغت نماز کے نعیم سے کہدیا ہوتا تو نعیم ہرگز یون نہ فرماتے (اذا بلغ ولا الضالین قال آمین) بلکہ یون فرماتے ہین فلما فرغ من الصلوۃ قال لی قلت بعد ولا الضالین آمین یعنے جب فارغ ہوئے ابوہریرہ نماز سے کہا واسطے میرے مینے کہا تہا بعد ولا الضالین کے آمین کو اسقدر کلام کو نعیم نے بے وجہ کیون حذف کیا اور اپنے کلام کو بلاغت سے عاری ٹہیرایا نیز یہ بہی گذارش ہے کہ ابوہریرہ نے بعد نماز کے آمین کہی کیون بتایا کہ مینے آمین ہی کہا تھا تسبیح التحیات وغیرہ اذکار جو آمین سے بہی ضروری تھے ان کو نہ بتایا ترجیح بلا مرجح ہے کہ آمین کو نعیم سے فرما دیا کہ مینے آمین کہی تہی اور اذکار کا نہ ذکر کیا نیز یہ احتمال تکبیر مین سے جاری ہوگا کہ ابوہریرہ نے لفظ (اللہ اکبر) کا ہی آہستہ کہا ہوگا بعد نماز کے نعیم سے کہدیا ہوگا کہ مینے نماز مین لفظ (اللہ اکبر) کا ہی کہا تہا ماھو جوابکم فھو جوابنا حضرت معترض صاحب وہ احتمال پیدا کیا کرین کہ کسی عاقل کے تو سمجہ مین آجاوے **قولہ** یا یہ کہ جب ولا الضالین تک ابوہریرہ پہونچے اونہون نے آمین کہنے کے واسطے سکوت فرمایا نعیم اس وجہ سے سمجہ گئے کہ اونہون نے آمین کہی ورنہ یہ موقع سکوت کا نہ تہا **اقول** یہ بہی خلاف ظاہر ہے اسلئے آپ بہی متردد ہین کہ کسی بات پر ٹہیرتے نہین جناب من ایسے ایسے احتمال بلادلیل کے اگر پیدا کئے جاوین تو قرآن وحدیث بالکل

معطل ہو جاویگا اور آپکے پیر و مرشد سید احمد خان صاحب کی خوب ہی بن آئیگی آپکے احتمالوں سے تو سید صاحب کے احتمال صد درجہ اچھے ہوتے ہین اگر ابو ہریرہ سکوت فرماتے اور اس سکوت سے نعیم آمین سمجھتے تو یون عبارت ہوتی۔ اِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سَكَتَ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ قَالَ آمِيْنَ ترجمہ جب پہونچے ابو ہریرہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک تو سکوت کیا پس مینے گمان کیا کہ اونہون نے آمین کہا ہوگا نعیم مجبر گمان کے لفظ سے نقل کرتے نہ لفظ یقین سے کیونکہ محتمل ہے کہ انہون نے فقط سکتہ مجرد سانس لینے کے لئے کیا ہو یا سورہ کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہ ملانے کے لئے کیا ہو جبکو لفظ یقین سے نعیم نے نقل کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابو ہریرہ نے آمین کو بعد وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بجہر کہا تہا نعیم نے اپنے اٹکل سے نہین نقل کیا ہے **قولہ** یا یہ کہ نعیم بہت قریب ہون ابو ہریرہ سے کہ ان کی آہستہ آمین کہنے سے بہی یہ واقف ہو گئے ہون الخ **اقول** یہ احتمال آپ کا سراسر باطل ہے کیونکہ مقتدی کی دو ہی صورتین ہوتی ہین یا پہلو مین امام کے بصورت ایک مقتدی ہونے کے یا پیچھے امام کے بصورت زاید مقتدی ہونے کے پہلے شق تو یہان ممکن نہین کیونکہ حدیث مین لفظ وراء کا موجود ہے جسکے یہ معنے ہین کہ پیچھے ابو ہریرہ کے مینے نماز پڑہی ہے اگر پہلو مین ابو ہریرہ رضہ کے ہوتے تو لفظ جنب کا موجود ہوتا اور نعیم یون فرماتے صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اگر آپ یہ کہین کہ شاید نعیم بہ نسبت اور مقتدیون کے قریب ہو گئے ہون تو اس مین یہ گذارش کی جاویگی کہ اس احتمال کے لئے کوئی قرینہ ہونا چاہیئے نیز نعیم پر الزام مخالفت احادیث تسویۃ الصفوف کا ہوگا کہ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ کو کیون فراموش کر گئے بہرحال یہ احتمال کوسون دور ہے کوئی ایسا محل پیدا کیجئے کہ جو آپکے پیٹ مین ہضم سکے قطع نظر الغرض آپکے تینون احتمالون سے آپکا مدعا ثابت ہوا

مطلب صاحب الظفر کا کہ جہر آمین ثابت ہوگیا وہو المطلوب **قولہ** نظیر اس کی اخبار صحابہ ہین آنحضرت صلعم کے امور سریہ سے جو صحاح ستہ مین موجود ہین۔ کہ آنحضرت نماز ظہر وعصر مین فلان فلان سورۃ پڑہتے تہے یا درمیان دوسجدہ کے قعدہ مین یہ دعا پڑہتے تہے الی قولہ اس قسم کی روایات بہت پاویگا **اقول** صحاح ستہ کا نام ہی سن لیا ہے یا کبہی دیکہنے کا بہی تبرکاتیمناً اتفاق ہوا ہے آپ کے تقریر سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے سنے سنائے جاہلون کے دکہو دہی کے لئے نام صحاح ستہ کا لے دیا ہے اجی حضرت صحاح ستہ مین صحابہ رض سے یہ بہی مروی ہے کہ ہم نے اسطرح سے معلوم کیا کہ حضرت صلعم فلان فلان سورۃ نماز ظہر وعصر مین پڑہتے تہے بخاری اپنے جامع مین فرماتے ہین حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلعم يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَسُوْرَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا **ترجمہ** فرمایا ابو قتادہ نے تہے نبی صلعم پڑہتے دو رکعتون ظہر وعصر مین سورۃ فاتحہ کو اور سورۃ سورۃ کو اور سناتے تہے ہمکو کبہی اور کتب حدیث مین بہی یہ روایت موجود ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کبہی کبہی ظہر عصر مین صحابہ کو آیۃ سنا دیتے تہے تو کہ صحابہ کو یہ امر معلوم ہو جاوے کہ حضرت صلعم فلان فلان سورہ پڑہتے ہین ایسی ہی آؤ دعا درمیان دوسجدہ وقعدے کے ہے آنحضرت صلعم نے صحابہ کو تعلیم کی مشکوۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۷۶ مین ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلعم اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ **ترجمہ** روایت ہے ابو ہریرہ رض سے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب فارغ

ہوئے ایک تہار اشہد آخر سے پس چاہئے کہ پناہ مانگے چار چیزوں سے عذاب جہنم سے اور عذاب قبر سے اور فتنہ زندگی اور موت سے اور فتنہ کانے دجال سے روایت کیا اوسکو مسلم نے بخاری اپنے جامع میں فرماتے ہیں۔
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً أَدْعُوْ بِهِ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ **ترجمہ** روایت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے تحقیق اونہوں نے کہا واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مجھکو ایسی دعا تعلیم کیجئے کہ نماز میں اوس کو پڑھوں آپ نے فرمایا کہو اے اللہ ہر آئنہ مینے اپنے نفس پر ظلم کیا ظلم بہت اور نہیں بخشتا ہے کوئے گناہوں کو مگر تو ہے پس بخش واسطے میرے اپنے نزدیک سے اور رحم کر مجھکو تحقیق تو ہے بخشنے والا مہربان ہے انتہی حاصل کلام کا یہ ہے کہ جو اذکار یا سورتیں آپ سے آہستہ ادا ہوتی تہیں بیشک یا تو آپ خود صحابہ کو تعلیم کر دیتے تھے یا صحابہ آپ سے سن لیتے تھے کما مر دوسرا کوئی دوسرا طریقہ نہیں کیونکہ غیب داں تو سوائے ذات اللہ کے اور کوئی ہے ہی نہیں شاید معترض صاحب بہوں تو ہوں جو شخص واقف کلام رسول اللہ صلعم سے ہوگا وہ ہرگز ایسی بات نہ کہے گا **قولہ** پس اگر صرف ذکر کرنا مقتدی کا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ ادا کی یا یہ دعا پڑھی مستلزم ثبوت جہر ہو وے لازم آتا ہے کہ ان سب روایات سے ان حضرت کا بلند کرنا آواز کا ساتھ ان اذکار اور قرات کے ثابت کیا جاوے
اقول بیشک جب مقتدی یہ بیان کریگا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ پڑہے یا یہ

وغا ادا کی مستلزم جہر کو ہوگا جب تک دوسرے طریق سے اسکا اخفا کرنا ہہنین ثابت ہوگا عمل جہر پر رہیگا بخلاف قرات ظہر وعصر و اذکار قعدہ وغیرہ کے کہ انکی تعلیم شارع سے ثابت ہے اسی تعلیم کی جہت سے صحابہ اسکو نقل کرتے تہے چونکہ شارع سے اخفا بہی ان کا ثابت ہے اسلئے اخفا ان مین معمول بہا رہا آن اگر آپ آمین کا ایسے ہی اخفا کہنا ثابت کرتے تو آپ کو یہ گنجایش تہی کہ آپ نے تعلیم کے لئے آمین کو جہر سے فرمایا پہر ہمیشہ اخفا کرتے رہے بدون اسکے آپ کی بات کون سنتا ہے **قال** صاحب الظفر نوین حدیث عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ فِیْ بَابِ الْجَھْرِ بِاٰمِیْنَ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا سنا مینے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کہا وَلَا الضَّالِّیْنَ کہا آمین روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے **قال المعترض** سنن ابن ماجہ مین یہ حدیث اس اسناد سے مروی ہے حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ اِلٰی قولہ اور یہ حدیث اس اسناد کے محدثین کے نزدیک مخدوش ہے **اقول** یہ بہی آپ کی دہوکہ دہی ہے اس سند مین سوائے ابوحاتم کے اور کا کلام دیکہنے مین نہین آیا اور وہ کلام بہی ان کا اس قابل نہین کہ جس سے ضعف اس سند کا ثابت ہوگا سبحان اللہ تمام محدثین کا نام لینا خالی آپکی چالاکی ہے آپ دس بیندرہ ہی محدثین کے کلام سے ضعف اسکا ثابت کرین فرضًا اگر ضعف بہی ثابت ہوگا تو کیا مضر ہے اسلئے کہ دوسری احادیث صحیحہ جبر اس نقصان کا کرتی ہین **قولہ** حافظ ابن حجر کی تلخیص الحبیر مین ترقیم ہے **اقول** سبحان اللہ کیا فصاحت کا کلام ہے اگر یون فرماتے تو کلام آپ کا عیوب سے پاک ہوتا حافظ ابن حجر تلخیص مین فرماتے ہین علاوہ اسکے لفظ

ترقیم کا بمعنی تحریر مستعمل نہین ہے یہ محض جناب کی عربیت دانی ہے **قولہ قال**
ابْنُ اَبِي حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ کہا ابن ابی حاتم نے جو آجلۂ محدثین سے مین کتاب
العلل مین اِلیٰ قَوْلِهٖ هٰذَا عِنْدِیْ خَطَاءٌ کہ یہ روایت حضرت علی رضی سے میرے
نزدیک خطا ہے اِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلٍ نہین ہے یہ روایت آمین
سننے کی آنحضرت صلعم سے مگر حجر بن عنبس سے اونہون نے روایت کیا وائل سے
کہ اونہون نے آمین سنی اور حضرت علی سے سننا آمین کا نہین ثابت ہے وَقَدْ اُتِیَ
مِنْ اِبْنِ اَبِیْ لَیْلیٰ فَاِنَّهٗ کَانَ سَیِّئُ الْحِفْظِ انتہی یعنی یہ خطا کہ وائل کے روایت
علی کے روایت ذکر کی گئی اور حجر کے عوض حجیہ کا ذکر ہوا ابن ابی لیلی سے ہے
اور تھے وہ سے الحفظ یعنے حافظہ مین اُنکے کیقدر قصور تھا **اقول** یہ فقط
دعوے ہی دعوے ابوحاتم کا ہے کہ یہ روایت وائل سے ہے نہ حضرت علی رضی سے
یہ دعوے تو تب صحیح ہوتا جب سلمہ بن کہیل نے حجیہ سے نہ سنا ہوتا فقط حجر بن عنبس
سے سماع انکو ہوتا جس صورت مین سلمہ بن کہیل کو دونون سے سماع ہو تو پھر یہ کہنا کہ
یہ روایت حجر بن عنبس سے ہے نہ حجیہ سے محض عبث ہے اسے بات کے موید وہ
ہے جو ترمذی نے اپنے جامع مین فرمایا ہے وَفِی الْبَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ
یعنے روایت ہے اس باب مین علی رضی وابے ہریرہ رضی سے اگر روایت حضرت علی
سے نہ صحیح ہوتی فقط وائل سے ہی ہوتی تو ترمذی کیون فرماتے کہ اس باب
مین حضرت علی رضی سے بھی روایت ہے باقی رہا ابن ابی لیلی کا سیئ الحفظ ہونا یہ
کچھ مضر نہین متابعات وشوہدات کے واسطے روایت سیئ الحفظ کے بھی اعتبار
کی جاتی ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمَاهِرِ نیز حافظ مغلطائی نے شرح ابن ماجہ مین
فرمایا ہے کہ اس روایت کی دو سندین صحیح بھی ہین اور وہم ابن ابی لیلی کا ہوتا
جب فقط ابن ابی لیلی نے سلمہ بن کہیل سے اسکو روایت کیا ہوتا بلکہ ابن ابی لیلی

عدی بن ثابت سے بہی اس حدیث کو روایت کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے
تلخیص مین فرمایا ہے وَسَاوَی الْمُطَّلِبُ بْنُ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى أَيْضًا عَنْ
عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ یعنے روایت کیا ہے
مطلب بیٹے زیاد نے ابن ابی لیلے سے بہی عدی بیٹے ثابت سے اوہنون نے
زر بیٹے حبیش سے اوہنون نے علی رض سے مثل روایت سلمہ کے فقط اس تحریر سے
جواب ابو حاتم کے قول کا بہی معلوم ہوگیا کہ سلمہ نے فقط اس حدیث کو روایت
نہین کیا بلکہ عدی بن ثابت نے بہی اسکو روایت کیا ہے مع ہذا حافظ مغلطائی
نے دو سندین اسکی صحیح بہی لکہی ہین **قولہ** ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ روایت حضرت علی رض
کے نہین ثابت ہوئی تو استدلال اور الزام دینا مولف کا ساقط ہوا **اقول**
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد آپ کیا جانین کہ کس درجہ کی روایت ثابت ہوتی
ہے اور کس درجہ کی غیر ثابت چشم انصاف سے دیکہین کہ روایت ثابت ہے یا
نہین **قولہ** علاوہ ازین اگر یہ روایت ثابت ہو تو آہستہ کہنا حضرت علی رض کا آمین کو
جیسا کہ سابقا تہذیب الآثار سے منقول ہوچکا الخ **اقول** یہ روایت بالکل غلط
ہے جیسا کہ گذرا اور حضرت علی رض پر افترا ہے **قال** صاحب الظفر دسوین حدیث
عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَسَمِعْنَاهَا مِنْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ فِي
بَابِ الْجَهْرِ بِآمِينَ روایت ہے عبد الجبار بن وائل سے اسنے نقل کی اپنے
باپ سے کہا نماز پڑہی مینے ساتہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پس جب کہا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا الضَّالِّينَ کہا آمین پس سنا ہم سب نے یعنی
جتنے لوگ جماعت مین تھے آمین کو حضرت سے روایت کیا اس حدیث کو ابن
ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے **قال المعترض** الزام ساتہ اس روایت کے

جب درست ہو کہ یہ حدیث بایں سند صحیح ہو حالانکہ اس حدیث میں انقطاع ہے
بسبب اسکے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ وائل بن حجر حضرمی صحابی سے کوئی
حدیث نہیں سنی انتہی **اقول** اس روایت کو صاحب ظفر نے اس جگہ چند وجہ سے
ذکر کیا ہے **وجہ اول** ذکر کرنا اس روایت کا بطور استشہاد کے ہے نہ بطور
استقلال کے جب ایک مسئلہ میں مختلف طرق سے روایتیں پائی جاویں یعنی
بعض طرق سے صحیح و بعض طرق سے ضعیف بعد ذکر کرنے صحیح کے اگر ضعیف کو بھی
بطور استشہاد کے ذکر کیا جائے تو کیا حرج ہے **وجہ ثانی** چونکہ حنفیہ کے نزدیک
مرسل و منقطع بھی حجت ہیں اس لئے صاحب ظفر نے اس روایت کو حنفیہ کے
الزام کے لئے ذکر کیا ہے کہ تمہارے مذہب میں باوجودیکہ مرسل منقطع سب
حجت ہیں پھر اس روایت پر کیوں عمل نہیں کرتے **وجہ ثالث** روایت
منقطع اسلئے ضعیف گنی جاتی ہے کہ درمیان میں ایک راوی چھوٹا ہوتا ہے اور
اگر دوسرے طرق سے اتصال اسکا ثابت ہو جاوے تو یہ عیب جاتا رہتا ہے اور
یہ امر یہاں بھی موجود ہے کیونکہ وائل بن حجر سے چند طرق سے یہ روایت بطور
اتصال کے ثابت ہے اور روایت عبد الجبار میں دو احتمال ہیں اول عبد الجبار نے
وائل سے بلا واسطہ سنا ہو دوم بواسطہ سے احتمال اول تو باطل ہے اسواسطے
احتمال ثانی ہی ثابت رہیگا بوجہ موید ہونے طرق متصلہ کے اس احتمال کو اب
ذکر کرنا صاحب ظفر کا اس حدیث کو الزام حنفیہ کے لئے صحیح ٹھیرا اور سوء فہمی
معترض کی معلوم ہوئی **قال** صاحب الظفر گیارہویں حدیث عن ابی ھریرۃ
قال کان رسول اللہ صلعم اذا فرغ من قراءۃ ام القرآن رفع صوتہ وقال
آمین رواہ الدارقطنی وحسنہ والحاکم وصححہ روایت ہے ابی ہریرہ
سے کہا تھے رسول خدا صلعم جب فارغ ہوتے تھے پڑھنے سورہ فاتحہ کے سے

اونچی کرتے آواز اپنی اور فرماتے آمین روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اور حسن ٹھیرایا اسکو اور حاکم نے اور صحیح ٹھیرایا اسکو **قال المعترض** اس حدیث سے بہی الزام جب صحیح ہو جب زور تا بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو

اقول آپ نے ایک ہی بات سیکھ لی ہے کہ الزام جب صحیح ہو جب دوام بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو جواب اسکا تحت حدیث اوّل و دوم مین گذر چکا **قولہ** اس حدیث کا اور ایسے ہی اور احادیث صحیحہ کا جو رفع صوت پر دلالت کرتے ہین حنفیہ اور مالکیہ تین طرح سے جواب دیتے ہین **اقول** آپکو ضرور ہے کہ کسی کتاب معتبر کا حوالہ لکہین کہ یہ تین جواب فلان مالکی نے اپنے فلان کتاب مین لکہے ہین اور ایسے ہی فلان حنفی نے فلان کتاب مین ورنہ آپکی بہتان سازی اور افترا پردازی حنفیون اور مالکیون پر ہے خیر آپکے خاطر سے آپکے جوابون کا رد بعمدہ کیا جاتا ہے پہلے جوابون کو تو خود ہی آپنے رد کر دیا ہے اسکے جواب کی تو حاجت نہین باقی دو جوابون کا جواب سُن لیجئے **قولہ** دوسرے یہ کہ یہ جہر کبھی کبھی بیان جواز کے واسطے تھا تا معلوم ہو جاوے کہ جہراً آمین کہنا بھی درست ہے اور مفسد نماز نہین **اقول** اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ جہر کبھی کبھی بیان جواز کے واسطے تہا بغیر دلیل کے آپکی بات کون سنتا ہے اگر یہ جہر کبھی کبھی ہوتا تو جمہور صحابہ و مجتہدین اس کے عمل پر کیون دوام فرماتے اور ابن عمر وغیرہ لوگون کو اسپر کیون برانگیختہ کرتے بیان اسکا مفصلاً مذکور ہو چکا اگر تسلیم ہی کیا جاوے کہ حضرت ؐ نے یہ جہر کبھی کبھی کیا تہا پھر بھی بموجب قاعدہ اصول کے مستحب ہوگا کیونکہ مستحب اسی کو کہتے ہین جسپر حضرت نے کبھی کبھی عمل کیا ہو اور استحباب پر عمل کرنا حنفیون کے نزدیک بہی درست ہے (لطیفہ عجیبہ) معترض نے اس

جواب کو نور حنفیون و مالکیون کے لگایا ہے کہ مالکیہ وحنفیہ یہ جواب دیتے ہین حالانکہ حنفیہ و مالکیہ آمین بالجہر کے جواز کے بطور کلام ہے بیگانہ ہے کے ہرگز قائل نہین ہین یہ فقط معترض کا ان لوگون پر افترا ہے یا معترض نے اب تک اس مسئلہ مین مذہب مالکیہ و حنفیہ کا سمجھا ہی نہین اہل انصاف معترض کے کیاست و فراست و فہم و ذکاوت کا ملاحظہ فرماوین اور یہی جواب کافی ہے جواب ثالث کیونکہ ماحصل دونکا ایک ہی ہے **قولہ** اس سے یہ نہین لازم کہ یہ جہر سنت و جاوے اور آہستہ کہنا خلاف سنت ہو جاوے **اقول** آپ کو اب تک سنت کی تعریف بہی معلوم نہین کیا ثبوت سنیت کے لئے دوام کا ہونا ہی شرط ہے ع ببین عقل و دانش بباید گریست ۔ سابقاً معلوم ہوا کہ آج تک کسی اس اصول نے ثبوت سنیت کے لئے دوام کو شرط نہین کہا یہ فقط معترض کے کوتہ نظری کا باعث ہے **قولہ** تیسرے یہ کہ یہ جہر اتفاقاً تہا نہ قصداً الخ **اقول** جواب اسکا وہی ہو جواب جواب دوسرے کا تہا جب یہ تینون احتمال آپ کے باطل ہوئے تو الزام حنفیہ و مالکیہ پر ساتھ ان احادیث کے صحیح ہوا۔ **قال** صاحب الظفر بارہوین حدیث عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْن مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ روایت ہے وائل بن حجر سے کہا سُنا مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ پڑھا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہا آمین مد رانکے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے **قال المعترض** حدیث اس لفظ کے ساتھ سنن ابن ماجہ مین ہے نہ سنن ابو داؤد مین ان دونون کیطرف نسبت اسکا افترا ہے اور ایسے ہی کہنا

سنن دارمی میں بھی اس حدیث کا نشان نہیں اور بر تقدیر ثبوت اس روایت کے جواب اس کا وہی ہے جو سابقاً گذر چکا **اقول** اجی حضرت معترض کچھ تو اللہ سے ڈرو دن دوپہر کو ڈاکہ ڈالنا اچھا نہیں الظفر المبین کو غور سے دیکھا بھی تھا یا ایسے ہی جواب لکھنے کو تیار ہو گئے جناب من صاحب ظفر نے اس روایت کو بحوالہ مشکوٰۃ کے لکھا ہے چنانچہ اس حدیث کے نمبر ۲ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرماویں فرماتے ہیں (یہ حدیث مشکوٰۃ میں باب القراءۃ فی الصلوٰۃ کی دوسری فصل میں ہے) اب اگر یہ روایت مشکوٰۃ میں اس طرح نہ ہو تو اعتراض آپکا صحیح ہے حالانکہ یہ روایت مشکوٰۃ میں موجود ہے چنانچہ مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع بمبئی کے صفحہ ۷۶ میں یہ روایت ہے اب آپ اعتراض صاحب مشکوٰۃ پر کریں نہ صاحب ظفر پر جب آپ صاحب مشکوٰۃ پر اعتراض کرینگے تو جواب دندان شکن دیا جاویگا بالفعل آپکا مغالطہ اور افترا تو ظاہر ہوا کہ آپ بغیر دیکھے بھالے جو چاہتے ہیں لکھدیتے ہیں اور جو جواب آپ نے سابقاً دیا ہے وہ مثل آپکی مردود ہے ہو چکا ہے **قال صاحب الظفر** تیرہویں حدیث عن بلال انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبقنی بآمین رواہ ابوداؤد روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ سے یہ کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ سبقت کرو مجھ سے ساتھ آمین کہنے کے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے **قال المعترض** اس حدیث سے تو فقط یہ امر ثابت ہوا کہ مقتدی و امام دونوں کے آمین ساتھ واقع ہونا چاہئے اور جس وقت امام آمین کہے اسی وقت مقتدی کو بھی کہنا چاہئے اور یہ امر کچھ جہر پر موقوف نہیں آمین خواہ جہر سے ہو یا آہستہ دونوں تقدیر پر مستحب ہے کہ مقتدی و امام دونوں ایک ہی وقت آمین کہیں **اقول** آپ اگر اس حدیث سے بھی آمین بالجہر

نہ سمجھین تو آپ کے بے سمجھے کا قصور ہے خفاش اگر آفتاب کو نہ دیکھے تو آفتاب کا
کیا قصور خفاش کا ہی قصور ہے اجی حضرت کچھ غور فرمائیے کہ جب امام نے آمین
آہستہ کہا تو مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے مجھسے پہلے آمین کہا یعنی مجھپر آمین
کہنے مین سبقت لے گیا یہ امر جب ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ امام زور سے کہے کہ
مقتدی لوگ سن لیوین ورنہ حالت خفا مین کبھی امام آمین کہنے مین سبقت لیجاویگا
کبھی مقتدی سبقت لیجاویگا کبھی دونون کے معیت ہوگی غرض حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا زور سے آمین کہنا اس حدیث سے ثابت ہوا کیونکہ اگر آپ بلند آواز
سے آمین نہ کہتے تو کیسے بلال کو معلوم ہوتا کہ آپ مجھسے آمین کہنے مین سبقت
لے گئے ہین اب صاحب ظفر کا اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کرنا صحیح ہوا
قال صاحب الظفر چودہوین حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ مَا
حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّامِينِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ فِي بَابِ الْجَهْرِ بِآمِينَ
روایت ہے حضرت عائشہؓ سے اسنے نقل کیا ہے نبے صلے اللہ علیہ وسلم
سے کہ فرمایا نہین حسد کرتے تمسے یہود اوپر کسی چیز کے جسقدر حسد کرتے ہین
تمسے سلام کرنے مین اور آمین کہنے مین روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے
بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے **قال المعترض** ترجمہ آپ نے ماحسدتکم کا کہ صیغہ
ماضی کا ہے غلط کیا ایک طفل مکتب بھی جانتا ہے کہ ماحسدتکم الیہود کے معنے نہین
حسد کیا یہود نے تمہارا اور کسی چیز کے نہ وہ جو آپ نے لکھا **اقول** ناصحا
دل مین ہی اتنا تو سمجھا آپنے کہ ہم + لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان
ہونگے جنابمن ترجمہ صاحب ظفر کا بہت ٹھیک ہے کیا آپنے کتب صرف مین
نہین پڑہا کہ ابتدا مین ماضی کے معنے مضارع کے لئے جاتے ہین ایک طفل مکتب

بہی اس امر کو بخوبی جانتا ہے آپ اگر شیخ سند وہو کر نہ جانین تو واسطے آپکے حال پر
کیا آپ نے میزان الصرف ومنشعب کے حاشیہ پر ان اشعارون کو نہین دیکہا
آمد و ماضی بمعنی مضارع چند جا * عطف ماضی بر مضارع در مقام ابتدا * بعد
موصول و ندا و لفظ حیث و کلما * در جزا و شرط و عطف ہر دو باشد ور دعا * ان
شعرون کا مطلب کسی منشعب خوان سے معلوم کرلیوین اور بعد معلوم کرنے مطلب
کے غور کرین کہ آپکے غلطی ہے یا صاحب ظفر کی اور ماضی کا ترجمہ کرنے سے مطلب
بہی عمدہ نہین نکلتا کیونکہ ماضی کے ترجمہ کا یہ حاصل ہوا کہ یہود نے پہلے آمین اور
سلام پر حسد کیا تہا جسکا مفہوم یہ نکلیگا کہ اب نہین کرتے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے
بلکہ یہود ہمیشہ آمین اور سلام پر حسد کرتے ہین **فایدہ عجیبہ** اس حدیث سے یہ امر بہی
معلوم ہوا کہ جو آمین سے چڑتا ہے وہ بہائی یہود کا ہے تو اب ہمارے حنفی بہائیونکو
چاہیئے کہ آمین سے نہ چڑا کرین **قولہ** اور اس حدیث مین تو کہین پکار کر آمین
کہنے کا ذکر بہی نہین بلکہ خاص نماز مین آمین کہنے کا آہستہ ہو خواہ پکار کر ذکر
بہی نہین صرف اسیقدر اس روایت سے ثابت ہے کہ یہود اہل اسلام کا حسد
کرتے ہین آمین کہنے پر اور سلام کرنے پر اس وجہ سے کہ وہ اس فضیلت سے
محروم ہین الخ **اقول** اس حدیث سے پکار کر آمین کہنا بخوبی نکلتا ہے کیونکہ
یہود کے حسد کے باعث دو چیزین تہے ایک آمین دوسرا اسلام جیسے سلام کی آواز
کو سنکر جلتے تہے ایسے ہی آمین کے آواز کو سنکر جلتے تہے اگر سلام اور آمین
کے آواز وہ نہ سنتے تو انکے جلنے کا کیا موقعہ تہا کیونکر کوئی کیا جانتے کہ آہستہ کیا
کہتے ہین آیا آمین کہتے ہین یا کوئی اور دعا پڑہتے ہین یا کسی کو برا کہتے ہین
چونکہ مسلمان زور سے آمین کہتے تہے یہود لوگ سنکر جلتے تہے نظیر اسکی سنئے
کہ اگر اہلحدیث آمین آہستہ کہتے ہین تو حنفی ہرگز نہین جلتے حنفیون کا جلنا تو بہی ہوتا ہے

جب آمین کی آواز انکے کان مین جاتی ہے اسی کا نام جہر ہے کہ جب ہمارے آمین کو دوسرون نے سنا تو جہر ثابت ہوا وہو المطلوب باقی یہ رہا کہ یہ آمین کس موقع مین کہی جاتی تہے ظاہر ہے کہ نماز مین بعد ولا الضالین کے یہ آمین کہی جاتی تہی جیسا کہ حدیث بیہقی مین اس امر کی تصریح موجود ہے اور وہ حدیث سولہوین ہے ورنہ ایسے آمین کہنے کا کیا موقع ہے نہ صحابہ سے ثابت ہے کہ اونہون نے سوائے ولا الضالین یا عقب دعا کے آمین کو کسی دوسرے محل مین کہا ہو ومن یدعی ذلک فعلیہ باثبات ھذا الامر جب اس حدیث سے آمین کا زور سے کہنا نماز مین ثابت ہو تو ناصاحب ظفر کا اس حدیث کو معرض الزام مین صحیح ٹہیرا معترض کا اوسپر اعتراض جانا تقلید ہو وہو تی **قال** صاحب الظفر پندرہوین حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیہود علے شیء ما حسدتکم علی آمین فاکثروا من قول آمین رواہ ابن ماجۃ فی باب الجہر بامین روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین حسد کیا تمپر یہود نے کسی چیز مین جیسا کہ حسد کیا تمپر آمین کہنے مین پس زیادہ تر کرو کہنے مین آمین کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے **قال المعترض** آپکو یہی نہین معلوم ہوا کہ اس حدیث مین کوئی لفظ ایسی نہین جس سے پکار کر کہنا آمین کا ثابت ہو ہر لڑکا یہی سمجہتا ہے کہ اس حدیث مین صرف فضیلت کثرت سے آمین کہنے کے ثابت ہوتی **اقول** جواب اسکا وہی ہے جو سابقاً حضرت عائشہ کی حدیث کے جواب مین گذرا **قال صاحب الظفر** سولہوین حدیث بیہقی نے مرفوع روایت کی ہے کہ حسد کیا ہو ہمنے اوپر قبلہ کے وہ قبلہ کہ ہدایت کئے گئے ہم طرف اوسکی اور گمراہ

کھٹ گئے یہود قبلہ سے اور حسد کرتے ہین یہود اوپر جماعت کے اور حسد کرتے ہین اوپر آمین کہنے ہمارے کے پیچھے امام کے الخ **قال المعترض** اس سے بہی صرف آمین کہنے کی فضیلت نماز مین اور حسد کرنا یہود کا اس عبادت پر ثابت ہوا نہ پکار کے آمین کہنا الخ **اقول** ابہی کم سن ہین وہ نہین واقف وہ نماز کیا چیز ہے ادا کیا ہے ۔ اجی حضرت اگر یہود آمین کے آواز کو نہ سنتے تھے تو کیسے جلتے تہے تم ہے تو جب ہی جلتے ہو کہ یہ آواز مبارک اپنے کانون سے سنتے ہو اگر آمین بجہر کہی نہ جاوے تو پہر تم کاہی کو جلو مفصل جواب اسکا اوپر گذر اہے آتحدیث سے یہ بہی معلوم ہوا کہ صحابہ آمین نماز مین ہی کہتے تہے جس سے یہود جلتے تہے نہ کسی اَور موقع مین یہ روایت ان روایتون کے جن مین نماز کا ذکر نہین مبین بقاعدہ اصول کے ہوجاویگی اس روایت سے معترض کی جہالت ہر خاص و عام پر واضح ہوگئی کہ اس حدیث مین صاف نماز کا ذکر آگیا ہے معترض حضرت عائشہ کی حدیث و ابن عباس کی حدیث کے جواب مین اس حدیث سے آنکہ بند کرکے غافل ہوگئے واہ دیانت اسی کا نام ہے انتہے **قال صاحب الظفر**

سترہوین حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بَابُ جَهْرِ الْمَاْمُوْمِ بِالتَّاْمِیْنِ روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا صلعم نے فرمایا جب کہے امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ پس کہو تم آمین پس تحقیق شان یہ ہے کہ جسکے قول نے موافقت کیا قول سے فرشتون کے بخشے جاتے ہین واسطے اوسکے وہ جو اگلے ہین گناہ اوسکے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے

یہ باب پکار کر کہنے مقتدی کے آمین کو قال المعترض حدیث تو یہ بہت صحیح ہے مگر اسکو جہر آمین کے دلیل بنانا اور اس سے آہستہ کہنے والون پر الزام ویناحمض غلط ہے کیا آپ کو نہین معلوم کیون نہ معلوم ہوگا یہ تو میزان منشعب پڑہنے والے بھی جانتے ہین کہ قال کے معنے فارسی مین گفت اور اُردو مین کہا اور قول کے معنے فارسے مین گفتار اور اردو مین بات اور قولوا کے معنے فارسی مین بگوئید اور اردو مین کہو تم ہے نہ اسکے معنے آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے کہنا ہرا **اقول** جھوٹ سچ باتون سے باز آؤ خدا کے واسطے پیچ رہو بس موننہ نہ کھلواؤ خدا کے واسطے یہ کیا حضرت آپ کو یہ بھی نہین معلوم کہ قول کا لفظ جو بصیغہ خطاب کے واقع ہوتا ہے تو مراد اس سے جہر لیا جاتا ہے حافظ ابن حجر فتح الباری مین فرماتے ہین اَلْقَوْلُ اِذَا وَقَعَ بِهِ الْخِطَابُ مُطْلَقًا حُمِلَ عَلَى الْجَهْرِ وَمَتٰى اُرِيْدَ بِهِ الْاِسْرَارُ وَحَدِيْثُ النَّفْسِ قُيِّدَ بِذٰلِكَ **ترجمہ** قول سے جب خطاب مطلق واقع ہوتا ہے تو حمل کیا جاتا ہے جہر پر اور جب ارادہ کیا جاتا ہے اسے قول سے آہستہ کہنے کا اور جی کی بات مقید کیا جاتا ہے ساتھ اسکے احمد قسطلانی اس حدیث کے شرح مین فرماتے ہین فِى الْحَدِيْثِ الْاَمْرُ بِقَوْلِ اٰمِيْنَ وَالْقَوْلُ اِذَا وَقَعَ بِهِ الْخِطَابُ مُطْلَقًا حُمِلَ عَلَى الْجَهْرِ وَمَتٰى اُرِيْدَ بِهِ الْاِسْرَارُ وَحَدِيْثُ النَّفْسِ قُيِّدَ بِذٰلِكَ **ترجمہ** اس حدیث مین حکم ہے ساتھ قول آمین کے اور لفظ قول کے ساتھ جب خطاب مطلق واقع ہوتا ہے تو پکار کر کہنا مراد لیا جاتا ہے اور جب ارادہ آہستہ کہنے کا یا جی کی بات کا ہوتا ہے تو لفظ قول کے ساتھ یہ قید بھی لگا دی جاتی ہے انتہے عبارت فتح الباری و قسطلانی سے معلوم ہوا کہ لفظ قول کا جب

صیغہ خطاب سے مطلق واقع ہوتا ہے تو مراد اس سے پکار کر کہنا لیا جاتا ہے آہستہ کہنا اب بموجب تحقیق ان نقاد و ائمہ تحقیق کے صاحب ظفر کا اس حدیث کو معرض استدلال میں لانا ٹھیک ہوا نیز موید صاحب ظفر کے یہ امر بھی ہے کہ امام بخاری بھی اس حدیث کو باب جہر میں لائی ہیں اونہون نے بھی اس حدیث سے جہر ہی سمجہا ہے اور شراح بھی اسی کے تصریح فرماتے ہین اب اگر آپ کے سمجہ مین نہ آوے تو دوسرون کا کیا قصور اس تحقیق مذکورہ بالا سے قول معترض کا (کہ نہ اسکے معنے آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے) رد ہوا کیونکہ اس سے پکار کے کہنا بموجب تحقیق اہل لغت و شراح کے نکلتا ہے **قولہ** الخ اگر قَالَ یَقُوْلُ قُوْلُوْا اور مثل اسکے اور صیغے جو لفظ قول سے مشتق ہین پکار کر کہنے پر دلالت کرین تو صدہا آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے معنے فاسد ہو جاوینگے ہر شخص سمجہ جاتا ہے کہ معنے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے یہ ہین کہ کہہ تو اللہ یکتا و تنہا ہے کوئی اسکا شریک نہین نہ یہ کہ پکار کے کہو اور معنی قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کے یہ ہین کہ کہہ تو اے حبیب ہمارے کہ اے کافرو نہین بندگی کرتے ہم اس چیز کی جسکی تم بندگی کرتے ہو یعنے بت وغیرہ نہ یہ کہ پکار کے کہو ظاہر ہے کہ یہ مضمون اگر لکھ کے کفار کو دیا جاوے تب بھی کافی ہو جاویگا الخ **اقول** جس جگہ مین قرآن و حدیث مین لفظ قول کا بصیغہ خطاب کے بغیر کسی قید کے واقع ہے تو بیشک معنے اسکے پکار کر کہنے کے ہین ہان اگر کوئی وہان قرینہ صارفہ معنے جہر سے پایا جاویگا تو البتہ اسوقت معنے جہر کے بوجہ اس قرینہ کے مراد نہ لئے جاوینگے مثال اسکے یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ یہانپر مقتضی صیغہ قولوا کا تو جہر ہی ہے کہ التحیات کو پکار کر کہو مگر قرینہ صارفہ یہانپر ایسا ہے کہ جسکے باعث سے التحیات کو آہستہ پڑہا جاتا ہے اور وہ قرینہ صارفہ حدیث

رسول اللہ صلعم کے جو ترمذی کے صفحہ (۳۴) مین ہے باب ماجاء انّہ یُخفِی التشہد حدثنا ابو سعید الاشج نا یونس بن بکیر محمد بن اسحاق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود قال من السنۃ ان یخفی التشہد قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن غریب والعمل علیہ عند اھل العلم ترجمہ روایت ہے ابن مسعود سے کہا انہون نے سنت سے ہے پوشیدہ کرنا تشہد کا کہا ابو عیسیٰ نے حدیث ابن مسعود کی حسن غریب ہے اور عمل اسپر ہے نزدیک اہل علم کے انتہے بعد اس تمہید کے اب جواب ان آیات و احادیث کا سننا چاہئے جسکو معترض صاحب نے اپنے دعوے کی تائید مین نقل کیا ہے۔ اوّل آیت قُل ھُو اللہ احد ہے دوم قُل یا ایہا الکافرون جواب ان دونون کا یہ ہے کہ مراد یہان لفظ قُل سے جہر ہے کیونکہ یہ دونون آیتین جواب مین کفار کے نازل ہوئی ہین پہلی آیت کے شان نزول جلالین مین یون لکھی ہے سُئل النبی صلعم عن ربہ فنزل قل ھو اللہ احد یعنی سوال کئے گئے نبی صلعم رب اپنے سے پس نازل ہوئی قُل ھو اللہ احد عباسی مین ہے ان قریشا قالوا یا محمد صف لنا ربک من ای شیء ھو من ذھب ھو او من فضۃ فانزل اللہ فی بیان صفتہ ونعتہ فقال قل یا محمد لقریش ھو اللہ احد لا شریک لہ یعنی ہر آئینہ قریش نے کہا اونہون نے اے محمد تعریف کر واسطے ہمارے رب اپنے کو کس شے سے وہ ہے آیا سونے سے یا چاندی سے پس اتارا اللہ نے بیان مین اپنی صفت اور نعت کے پس فرمایا کہو اے محمد قریش کو وہ اللہ ایک ہے نہین کوئی اسکا شریک انتہے ایسے ہی شان نزول قُل یا ایہا الکافرون مین تفسیر عباسی مین لکھا ہے ان المستھزئین ھو العاص بن الوائل السہمی والولید بن المغیرۃ

وَاَصْحَابُهُمَا قَالُوا اَسْتَسْلِمُ اِلٰهَتَنَا يَا مُحَمَّدُ حَتّٰى نَعْبُدَ اِلٰهَكَ الَّذِي تَعْبُدُهٗ فَقَالَ اللّٰهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ الْمُسْتَهْزِءُوْنَ بِاللّٰهِ وَبِالْقُرْاٰنِ الخ ترجمہ ہر ا ئہ ہنسی کرنے و اسلے وہ عاص بیٹا وائل سہمی کا اور ولید بیٹا مغیرہ کا اور ساتھی ان دونون کے تہے کہا اونہون نے فرمانبردار ہو معبود ہمارے کا اے محمد یہانتک کہ پرستش کرین ہم معبود تیرے کو وہ معبود جس کی تون عبادت کرتا ہے پس فرمایا اللہ نے کہو اسے محمد ان ہنسی کرنے والون کو اے کفار ہنسی کرنے والو ساتھ اللہ اور قرآن کے آخر تک فقط ایساہی اور تفسیرون مین ہے اب ان دونون کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ یہ آیتین جواب مین کفار کے نازل ہوئی ہین جب تک کفار کو پکار کر نہ سنا دین گے کفار کو کیسے جواب اپنے سوال کا معلوم ہوگا باقی رہا لکہہ کر دینا سو اسکے لئے لفظ ہے علیحدہ وضع کیا گیا ہے اور اسکا مادہ ہی علیحدہ ہے یہان گفتگو قول سے ہورہی ہے نہ کتابت سے کتابت کا ذکر بیچ مین لانا معترض کی بیوقوفی ہے نیز حضرت کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تم کفار سے کہدو ظاہر ہے کہ حضرت ہمیشہ کفار سے مقابلہ زبانی کرتے تھے نہ لکہہ پڑہکر جب ان دونون کا جواب معلوم ہوا تو اور آیتون کو بہی اسپر قیاس کرنا چاہیئے اور باقی رہی احادیث جیسے دعائین سونے کے یا بیدار ہونے کے یا پائخانہ جانے کے سو ہم کہتے ہین کہ مراد ان سے بھی جہر ہی ہے اسلئے آپ نے ان کو یون تعلیم فرمایا کہ اور لوگ بہی ان سے ان دعاؤن کو سنکر یاد کرلیوین ایسے ہی تَحُوْدُ اِنْ تَبَارَكَ الْحَمْدُ سے مراد جہر ہی ہے اور التحیات کا جواب گذرا جو شخص نظر انصاف سے قرآن وحدیث مین نظر کریگا وہ معترض کے دہوکہ کو بخوبی سمجہ جاویگا اگر کچہ شبہہ ہی ہوگا تو انشاء اللہ اس تحریر سے وہ شبہ اسکا جاتا رہے گا اور معاند کا تو کچہ علاج ہی نہین ہوسکتا فقط

قولہ اور ایسے ہی اٹھارہوین حدیث جو صفحہ ۱۷ مین مذکور ہے اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ
اٰمِیْنَ وَ قَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ فِی السَّمَاءِ اٰمِیْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی
غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ یعنی جسوقت کہتا ہے ایک تم مین سے آمین
اور کہتی ہین فرشتے آسمان مین آمین پس موافق ہوتا ہے ایک ہلکا دوسرے کے
بخشے جاتے ہین اسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے
پکارکے کہنے کا کہین اس مین نشان نہین **اقول** جواب اسکا ہے مفصلاً
گذر چکا کہ بیشک لفظ قولوا سے پکار کر کہنا ثابت ہوتا ہے یہان حاجت تکرار کی
نہین **قولہ** اور ایسے ہی انیسوین حدیث جو صفحہ ۱۸ مین ہے بلفظہ اِذَا قَالَ
الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ مذکور ہے اور حدیث بیسوین جو صفحہ ۱۸
مین ہے بلفظہٖ اِذَا اَمَّنَ الْقَارِیُٔ فَاَمِّنُوْا یعنی جبوقت آمین کہنے پڑہنے والا
پس کہو تم آمین اور حدیث اکیسوین جو اسی صفحہ مین بلفظہ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ
فَاَمِّنُوْا مذکور ہے اور ان تینون احادیث مین صرف آمین کہنے کا حکم ہے
پکارکے کہنے کا کہین ذکر نہین **اقول** انیسوین حدیث سے ہی بیشک پکارکر
کہنا نکلتا ہے بیان اس کا سترھوین حدیث کے تحت مین گذرا اور بیسوین اور
اکیسوین حدیث سے بہی پکارکر کہنا آمین کا نکلتا ہے کیونکہ اسجگہ یہ حکم ہوتا ہے
کہ جب امام آمین کہے تو اسکے بعد تم بہی آمین کہو جیسا کہ فاء ترتیب کے اسپر دلالت
کرتی ہے جب امام آہستہ آمین کہے گا تو کیسے ہم معلوم کرینگے کہ امام اب آمین کہتا
ہے ہم بہی آمین کہین تقریر اسکی مفصل سابقاً گذر چکی فَتَذَکَّرُوْا وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ
الْغَافِلِیْنَ فقط غرض ان اکیس احادیث سے آمین کا پکار کے کہنا ثابت ہوا او
لانا صاحب ظفر کا ان احادیث کو معرض استدلال مین اپنے موقعہ پر رہا۔ تما
توضیحیہ بحمد اللہ **قال صاحب الظفر** نماز مین آمین پکار کر کہنے کے آ

اکیس حدیثین کہ جن کا امام اعظم نے خلاف کیا ہے وہ تو گذر چکی ہین لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب مین دلیل امام اعظم کی ان کے مقلد جو حدیثین کہ پیش کیا کرتی ہین وہ یہ ہین **قال المعترض** دعوی زبانی آپ کا کہ امام ابوحنیفہ نے اکیس حدیثون کی مخالفت کی کون سنیگا جو آپ کے تحریرات سابقہ کو دیکھے گا وہ اس قول کو مہمل کہیگا جو آپنے حدیثین بیان کین اُن مین سے بعض تو نفس آمین کہنے کے ہین پکار کے کہنے سے انسے کچھ علاقہ نہین اور بعضون کے سند ضعیف ہے انسے الزام ممکن نہین اور بعض جو صحیح و قوی ہین اُن سے بھی الزام مقصود نہین جب تک کہ ہمیشہ پکار کے کہنا یا اکثر اسطرح کہنا ان سے ثابت ہو الخ

اقول دعوی صاحب ظفر کا زبانی ہی نہین دعوی تو انکا بہت ٹھیک ہے یہ کہئے کہ آپکی سمجھ کا ہی قصور ہے جو ہماری تحریر سابق کو نظر غور سے ملاحظہ کریگا تو اس امر کا حال اسپر کھل جاویگا کہ ان اکیس حدیثون کا بیشک امام نے خلاف کیا ہے گو وہ خلاف دیدہ و دانستہ نہو بلکہ اس خلاف کے کوئی اَور وجہ ہو جیسے نہ پہنچنا حدیث کا اَور یہ امر بھی اُسپر روشن ہوگا کہ کُل حدیثین آمین بالجہر پر دلالت کرتی ہین اور جنکی سند ضعیف ہے وہ ضعف ایسا نہین کہ ہمارے مقصود کے کچھ منافی ہو بلکہ وہ ضعف اور طرق سے منجر ہو سکتا ہے كَمَا مَرَّ مِنَّا سَابِقًا اَور یہ امر بھی واضح ہوا کہ ثبوت دوام و اکثریت کا خلاف ہونے کے لئے کچھ شرط نہین ہے فقط

قال صاحب الظفر پہلی حدیث رَوِي شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صلعم قَرَاَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ روایت کیا شعبہ نے سلمہ ابن کہیل سے اسنے حجر باپ عنبس کے سے اسنے علقمہ بیٹے وائل کے سے اسنے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ پس کہا آمین اور
پست کیا ساتھ اسکے آواز اپنے کو روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے
جواب اسکا دو طرح پر ہے اوّل یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہرگز لائق حجت پکڑنیکے
نہین کیونکہ ترمذی جو کہ مخرج اس حدیث کا ہے کہا اُسنے کہ سنا مین نے محمد یعنی
بخاری سے کہ کہتے تھے حدیث سفیان کی یعنی جس حدیث مین مدبہا صوتہ یعنی
دراز کیا حضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو آیا ہے وہ حدیث
بہت صحیح ہے شعبہ کے حدیث سے اس باب مین اور خطا کی شعبہ نے اس
حدیث مین کئی جگہ مین پہلی خطا شعبہ راوی کے اس حدیث مین یہ ہے کہا شعبہ
نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اسکی خطا ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت
کیا جاتا ہے ابا سکن **قال المعترض** قول بخاری کا قابل اعتبار نہین اور شعبہ
کیطرف نسبت خطا کی صحیح نہین اس وجہ سے کہ کتاب الثقات مین ابن حبان
نے لکھا ہے حُجۡرُ بۡنُ عَنۡبَسٍ اَبُو السَّکَنِ الۡکُوۡفِیُّ وَھُوَ الَّذِیۡ یُقَالُ لَہٗ حُجۡرُ
اَبُو الۡعَنۡبَسِ یَرۡوِیۡ عَنۡ عَلِیٍّ وَوَائِلِ بۡنِ حُجۡرٍ رَوٰی عَنۡہُ سَلَمَۃُ بۡنُ
کُہَیۡلٍ انتہی یعنی حجر بیٹے عنبس کے کنیت انکی ابو السکن ہے اہل کوفہ
مین سے ہین اور انہین کو حجر ابو العنبس بہی کہتے ہین روایت کرتے ہین حدیث
کو علی مرتضیٰ اور وائل بن حجر سے اور انسے روایت کی سلمہ بن کہیل نے
اس سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ کنیت حجر کی ابو السکن ہے ویسا ہی ابو العنبس بہی
اسکی کنیت ہے پس اگر شعبہ نے اسکو ابو العنبس کہا تو کیا گناہ کیا **الخ اقول**
جواب اسکا دو وجہ سے ہے **وجہ اول** موقوف ہے ایک مقدمہ پر وہ یہ
ہے) مقدمہ (فن جرح و تعدیل مین قول زیادہ معتبر اس شخص کا ہوگا جسکو اس فن
مین مہارت زائد حاصل ہوگی اور دقائق نکات علل کو خوب پہچانتا ہوگا مثلاً

اگر دو ائمہ فن اس فن مین کوئی بات فرما دینگے تو ان دونون ائمہ سے اس شخص کے قول کو ترجیح ہوگی جو ان دونون سے افضل ہوگا جسنے مقدمہ صحیح مسلم کا دیکھا ہوگا اسپر یہ امر پوشیدہ نہین رہیگا محی الدین نووی فرماتے ہین قَالَ مُسْلِمٌ رَحْمَهُ اللهُ تعالےٰ وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صلعم أَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ هٰذَا الَّذِي قَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُهُ فِي فَصْلِ التَّعْلِيقِ مِنَ الْفُصُولِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَاضِحًا وَمِنْ فَوَائِدِهٖ تَفَاضُلُ النَّاسِ فِي الْحُقُوقِ عَلٰى حَسَبِ مَنَازِلِهِمْ وَمَرَاتِبِهِمْ

ترجمہ فرمایا مسلم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے تحقیق ذکر کیا گیا ہے عائیشہ سے ہرا ئنہ کہا عائیشہ نے امر کیا ہمکو رسول اللہ صلعم نے یہ کہ اتارین ہم لوگون کو مرتبہ انکے پر یہ وہ شے ہے کہ تحقیق پہلے ہوچکا بیان اسکا فصل تعلیق مین فصلون پہلے سے بطور واضح کے فوائد اسکے سے فرق کرنا لوگون کا حقوق مین موافق مراتب انکے کے اور مراتب انکے کے انتہےٰ یہی وجہ ہے کہ جامع بخاری مقدم کی گئی ہے مسلم پر کیونکہ امام بخاری کو بہ نسبت مسلم کے فضل ہے امام نووی مقدمہ مین فرماتے ہین وَكِتَابُ الْبُخَارِيِّ أَصَحُّهُمَا صَحِيحًا وَأَكْثَرُهُمَا فَوَائِدَ وَمَعَارِفَ ظَاهِرَةً وَغَامِضَةً وَقَدْ صَحَّ أَنَّ مُسْلِمًا كَانَ مِمَّنْ يَسْتَفِيدُ مِنَ الْبُخَارِيِّ **ترجمہ** اور کتاب بخاری زیادہ صحیح ان دونون کے ہے از رو صحت کے اور زاید ہے ان دونون سے از رو فوایدکے اور معارف ظاہرہ اور پوشیدہ کے اور تحقیق صحیح ہوا یہ کہ تحقیق مسلم تہا ان لوگون سے جو فایدہ اوٹھایا تہا بخاری سے۔ چند سطرون کے بعد ہے وَمِنْ أَخَصِّ مَا يُرَجَّحُ بِهٖ اتِّفَاقُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى أَنَّ الْبُخَارِيَّ أَجَلُّ مِنْ مُسْلِمٍ وَأَعْلَمُ بِصِنَاعَةِ الْحَدِيثِ مِنْهُ

ترجمہ اور مختصر اس چیز سے کہ ترجیح دی جاتی ہے ساتھ اسکے اتفاق علماء کا ہے اسپر کہ تحقیق بخاری بہت بڑے تھے) یعنی علم مین مسلم سے اور زیادہ جاننے والے تھے صناعۃ حدیث کو اس سے مفصل بیان اسکا مقدمہ ابن صلاح وشراح الفیہ مین ہے بعد ممہد ہونے اس مقدمہ کے کہا جاتا ہے کہ ایک جماعت اجلہ محدثین جیسے امام بخاری وابوزرعۃ وابن قطان وترمذی وغیرہ نے حجر بن العنبس کے کنیت کو ابا السکن ٹھیرایا ہے اور ابو العنبس کو غلطی شعبہ کے قرار دیا ہے حالانکہ امام بخاری وابو زرعۃ وابن قطان وترمذی وغیرہ کبھی درجہ صناعۃ حدیث وعلل مین زیادہ مین ابن حبان سے تو بحکم مقدمہ سابقہ کے قول انہین سب کا معتبر ہوگا نہ قول ابن حبان کا نیز غلطی شعبہ پر ایک جماعت محدثین نے اتفاق کیا ہے پھر تنہا ابن حبان کے انکے مقابلہ مین کون سنتا ہے باقی رہا ثبوت اس امر کا کہ آیا امام بخاری وابو زرعۃ وغیرہ نے حجر بن العنبس کی کنیت کو ابا السکن ٹھیرایا ہے نہ ابو العنبس لکھا جاتا ہے ترمذی اپنے جامع مین فرماتے ہین قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ حَدِيْثُ سُفْيَانَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا وَاَخْطَاَ شُعْبَةُ فِيْ مَوَاضِعَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ وَاِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ الْعَنْبَسِ وَيُكْنٰى اَبَا السَّكَنِ وَزَادَ فِيْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَلَيْسَ فِيْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ وَاِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَقَالَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ وَاِنَّمَا هُوَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى سَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ حَدِيْثُ سُفْيَانَ فِيْ هٰذَا اَصَحُّ ترجمہ کہا ابو عیسیٰ ترمذی نے سنا مین نے محمد یعنے امام بخاری سے فرماتے تھے حدیث سفیان کی زیادہ صحیح ہے حدیث شعبہ سے اسمین اور خطا کی شعبہ نے کئی جگہ مین اس حدیث مین پس کہا حجر ابو العنبس اور

سوا اسکے نہین کہ حجر بن عنبس ہے اور کنیت کیا جاتا ہے ابا سکن اور زیادہ کیا اسمین)
عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ (حالانکہ نہین ہے اسمین علقمہ سے اور سوا اسکے نہین وہ
حجر بن عنبس ہین روایت کرتے ہین وائل بن حجر سے اور کہا پست کیا ساتھ
اسکے آواز اپنے کو اور سوا اسکے نہین کہ دراز کیا ساتھ اسکے آواز اپنے کو
کہا ابو عیسیٰ نے پوچھا مین نے ابو زرعۃ سے اس حدیث سے پس فرمایا حدیث
سفیان کی اس مین زیادہ صحیح ہے حافظ ابن حجر تلخیص مین بعد نقل کرنے عبارت
ترمذی کے فرماتے ہین وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ يُقَالُ وَهِمَ فِيْهِ شُعْبَةُ وَقَدْ
تَابَعَ سُفْيَانَ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ اخْتَلَفَ
شُعْبَةُ وَسُفْيَانَ فِيْهِ فَقَالَ شُعْبَةُ خَفَضَ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ رَفَعَ وَقَالَ شُعْبَةُ
حُجْرٌ أَبُو الْعَنْبَسِ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ وَصَوَّبَ الْبُخَارِيُّ وَأَبُوْ زُرْعَةَ قَوْلَ
الثَّوْرِيِّ ترجمہ کہا دارقطنی نے کہا جاتا ہے وہم کیا اس مین شعبہ نے اور
تحقیق تابع ہوا سفیان کے محمد بن سلمۃ بن کہیل باپ اپنے سے اور کہا ابن قطان نے
اختلاف کیا شعبہ اور سفیان نے اسمین پس کہا شعبہ نے پست کیا اور کہا ثوری
نے بلند کیا اور کہا شعبہ نے حجر باپ عنبس کا اور کہا ثوری نے حجر بیٹا عنبس کا اور
صواب کہا بخاری اور ابو زرعۃ نے قول ثوری کو عبارت ترمذی و تلخیص سے معلوم
ہوا کہ امام بخاری و ابو زرعۃ و ابن قطان و ترمذی و دارقطنی کے نزدیک حجر بن
عنبس کے کنیت ابا السکن ہے اور ابو العنبس کنیت اسکے نہین بلکہ غلطی شعبہ کے
ہے تو اب بموجب مقدمہ مذکورہ بالا کے قول انہین حذاق کا اس بارے مین معتبر
رکھا جاوے گا نہ ابن حبان کا کہ امام بخاری و ابو زرعۃ و ترمذی سے بہت ہی کم ہے
فقط باقی رہی عینی سو ان کا بھی دارمدار قول ابن حبان کا ہی ہے ایسے ہے
حافظ ابن حجر نے بھی قول ابن حبان کو نقل کیا ہے اور یہ احتمال نکالا ہے کہ شاید

حجر بن عنبس کے دو کنیتین ہون یہ ان کا احتمال ہے بغیر دلیل کے ایسے احتمالون کو شنوائے کسب ہوسکتی ہے **وجہ دوم** اگر فرض کرین کہ حجر بن العنبس کے دونون کنیتین ہین ابا سکن بھی اور ابو العنبس بھی تو بھی ہمارے کچھ مضر نہین کیونکہ اصل نزاع خفض اور رفع مین ہے اور خود حضرت معترض نے خفض کا غلط ہونا تسلیم کرلیا ہے جب خفض کا غلط ہونا ثابت ہوا تو استدلال احدیث سے حنفیون کا غلط ٹہیرایا اور یہی مقصود صاحب ظفر کا ہے **قال صاحب الظفر** دوسری خطا شعبہ کے احدیث مین یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا اس حدیث مین علقمہ بن وائل سے اور وہ بیچ اسناد احدیث کے نہین **قال المعترض** یہی قول بخاری غیر معتبر ہے اسوجہ سے کہ شعبہ ثقہ ہے اور اصول حدیث مین مقرر ہے کہ زیادتے ثقات کے مقبول ہے پس اگرچہ اور تلامذہ سلمہ بن کہیل ہین لیکن شعبہ کے روایت مین اگر زیادتی واسطے علقمہ کے ہوئی تو کچھ منافات نہین ہوتی **اقول** اس قول بخاری کا غیر معتبر کہنا جہالت معترض کی ہے شعبہ اگرچہ ثقہ ہے مگر بشتر شعبہ سے غلطی واقع ہوئی ہے چنانچہ اس امر کا خود آپ نے بھی اقرار کیا ہے آور اسکا ثبوت کامل طور پر انشاء اللہ تعالےٰ آتا ہے باقی رہا یہ امر کہ زیادتی ثقہ مقبول ہے مطلق زیادتی ثقہ کو مقبول کہنا آپکے عدم واقفیت علم اصول حدیث کی دلیل کافی و برہان شافی ہے اور نہین شرح نخبہ کا ہے مطالعہ کیا ہوتا حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین فرماتے ہین وَاشْتَهَرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقَبُولِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ وَلَا يَتَأَتَّى ذَالِكَ عَلَى طَرِيقِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يَشْتَرِطُونَ فِي الصَّحِيحِ أَنْ لَا يَكُونَ شَاذًّا ثُمَّ يُفَسِّرُونَ الشُّذُوذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ مَنْ هُوَ أَوْثَقُ مِنْهُ وَالْعَجَبُ مِمَّنْ غَفَلَ عَنْ ذَالِكَ مِنْهُمْ مَعَ اعْتِرَافِهِ بِاشْتِرَاطِ انْتِفَاءِ الشُّذُوذِ فِي حَدِيثِ الصَّحِيحِ وَكَذَالِكَ الْحَسَنِ وَالْمَنْقُولُ عَنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ الْمُتَقَدِّمِينَ كَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ

بن مَهدِی بیٹے وَیحییٰ القطان وَاحمد بن حنبل وَیحییٰ بن معین وَعلی بن المدینی وَالبخاری تی وَابی زرعۃ الرازی وَابی حاتم وَالنسائی وَالدارقطنی وَغیرھم اعتبار الترجیح فیما یتعلق بالزیادۃ وغیرھا ولا یعرف عن احد منھم اطلاق قبول الزیادۃ انتھی **ترجمہ** مشہور ہوا ہے ایک جماعت علماء سے قول قبول کرنے زیادتی کا مطلقاً بغیر تفصیل کے نہین حاصل ہوتی ہے یہ بات محدثین کے طور پر وہ محدثین کہ صحیح مین شرط کرتے ہین کہ شاذ نہو پھر تفسیر کرتے ہین شذوذ کے مخالف ہونے ثقہ سے اپنے سے زیادہ ثقہ کا اور عجیب ہے اس شخص سے کہ غافل ہوا اس سے باوجود اقرار کرنے انتفاء شذوذ کو حدیث صحیح مین اور اسی طرح حسن مین اور منقول آئمہ حدیث متقدمین مثل عبد الرحمن بیٹے مہدی ویحیی القطان واحمد بیٹے حنبل کے ویحیے بیٹے معین وعلی بیٹے مدینے کی اور بخاری اور ابو زرعۃ رازی اور ابو حاتم اور نسائی اور دارقطنی اور سوا انکے سے اعتبار کرنا ترجیح کا ہے زیادتی مین ہو یا غیر زیادتی مین ہو اور نہین جانا جاتا ہی انمین سے اطلاق قبول کرنی زیادت کا فقط آور باقی کتب اصول مین بھی ایسی ہی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مطلق زیادتی راوی کی معتبر نہین ہوتی بلکہ وہ زیادتی معتبر ہوتی ہے جو اپنے سے ارجح کے خلاف نہو بعد اس تمہید کے معلوم کرنا چاہئے کہ شعبہ کے یہ زیادتے مخالف ہے سفیان کے جو اس سے احفظ ہے اور راجح ہی سفیان کا احفظ ہونا تو خود حضرت بھی اسی کتاب مین تسلیم کر چکے ہین اور مؤطا امام محمد کے حاشیہ مین بھی آپ نے اسکا اقرار کیا ہے کہ سفیان احفظ ہے شعبہ سے تعلیق الممجد کے صفحہ ۱۰۳ مین ہے لان السفیان کان احفظ من شعبۃ اسواسطے کہ تحقیق سفیان تھا احفظ شعبہ سے اب آپ ہی انصاف کرین کہ شعبہ کے زیادتے کیسی معتبر ہوگی چہ جائیکہ شعبہ سے اکثر غلطی ہوا کرتی ہے فقط آور آگے جو آپ نے

عبارت تلخیص کے نقل کے ہے اس سے کچھ آپکا مطلب ثابت نہین ہوتا کیونکہ
جو دو روائتین آپ نے تلخیص سے نقل کی ہین انمین بھی شعبہ موجود ہے اور
شعبہ ہے زیادتے کرنے والا ہے اصل روایت وہی شعبہ کے ہے گو اسکو
چند آدمیون نے روایت کیا ہے چند کس کے روایت سے کیا ہوتا ہے **قال
صاحب الظفر** تیسری خطا شعبہ کی اسحدیث مین یہ ہے کہ کہا شعبہ نے پست کیا
آنحضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو اور یہ اسکی خطا ہے اور صحیح یہ ہے
کہ دراز کیا آنحضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنے کو **قال المعترض**
اسکے جواب مین عینی نے شرح ہدایہ مین لکہا ہے تخطئته مثل شعبة خطأ كيف
وهو امير المؤمنين في الحديث انتهى یعنی نسبت خطا کے شعبہ کیطرف
کرنا خطا ہے اور کیونکر صحیح ہو حالانکہ وہ ماہرین علم حدیث اور ثقات رواۃ سے
ہین اور ملقب بامیر المومنین فن حدیث مین ہین پس خطا کرنا ان کا امر مستبعد
ہے لیکن یہ جواب خالی خدشہ سے نہین ہے اسوجہ سے کہ گو شعبہ اجلہ ثقات سے
ہین مگر حفظ مین سفیان سے کم ہین اور اکثر الفاظ روایات مین شک و وہم
کرتے ہین جیسا کہ ناظر صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث پر مخفی نہ رہے گا **اقول**
آپ کی اس حق گوئی پر ہمارا نہایت ہی دل خوش ہوا ہے اور یہ سنت
سنیہ آپکی نہایت ہی پسند آئی ہے یہان تو آپ نے اسقدر پر کفایت کی ہے
مگر موطا امام محمد کے حاشیہ مین لکھ دیا ہے کہ اجماع حفاظ کا ہی کہ شعبہ نے
خفض مین وہم کیا ہے اور اصل نزاع اسی خفض مین ہے کہ آیا یہ لفظ خفض
ہے یا رفع جب خفض کا غلط ہونا مسلم فریقین ہوا تو اسحدیث سے استدلال
آمین خفی پر غلط ٹھہرا اور مقصود صاحب ظفر کا کہ یہ حدیث قابل حجت کے نہین
ٹھیک ہوا۔ للہ الحمد کہ آپکی زبان سے اللہ نے حق ظاہر کر دیا آپ نے فقط حوالہ

مسلم پر کفایت کی ہے مگر میں ناظرین تحقیق کے لئے چند جگہ کا جہاں پر شعبہ نے خطا کی ہے لکھنا مناسب جانتا ہوں مسلم جلد اول کے صفحہ ۲۲۶ میں ہے حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قال ابن مثنی ثنا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ قال سمعت قتادۃ یحدث عن ابی حسان عن عبیدۃ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب شغلونا عن صلوۃ الوسطی حتی اٰبت الشمس ملاء اللہ قبورھم نارا او بیوتھم او بطونھم شک شعبۃ فی البیوت والبطون ترجمہ روایت ہے علی سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن خندق کے مشغول کیا ہے (یعنی کفار نے) ہمکو نماز وسطی سے یہانتک کہ لوٹا آفتاب اپنے مکان میں (یعنی غروب ہوا) بھری اللہ قبروں ان کی کو نار سے اور گھروں کو یا شکموں کو شک کیا شعبہ نے گھروں اور شکموں میں اور صفحہ ۲۴۲ میں ہے حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ومحمد بن بشار کلاھما عن غندر قال ابوبکر نا محمد بن جعفر غندر عن شعبۃ عن یحیی بن یزید الھنائی قال سألت انس بن مالک عن قصر الصلوۃ فقال کان رسول اللہ صلعم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ شعبۃ الشاک صلی رکعتین ترجمہ کہا یزید ہنائی نے پوچھا میں نے انس بیٹے مالک سے قصر نماز سے پس کہا انس نے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نکلتے مسافت تین میل کی یا تین فرسخ کی شعبہ شک کرنیوالا ہے پڑھتے دو رکعت فایدہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو کل نو میل ہوئے اور صفحہ ۲۷۹ میں ہے حدثنا محمد بن مثنی قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ قال سمعت عبدۃ بن ابی لبابۃ یحدث عن زر بن حبیش عن ابی بن کعب قال قال ابی فی لیلۃ القدر واللہ انی لاعلمھا واکثر علمی ھی اللیلۃ التی امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیامھا ھی لیلۃ سبع وعشرین وانما شک شعبۃ فی ھذا الحرف ھی اللیلۃ التی

اَمْ بِهَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ترجمہ فرمایا ابی نے لیلۃ القدر مین
قسم ہے اللہ کے البتہ مین جانتا ہون اسکو اور اکثر علم میرا یہ ہے کہ وہ رات ہے
کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قیام اسکے کے وہ رات
ستائیسوین کی ہے سوا اسکے نہین کہ شک کیا شعبۃ نے اس حرف یعنی اسے
اَللَّیْلَۃُ الَّتِیْ اَمَرَ بِہَا رَسُولُ اللّٰہِ صلعم) مین ترمذی اپنے جامع مین فرماتے ہین
صفحہ مین ہے قَالَ اَبُوْعِیْسٰی حَدِیْثُ عَلِیٍّ رَوَاہُ اَبُوْ اِسْحَاقَ الْھَمْدَانِیُّ عَنْ اَبِیْ
حَیَّۃَ وَعَبْدِ خَیْرٍ وَالْحَارِثِ عَنْ عَلِیٍّ وَقَدْ رَوَاہُ زَائِدَۃُ بْنُ قُدَامَۃَ وَغَیْرُ وَاحِدٍ
عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ خَیْرٍ عَنْ عَلِیٍّ حَدِیْثَ الْوُضُوْءِ بِطُوْلِہٖ وَھٰذَا حَدِیْثٌ
حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرَوٰی شُعْبَۃُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَۃَ فَاَخْطَأَ فِیْ اِسْمِہٖ وَ
اِسْمِ اَبِیْہِ فَقَالَ مَالِکُ بْنُ عُرْفُطَۃَ ترجمہ کہا ابو عیسیٰ نے حدیث علی رضہ کے
روایت کیا اسکو ابو اسحاق ہمدانی نے ابی حیۃ اور عبد خیر اور حارث سے وہ سب
روایت کرتے ہین علی رضہ سے اور تحقیق روایت کیا اسکو زائدہ بیٹے قدامۃ نے
اور بہت سے نے خالد بیٹے علقمۃ سے وہ روایت کرتے ہین عبد خیر سے وہ روایت
کرتے ہین علی رضہ سے حدیث وضو کو ساتھ طول کے اور یہہ حدیث حسن صحیح ہے
اور روایت کیا اس حدیث کو شعبۃ نے خالد بن علقمۃ سے پس خطا کیا نام مین اسکے
اور نام مین اسکے باپ کے پس کہا مالک بن عرفطۃ یعنی خالد کے جگہ مالک کہا اور
علقمۃ کے جگہ عرفطۃ کہا اور صفحہ ۱۰۰ مین ہے قَالَ اَبُوْعِیْسٰی سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ
یَقُوْلُ رَوٰی شُعْبَۃُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّہٖ بْنِ سَعِیْدٍ فَاَخْطَأَ فِیْ مَوَاضِعَ
فَقَالَ عَنْ اَنَسِ بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ وَھُوَ عِمْرَانُ بْنُ اَبِیْ اَنَسٍ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ
الْحَارِثِ وَاِنَّمَا ھُوَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نَافِعِ بْنِ الْعَمْیَاءِ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ الْحَارِثِ وَقَالَ
شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِیِّ صلعم وَاِنَّمَا ھُوَ عَنْ

رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلعم قَالَ
مُحَمَّدٌ وَحَدِيثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ **ترجمہ** کہا ابو عیسیٰ
یعنی ترمذی نے میں محمد بن اسمعیل سے یعنی بخاری سے سنا کہتے تھے
شعبہ نے اس حدیث کو روایت کیا عبدربہ بیٹے سعید سے پس چند جگہ میں خطا کیا
پس کہا انس بیٹے ابی انیس سے اورحالانکہ وہ عمران بیٹا ابی انس کا ہے اور
کہا عبداللہ بیٹے حارث سے اورسوا اسکے نہیں کہ وہ عبداللہ بیٹا نافع بیٹا عمیا کا
روایت کرتا ہے ربیعۃ بیٹے حارث سے اور کہا شعبہ نے عبداللہ بیٹے حارث
سے وہ روایت کرتے ہیں مطلب سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلعم سے اور
سوا اسکے نہیں کہ وہ ربیعۃ بیٹا حارث بیٹا عبدالمطلب کا ہے روایت کرتا ہے
فضل بیٹے عباس سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلعم سے فرمایا محمد نے
اورحدیث لیث بیٹے سعد کے زیادہ صحیح ہے حدیث شعبہ سے اور صفحہ ۱۵۳
میں ہے حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَهُ
وَقَالَ زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ وَهٰذَا أَصَحُّ قَالَ أَبُو عِيسَى وَشُعْبَةُ وَهِمَ فِيهِ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ
أُثَيْلٍ **ترجمہ** حدیث کی ہمکو ابن ابی عمر اور نصر بیٹے علی نے کہا ان دونوں
نے حدیث کی ہمکو سفیان نے ابی اسحاق سے مثل اسکی اور کہا ان دونوں نے
زید بن یثیع کا اور یہ زیادہ صحیح ہے کہا ابوعیسے نے اور شعبہ نے وہم کیا اسمیں
پس کہا زید بیٹا اثیل کا اور صفحہ ۱۲۸ جلد ثانی میں ہے قَالَ أَبُو عِيسَى وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ
فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ وَكَانَ حَدِيثُ سُفْيَانَ أَشْبَهُ قَالَ
عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مَا أَحَدٌ يَعْدِلُ عِنْدِي شُعْبَةَ وَإِذَا خَالَفَهُ
سُفْيَانُ أَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ سَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ يَذْكُرُ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ شُعْبَةُ
سُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنِّي وَمَا حَدَّثَنِي سُفْيَانُ عَنْ أَحَدٍ بِشَيْءٍ فَسَأَلْتُهُ إِلَّا وَجَدْتُهُ

كَمَا حَدَّثَ تَنِے ترجمہ کہا ابوعیسی نے اور تحقیق زیادہ کیا شعبہ نے اسناد اسحدیث مین سعد بن عبیدہ کو اور گویا کہ سفیان کی حدیث زیادہ مشابہ ہے ساتھ صواب کے کہا علی بن عبد اللہ نے کہا یحیی بن سعید نے ہنین کوئی برابر نزدیک میرے شعبہ کے اور جب خلاف ہوا اسکے سفیان لیتا ہون مین ساتھ قول سفیان کے شامین نے ابا عمار سے وہ ذکر کرتے تھے وکیع سے کہا شعبہ نے سفیان زیادہ یاد رکھنے والا ہے مجھ سے اور ہنین حدیث کے مجھکو سفیان نے کسی سے ساتھ کسی شئے کے پس پوچھا مین نے اسکو مگر پایا مین نے اسکو جیسا کہ سابق مین مجھکو حدیث کیا تہا فقط ان سات جگہ پر اکتفا کیا جاتا ہے اگر استقرا تمام صحاح کا کرون تو ایک دفتر طویل ہوجاوے ناظرین منصفین اسی سے سمجھ جاوینگے اور اس آخر عبارت سے اقرار شعبہ سے سفیان کا احفظ ہونا اس سے معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعبہ خطا بھی کرتا ہے اور راویون کو بڑہ دیتا ہے اسیواسطے امام دارقطنی نے علل مین فرمایا ہے کہ شعبہ اسماء الرجال مین بہت خطا کرتا تھا باعث مشغول ہونے اسکے حفظ متون مین آور محدث عجلی نے بھی شعبہ کا خطا کرنا اسماء الرجال مین فرمایا ہے چنانچہ ان دونون عبارتون کو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین تحت ترجمہ شعبہ مین لکھا ہے قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْعِلَلِ كَانَ شُعْبَةُ يُخْطِئُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ كَثِيرًا لِتَشَاغُلِهِ بِحِفْظِ الْمُتُونِ وَقَالَ الْعِجْلِيُّ ثِقَةٌ ثَبْتٌ وَكَانَ يُخْطِئُ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ قَلِيلًا فقط جب شعبہ کے یہ عادت ہے کہ کبھی خطا کرتا ہے اور اسی خطاء سے تغیر اسماء الرجال کا بھی اس سے واقع ہوتا ہے تو اس حدیث مین اگر تین غلطیان کین تو کیا تعجب ہے فقط للہ الحمد کہ تحقیق اس حدیث کے کامل طور پر لکھی گئی اور شعبہ کا خطا کرنا وہ ثابت کیا گیا کہ شاید اس سے بڑھکر پہلے کسی نے لکھا ہو۔ **قولہ** ہان یہ کہہ سکتے ہین کہ اگرچہ ایک جماعت محدثین نے

لفظ (وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ) کے جو روایت شعبہ مین ہے تصنیف کی مگر عمل بعض کبار صحابہ کا جیسے عمر و علی کہ وہ آمین آہستہ کہتے تھے مویّد اسکے ثبوت کا ہے پس استقدر حنفیہ کو کافی و وافی ہے **اقول** یہ قول آپکا مخالف اسکے ہے جسکو آپنے تعلیق الممجد مین فرمایا ہے کہ اجماع کیا حفاظ حدیث نے کہ شعبہ نے اس حدیث مین وہم کیا ہے وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ یہان پر فقط ایک جماعت کے ذکر پر ہے آپ نے اکتفا کیا ہے جو موہم اسکو ہے کہ ایک جماعت محدثین نے خفض بہا کو صواب بھی کہا ہے باقی رہا عمل بعض کبار صحابہ کا یہ دعوے بلا دلیل کے ہے پہلے سند صحیح سے آمین آہستہ کہنا حضرت عمرؓ و علیؓ سے ثابت فرماوین اور پھر جو چاہین او سپر تفریع کرین و دونہ خرط القتاد و جاننا چاہیئے کہ حضرت عمر و علی وغیرہما صحابہ کبار سے آمین کا آہستہ کہنا سند صحیح سے ثابت نہین ہے یہ حضرت معترض نے فقط عوام کے دہوکا دہی کے لئے لکھدیا ہے جب کسی صحابی سے آمین کا آہستہ کہنا سند صحیح سے ثابت نہوا تو مدعا معترض کا جو تائید حدیث خفض بہا صوتہ ہے باطل ہوا وہو المطلوب **قال** صاحب الظفر شعبہ کی حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بہی ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہین چنانچہ کہا ابن حجر نے تقریب التہذیب مین عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَسُكُوْنِ الْجِيْمِ الْحَضْرَمِيُّ الْكُوْفِيُّ صَدُوْقٌ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْهِ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر ساتھ ضم مہملہ اور سکون جیم کے حضرمی کوفی سچا ہے مگر تحقیق اُسنے نہین سُنا ہے اپنے باپ سے انتہی اور وجہ نہ سننے علقمہ کے اپنے باپ وائل سے یہ ہے کہ وہ اپنے باپ وائل کے مرنے سے چھ مہینے پیچھے پیدا ہوا تھا چنانچہ کہا شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر مین ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ فِيْ عِلَلِهِ الْكَبِيْرِ قَالَ إِنَّهُ سَأَلَ الْبُخَارِيَّ هَلْ سَمِعَ عَلْقَمَةُ مِنْ أَبِيْهِ فَقَالَ إِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيْهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ

یعنی ذکر کیا ترمذی نے بیچ کتاب اپنے علل کبیر کے کہ پوچھا ترمذی نے بخاری سے کہ آیا علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے میں کہا بخاری نے کہ وہ اپنے باپ کے مرنے سے چھ مہینے پیچھے پیدا ہوا ہے **قال المعترض** یہ وجہ بالکل ضعیف ہے اس وجہ سے کہ علقمہ کا سننا اپنے باپ سے اگرچہ مختلف فیہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ انھوں نے اپنے باپ سے سنا ہے البتہ اُنکے بھائی عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سُنا تحقیق اسکے اور تفصیل رسالہ القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم مین مذکور ہے جسکو شوق ہو اسکا مطالع کرے یہان صرف بقدر ضرورت ایک عبارت جامع ترمذی کے جو کتاب الحدود مین واقع ہے لکھی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور وہ اپنے بھائی عبد الجبار سے بڑے ہین اور عبد الجبار نے نہین سُنا اپنے باپ وائل سے انتہی **اقول** اس وجہ کو ضعیف کہنا معترض کی جہالت کی دلیل کافی ہے اور سماع علقمہ کو صحیح بتلانا برہان سفاہت وعدم تبحر کی دائی جو کچھ معترض نے القول الجازم مین لکھا ہے وہ مصداق لا یسمن ولا یغنی من جوع کا ہے مناسب اسی مقام کے یہ ہے کہ اول اس امر کی تحقیق بیان کرین کہ سماع علقمہ کا اپنے باپ سے صحیح ہے یا نہین اور بعد اسکے القول الجازم مین جو معترض نے بیہودہ گوئی کی ہے اسکو قولاً قولاً رد کرین سو جاننا چاہیئے کہ محققین محدثین اسطرف گئے ہین کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سُنا ہے میزان الاعتدال مین فرماتے ہین علقمۃ بن وائل بن حجر صدوق الا ان یحیی بن معین یقول روایتہ عن ابیہ مرسلۃ ترجمہ علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر تحقیق یحیی بیٹے معین کے کہتے ہین کہ روایت اسکی باپ سے مرسل ہے امام نووی تہذیب الاسماء واللغات مین فرماتے ہین علقمۃ بن وائل مذکور فی المہذب فی اول باب حد القطاع من کتاب الجنایات

الاموات هو علقمة بن وائل ابن حجر الحضرمي الكوفي ابوه صحابي وهو تابعي روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وطارق بن سويد وروى عنه سماك بن حرب وعبد الملك بن عمير وغيرهم وهو ثقة بالاتفاق قال يحيى بن معين وروايته وروايته اخيه عبد الجبار عن ابيهما مرسلة كم يدركاه **ترجمہ** علقمہ بیٹے وائل کے مہذب کے شروع باب الاقطاع کے کتاب احیاء الاموات میں مذکور ہیں وہ علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر کے حضرمی کوفی باپ اسکا صحابی اور تابعی ہے روایت کیا اپنے باپ سے اور مغیرہ بیٹے شعبہ سے اور طارق بیٹے سوید سے اور روایت کیا اس سے سماک بیٹے حرب اور عبد الملک بیٹے عمیر اور سوا انکے نے اور وہ ثقہ ہیں بالاتفاق کہا یحیے بن معین نے روایت اوسکی اور روایت بھائی اوسکے عبد الجبار کی باپ اپنے سے مرسل ہے نہیں پایا ان دونوں نے اسکو حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب مین فرماتے ہین علقمة بن وائل بن حجر الحضرمي الكندي الكوفي روى عن ابيه والمغيرة بن شعبة وطارق بن سويد على خلاف فيه وعنه اخوه عبد الجبار وابن اخيه سعيد بن عبد الجبار وعبد الملك بن عمير وعمرو بن مرة وسماك بن حرب واسمعيل بن سالم وجامع ومطر وسلمة بن كهيل وموسى بن عمير العنبري وقيس بن سليم العنبري وابو عامر القاسمي وعاصم بن كليب وعوف الاعرابي ذكره ابن حبان في الثقات قلت ذكره ابن سعد في الطبقة الثالثة من اهل الكوفة وقال كان ثقة قليل الحديث وحكى العسكري عن ابن معين انه قال علقمة بن وائل عن ابيه مرسل **ترجمہ** علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر کے حضرمی کندی کوفے روایت کیا اپنے باپ سے

اور مغیرہ بیٹے شعبہ سے اور طارق بیٹے سوید سے اور خلاف کے اسمین اور
اور اس سے بہائے اسکے عبد الجبار اور بہتیجے اسکے سعید بیٹے عبد الجبار او
عبد الملک بیٹے عمیر اور عمرو بیٹے مرۃ اور سماک بیٹے حرب اور اسمٰعیل بیٹے
سالم اور جامع او ر مطر اور سلمہ بیٹے کہیل اور موسے بیٹے عمیر عنبری اور قیس
بیٹے سلیم عنبری اور ابو عامر غامدی اور عاصم بیٹے کلیب او ر عوف اعرابی نے
ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین مین کہتا ہون ذکر کیا اسکو ابن سعد نے طبقہ
ثالثہ مین اہل کوفہ سے او رکہا تہا قلیل الحدیث اور حکایت کیا عسکری نے ابن
معین سے تحقیق اونھون نے فرمایا روایت بیٹے وائل کے اپنے باپ سے
مرسل ہے نیز حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب مین فرمایا ہے عَلْقَمَۃُ بْنُ وَائِلِ
بْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَسُكُونِ الْجِيمِ الْحَضْرَمِيُّ الْكُوفِيُّ صَدُوقٌ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ
مِنْ أَبِيهِ ترجمہ علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر کے ساتھ ضم مہملہ کے اور سکون
جیم کے حضرمی کوفی صدوق ہین مگر تحقیق اسنے نہین سنا ہے اپنے باپ
سے انتھے ان عبارات سے معلوم ہوا کہ محققین کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ
علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سنا ہے واسطے محققین حنفیہ نے اسکو نقل
کر کے اسپر سکوت کیا ہے حافظ زیلعی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مین
فرماتے ہین أَنَّ فِي الْحَدِيثِ عِلَّةً أُخْرَىٰ ذَكَرَهَا التِّرْمِذِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ
فِي عِلَلِهِ الْكَبِيرِ فَقَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ هَلْ
سَمِعَ عَلْقَمَةُ مِنْ أَبِيهِ فَقَالَ إِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ
ترجمہ ہر آئنہ حدیث مین علت دوسری ہے ذکر کیا اسکو ترمذی نے
علل کبیر مین پس کہا سوال کیا مینے محمد بیٹے اسمعیل یعنے بخاری سے کیا سنا
ہے علقمہ نے اپنے باپ سے پس کہا تحقیق وہ پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے

پچھ باہ اور شیخ ابن الہمام نے بھی حاشیہ ہدایہ مین ایسا ہی فرمایا ہے جب عبارات محققین کے اس بارہ مین منقول ہوئین تو اب جو کچھ مولویصاحب نے القول الجازم مین فرمایا ہے اسکو نقل کرکے بحول اللہ و بقوتہ کے رد کیا جاتا ہے گو مولویصاحب نے عربی مین لکھا ہے یہان اسکا جواب براے تفہیم عوام اردو مین دیا جاتا ہے اور ایک یہ بھی وجہ ہے کہ یہ رسالہ اردو مین ہے نیز مولوی صاحب کو سلیقہ بھی عربی کا نہین ہے **قولہ** قُلْتُ قَدْ عَلِمْتُمْ مِمَّا نَقَلْنَا اِنَّهُمْ اِخْتَلَفُوْا فِيْ اَنَّ الَّذِيْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ هُوَ عَلْقَمَةُ اَوْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بَعْدَ اِتِّفَاقِهِمْ عَلٰى اَنَّ اَحَدَهُمَا وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِيْهِ یعنی ہر انہ جانا گیا اس سے کہ ہمنے کہ نقل کیا ہے کہ تحقیق ان لوگون نے اختلاف کیا ہے اس مین کہ تحقیق اس شخص نے کہ نہین سُنا اپنے باپ سے وہ علقمہ ہے یا عبد الجبار بعد اتفاق انکے اسپر کہ ایک ان دونون کا پیدا ہوا ہے بعد مرنے اپنے باپ کے **اقول** آپنے مطلب عبارات سابقہ کا نہین سمجھا کیونکہ اگر عبارات سابقہ کے آپ مطلب پر ظفریاب ہوتے تو یہ کلمہ ہرگز نہ فرماتے کہ (جسنے اپنے باپ سے نہین سُنا وہ علقمہ ہے یا عبد الجبار) اگر آپ سچے ہین تو اس عبارت کو نقل کرین جس سے یہ مطلب معلوم ہوتا ہے فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اب مطلب عبارات سابقہ کا ہمسے سنئے وہ یہ ہے کہ جمہور محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ عبد الجبار و علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سُنا۔ **قولہ** وَكَلَامُ ابْنِ حَجَرٍ فِي التَّقْرِيْبِ يَمِيْلُ اِلٰى اِخْتِيَارِ الْاَوَّلِ اَنَّ الَّذِيْ لَمْ يَسْمَعْ هُوَ عَلْقَمَةُ وَكَذَا لِفُهُ صَنِيْعُهُ فِيْ تَخْرِيْجِ اَحَادِيْثِ شَرْحِ الْوَجِيْزِ لِلرَّافِعِيِّ الْمُسَمّٰى بِتَلْخِيْصِ الْحَبِيْرِ حَيْثُ قَالَ عِنْدَ ذِكْرِ حَدِيْثِ وَائِلٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ اَلْحَدِيْثَ اَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ

ف یعنی مولوی صاحب سے عبارات سابقہ کا

لَمْ تَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ الخ یعنی پس کلام ابن حجر کا تقریب مین میلان کرتا ہے طرف
اختیار اقول کے ہر اسنہ اس شخص نے کہ نہین سُنا اپنے باپ سے برو علقمہ ہے
اور مخالف ہے نقل اوسکا تخریج مین احادیث شرح رہنیر کے جو رافعی کی ہے
نام کی گئی ساتھ تلخیص الحبیر کے اس جہت سے کہ کہا نزو یک ذکر حدیث وائل کے تھے
نبے صلعم جب سجدہ کرتے رکھتے گھٹنے اپنے پہلے ہاتھونکے آخر حدیث تک تحقیق
عبد الجبار نے نہین سُنا اپنے باپ سے آخر تک **اقول** افسوس کے بات ہے کہ
آپ اردو نے سے مطلب پر ظفریاب نہین ہوتے اسے سمجھنے پر تذکرہ مین
لکھتے ہین کہ میرے ایسے شاگرد ہین کہ ناصر و منصور کے تعلیم کرین جناب من پہلے
خود تو کسی محدث سے علم حدیث کا حاصل کر لین انشاء اللہ تعالے تفصیل اسکے
جواب مین تذکرہ کی لکھی جاویگی عید تو فرمائے کہ تقریب کی وہ کونسی عبارت ہے
جس سے میلان حافظ کا اقول کیطرف معلوم ہوتا ہے تقریب مین تو خود موجود ہے
کہ عبد الجبار کے روایت اپنے باپ سے مرسل ہے تقریب التہذیب مطبوعہ مطبع
فاروقی کے صفحہ ۱۴۹ مین ہے عَبْدُ الْجَبَّارِ ابْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَ
سُكُوْنِ الْجِيْمِ ثِقَةٌ لٰكِنَّهٗ اَرْسَلَ عَنْ اَبِيْهِ الخ ترجمہ عبد الجبار بیٹے وائل
بیٹے حجر کے ساتھ ضم مہملہ اور سکون جیم کے ثقہ ہین لیکن اسنے ارسال کیا ہے اپنے
باپ سے نیز حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین بھی اسی کو مرجح فرمایا ہے چنانچہ
بعد نقل کرنے قول ابو الحجاج مزی صاحب تہذیب الکمال کے فرماتے ہین قُلْتُ
نَصَّ اَبُوْ بَكْرٍ الْبَزَّارُ عَلٰی اَنَّ الْقَائِلَ كُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلَاةَ اَبِيْ هُوَ عَلْقَمَةُ
بْنُ وَائِلٍ لَا اَخُوْهُ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ عَبْدُ الْجَبَّارِ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ وَلَا اَدْرَكَهٗ وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ
سَمِعَ اَبَاهُ فَقَدْ وَهِمَ لِاَنَّ اَبَاهُ مَاتَ وَاُمُّهٗ حَامِلٌ بِهٖ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ لَا

يَصِحُّ سِمَاعُهٗ مِنْ اَبِيهِ مَاتَ اَبُوْهُ قَبْلَ اَنْ يُولَدَ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً اِنْشَاءَ
اللّٰهُ قَلِيْلُ الْحَدِيْثِ وَيَتَكَلَّمُوْنَ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ اَبِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ لَمْ يَلْقَهٗ وَرَجَّحْنٰى
هٰذَا قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ وَابْنُ الْجَرِيْرِ الطَّبْرَانِيُّ وَالْحَرْبِيُّ وَيَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ وَ
يَعْقُوْبُ بْنُ شَيْبَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَقَبْلَهُمْ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَاٰخَرُوْنَ

ترجمہ ہین نے کہا تصریح کے ابوبکر بزار نے اسپر کہ تحقیق قائل اسکا کہ تھا
مین لڑکا نہین سمجھتا تھا نماز اپنے باپ سے کہ وہ حلقہ بیٹے وائل کے ہین نہ پائی
اسکے عبدالجبار کہا ترمذی نے سُنا میںنے محمد سے کہتے تھے نہین سُنا عبدالجبار نے
اپنے باپ سے اور نہ پایا اسکو اور کہا ابن حبان نے کتاب الثقات مین جس نے
گمان کیا کہ تحقیق اُسنے سُنا ہے اپنے باپ سے اسنے وہم کیا اسواسطے کہ تحقیق
باپ اسکا فوت ہوا اس حال مین کہ والدہ اسکی حاملہ تھی ساتھ اسکے کہا بخاری
نے نہین صحیح ہے سماع اسکا اپنے باپ سے فوت ہوا باپ اوسکا پہلے پیدائش
اسکے کے اور کہا ابن سعد نے ثقہ انشاء اللہ قلیل الحدیث اور کلام کرتے ہین
محدثین اسکے روایت مین اپنے باپ سے اور کہتے ہین نہین ملاقات کیا اُسنے
اپنے باپ سے اور سُنے ہین اسکے کہا ابوحاتم اور ابن جریر طبرانی اور حربی اور
یعقوب بیٹے سفیان اور یعقوب بیٹے شیبہ اور دارقطنی اور حاکم نے اور پہلے
انکے ابن مدینی اور دوسرون نے انتہے مولوی صاحب نے عبارت تہذیب
مین عجیب سرقہ بازی کو کام فرمایا ہے پہلے تو قلت کے لفظ کو حذف فرمایا اور
(قَبْلَ اَنْ یُّوْلَدَ) کے بعد کی عبارت کو اڑا دیا جناب مولوی صاحب ایسی دہوکہ دہی
اچھی نہین خیر اب آپ انصاف فرما دین کہ عبارت تہذیب و تقریب سے میلان حافظ
کا کسطرف معلوم ہوتا ہے اگر آپ نفسانیت کو راہ دیوینگے تو اور منصف ضرور ہے
معلوم کر جاوینگے کہ ان دونون کتاب کی عبارتون سے صاف ظاہر ہے کہ میل

حافظ کا اسے جانب ہے کہ عبد الجبار نے بھی اپنے باپ سے نہین سُنا تقریب کے عبارت سے تو ظاہر ہے اور عبارت تہذیب سے بھی ظاہر ہے اور وجہ ظہور کے یہ ہے کہ پہلے حافظ نے مؤلف تہذیب الکمال کا قول جس سے میلان سماع عبد الجبار کا معلوم ہوتا تھا نقل کیا بعد اسکے قلت سے آخر تک اسکے رد مین محققین کے اقوال نقل کئے اور اُنپر سکوت کیا اور معترض کے نزدیک کسے امر کا نقل کرکے اسپر سکوت کرنا اس امر پر دال ہے کہ ناقل اسکا بھی قائل اسکا ہے فقط جب عبارت تقریب سے حافظ ابن حجر کا میلان طرف اول کے نہ ثابت ہوا تو تخالف تلخیص کا جسکو معترض نے سمجھا ہے باطل ہوا نیز یہ امر بھی ظاہر ہوا کہ تلخیص کی عبارت کو تقریب کے مخالف بنانا معترض کے عدم فہم کے دلیل کافی ہے باقی رہی یہ بات کہ حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام مین حدیث وائل بن حجر کو جو در باب سلام کے ہے صحیح کہا ہے حالانکہ اس مین علقمہ ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ کسی ناسخ کی غلطی ہے اور وجہ غلطی کی یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اور اپنے کسی تصنیف مین احادیث پر حکم صحت کا نہین کیا یا ہوسکتا ہے کہ حافظ کو علقمہ کا خیال نہو یا کسی دوسری سند پر اعتماد کرکے اسکو صحیح کہا ہو **قولہ** فَعُلِمَ بِذٰلِكَ اَنَّهُ اِخْتَارَ سِمَاعَهُ عَنْهُ وَاِلَّا لِمَا حَكَمَ بِمَا حَكَمَ یعنی پس جانا گیا اس سے ہر اینہ اس نے اختیار کیا ہے سماع اسی علقمہ کو اُس سے ورنہ ایسا کیون حکم کرتے جو اونھون نے حکم کیا ہے **اقول** جواب اس حکم کا گذرا جاننا چاہیئے کہ اسماء الرجال مین تقریب حافظ کے آخر کتاب مین ہے اگر سماع علقمہ کا ان کے نزدیک صحیح ہوتا تو بیشک اسمین تحریر کرتے جب اسمین اونھون نے تحریر نہین کیا تو معلوم ہوا کہ مختار انکا عدم سماع ہے نہ سماع **قولہ** وَالَّذِیْ اَخْتَارَهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبُخَارِیُّ کَمَا حَکَاهُ عَنْهُ فِیْ کِتَابِ الْحُکْمِ وَاَبُوْ عُبَیْدٍ الْبَرُّ السَّمْعَانِیُّ

وَغَيْرُهُمْ مِنَّا أَنَّ الَّذِي لَمْ يَسْمَعْ هُوَ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَأَنَّ عَلْقَمَةَ سَمِعَ مِنْ أَبِيْهِ یعنے
وہ کہ اختیار کیاہے اسکو ترمذی اور بخاری نے جیساکہ نقل کیا ہے اس نے
کتاب حدود میں اور ابن الاثیر اور ابن عبد اللہ اور سمعانی وغیرہ نے اس پر کہ
وہ شخص کہ نہین سُنا اپنے باپ سے وہ عبد الجبار ہے اور تحقیق علقمہ نے سُنا ہے
اپنے باپ سے **اقول** رکاکت الفاظ کے اہل عربیت پر پوشیدہ نہین (عَلٰے
اَنَّ الَّذِیْ) کیا خوب محاورہ ہے ہمنے غلطے الفاظ کا خیال نہین کیا ورنہ کوئی
عبارت موافق محاورہ اہل عرب کے نہین خیر یہ تو فرمائیے یہ بات تو ٹھیک ہے کہ
ترمذی و بخاری وغیرہ کا یہ مختار ہے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سُنا اور
ترمذی کے نزدیک یہ بھی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے باقی مختار بخاری
وغیرہ کا سماع علقمہ کا یہ کس عبارت سے ثابت ہے ہذا بہتان عظیم نہ ابن عبد اللہ و نہ
ابن الاثیر نے کہین تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور نہ سمعانی
وغیرہ نے اسکی توضیح فرمائی ہے فقط یہ تو کہا ہے کہ روایت کرتا ہے اپنے باپ سے
اور یہی لفظ انہون نے عبد الجبار کے بارے مین بھی کہا ہے کہ يَرْوِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ
اگر اسی لفظ سے آپ سماعت نکالتے ہین تو عبد الجبار کی سماعت بھی نکالیے نیز یہی کلام
لفظ نص سماع پر نہین کیونکہ یہ لفظ محتمل دونون کو ہے ممکن ہے کہ روایت بواسطہ
سے ہوگا صرح بہ ابن الحاجب فی الاصول غرض ابن عبد البر و سمعانی و ابن الاثیر نے کہین
تصریح سماعت علقمہ کی نہین فرمائی فقط جناب اپنے اجتہاد سے انکے کتب کے
عبارات سے استنباط کرتے ہین باقی رہے امام بخاری و ترمذی سو بخاری پر
تو جناب کا افترا ہے بلکہ بخاری تو اسکی عکس کے قائل ہین جیسا کہ ترمذی فی علل کبیر
مین ان سے نقل کیا ہے ہان ترمذی بیشک سماع علقمہ کے قائل ہین سو جواب
اوس کا یہ ہے کہ پہلے ترمذی کی بھی تحقیق تھی جب اپنے استاد امام بخاری سے

اس امر کو دریافت کیا تو اون کو معلوم ہوا کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہین سُنا اسلئے
علل کبیر مین امام بخاری سے عدم سماع کو نقل کرکے اسپر سکوت کیا اور کسی امر کا نقل
کرکے سکوت کرنا آپکے نزدیک بھی اسکو تسلیم کرنا ہے گا صح ختم یہ فی غیر
مواضع انتہی **قولہ** وتشھد لہ روایات سنن النسائی التی سردناھا المشتملۃ
علی لفظ التحدیث والاخبار فیما بین علقمۃ وابیہ وھما نصان فی السماع
یعنے شاہد ہین اسی سماع کی روائتین سنن نسائی کی کہ وہ بیان کیا ہے ہم نے
انکو جو مشتمل ہین لفظ حدثنا اور اخبرنا پر درمیان علقمہ اور اوسکے باپ کے اور وہ
نص ہین سماع مین **اقول** یہ تو فرمائیے لفظ اخبار کا کس روایت مین ہے جو
روائتین آپ نے نقل کین ان مین تو لفظ تحدیث کا ہے نہ اخبار کا لفظ اخبار کا
زیادہ کرنا محض دہوکہ دہی ہے یا دلیل سو رحافظہ کی رہا لفظ تحدیث کا سو سماع مین
نص نہین ہے ہوسکتا ہے کہ حدیث علقمہ نے اپنے باپ سے واسطہ سے کی ہو
اور یہی مذھب خطیب و بعض محدثین کا ہے سیوطی تدریب الراوی مین
فرماتے ہین قال الخطیب ان ارفعھا ای العبارۃ فی ذلک سمعت ثم حدثنا و
حدثنی فانہ لا یکاد احد یقول سمعت فی الاجازۃ والمکاتبۃ ولا فی
تدلیس مالم یسمعہ بخلاف حدثنا فان بعض اھل العلم کان یستعملھا فی
الاجازۃ وروی عن الحسن انہ قال وحدثنا ابوھریرۃ ولم یسمع منہ
الا ما قال وقال ابن القطان لیست حدثنا بنص فی ان قائلھا سمع کا
فی حدیث صحیح مسلم فی حدیث الذی یقتلہ الدجال یقول انت
الدجال الذی حدثنا بہ رسول اللہ صلعم ومعلوم ان ذلک الرجل
یتاخر عن المیقات انتہی **ترجمہ** کہا خطیب نے تحقیق اعلے ان کا ای
عبارتون کا اس مین (سمعت) ہے پھر (حدثنا) یا (حدثنی) پس ہر آئینہ نہین ہے

کر کوئی کہے سمعت اجازۃ اور مکاتبت مین اور تدلیس مین اسکی جب تک اس کو نہین سُنا ہے بخلاف لفظ حدثنا کے پس تحقیق بعض اہل علم تھے استعمال کرتے اسکو اجازۃ مین اور روایت کی گئی ہے حسن سے ہر آئنہ اسنے کہا حدیث کیا ہمکو ابوہریرہ نے حالانکہ نہین سُنا ہے حسن نے ابوھریرہ سے یہانتک کہا اور کہا ابن قطان نے نہین ہے لفظ حدثنا کا تصریح اس مین کہ اسکے قائل نے حدیث کو سُنا ہے بسبب اس حدیث کے جو صحیح مسلم مین ہے حق مین اس شخص کے جس کو دجال قتل کرے گا پس کہے گا وہ تو وہی دجال ہے کہ ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے حدیث کیا تھا اور ہر آئنہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ رجل موخر ہے زمانہ حضرت صلعم سے فقط اس عبارت تدریب سے معلوم ہوا کہ لفظ حدثنا کا اس بارے مین نص نہین ہے کہ اسکے قائل نے سُنا ہے ہے پس ہو سکتا ہے کہ علقمہ نے بیچ واسطہ سے سُنا ہو اور لفظ حدثنا کا استعمال کر دیا ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ کسی راوی نے وہم سے حدثنا کہدیا ہو جیسے وھم سے کُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلَاۃَ اَبِیْ کا قائل عبد الجبار کو ٹھیرادیا ہے چنانچہ اسکی وہم کا خود حضرت معترض نے بھی اقرار کیا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی کے روایات معترض کے کچھ مفید مدعا کے نہین ہین فقط واللہ اعلم بالصواب قولہ وَ یُؤَیِّدُہٗ صَنِیْعُ الحَافِظِ قَاسِمِ ابْنِ قَطْلُوْبُغَا فِیْ تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْاِخْتِیَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ حَیْثُ نَقَلَ فِیْہِ حَدَّثَنَا فِیْہِ عَلْقَمَۃُ عَنْ اَبِیْہِ وَھُوَ حَدِیْثُ مُصَنَّفِ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ وَقَالَ ھٰذَا اِسْنَادٌ جَیِّدٌ الخ یعنی تائید کرتا ہے اسکے فعل حافظ قاسم بیٹے قطلوبغا کے تخریج مین احادیث اختیار شرح مختار کے اس جہت سے

کو نقل کیا ہے اس مین ایک حدیث کو جو اس مین راوی علقمہ ہے اپنے باپ سے اور وہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے حدیث کی ہمکو وکیع نے موسیٰ بیٹے عمیر سے وہ روایت کرتے ابن علقمہ بیٹے وائل بیٹے حجر سے وہ اپنے باپ سے کہا وائل نے دیکھا مینے نبی صلعم کو رکھا واہنے ہاتھ اپنے کو بائین ہاتھ پر نماز مین نیچے ناف کے اور کہا قاسم نے یہ سند جید ہے آخر تک **اقول** پہلے یہ تو فرمائے قاسم بیٹے قطلوبغا کو حافظ کس کس نے لکھا ہے اس حدیث کو جید الاسناد بتانا یہ قاسم بن قطلوبغا کی تبحر کی دلیل کافی ہے اسی حدیث کو آپ نے شرح وقایہ کے حاشیہ مین بھی نقل کر کے فخر کیا ہے کہ زیر ناف کے دلیل یہ معتد بہ ہے مین کہتا ہون اس حدیث کو بغیر تحقیق کے نقل کرنا آفت تقلید کی ہے حضرت اصل روایت مصنف ابن ابی شیبہ مین فقط وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تک ہے تحت السرہ کا لفظ کسی ناسخ کے سہو سے لکھا گیا فاخر الہ آبادی فرماتے ہین کہ ہمنے اصل نسخہ مصنف کا جو مؤلف کے ہاتھ کا ہی دیکھا تو اسمین یہ لفظ نہ پایا اور بھی محققین نے لکھا ہے کہ پرانے کسی نسخے مین یہ لفظ نہین ہے اور یہی بات حق ہے معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ روایت مصنف مین ساتھ ان الفاظ کے ہوتی تو مخرجین متقدمین حنفیہ ضرور اسکو معرض استدلال مین ذکر کرتے یہ طحاوی ہے معانی الآثار مین امام کے تائید کے لئے موضوع احادیث تک کو ذکر کرتا ہے اور ایسے حدیث جید الاسناد کو ترک کیا کیا مصنف کا نسخہ طحاوی نے نہین دیکھا تہا یا اس وقت پر وہ زمین سے معدوم ہوگیا تہا یہ حسن یا وجود اس تعصب کے اس حدیث کو ذکر نہین کرتا باوجودیکہ بیسون جگہ اسنے آثار مصنف سے استدلال کیا ہے اگر یہ ایسے جید حدیث مصنف مین ہوتی تو بہلا یہ کہین اس کو ترک کرتا یہ ابن الہمام باوجود اس جدال و تعصب کے جسکا شہرہ ہر کبیر و صغیر کے نزدیک ہے اور خود معتبرین نے بھی اسکا متعصب ہونا تسلیم کر لیا ہے اس حدیث کا

کہین ذکر تک نہین لکھتا باوجودیکہ صدہا جگہ مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کرتا ہے
یہ حافظ زیلعی کہ مخرجین ہدایہ مین شہرہ آفاق ہے اور دونون جانب کے دلائل
بتمامہا نقل کرکے اسپر جرح قدح انصاف سے نقل کردیتا ہے وہ بھی اس حدیث کا
کہین ذکر تک نہین کرتا ایسے ہی ملا علی قاری وغیرہ مخرجین حنفیہ کے کہین اس حدیث کا
پتہ نشان نہین بتاتے اور یہ امام بیہقی و نووی و حافظ ابن حجر و ابن جوزی جنہون
نے نقل ادلہ طرفین مین کوئی دقیقہ تک نہین چھوڑا اور ابن جوزی نے تو کتاب
التحقیق خاص حنفیہ کے اولہ کے جواب کے لئے لکھی ہے ایسے ہی بیہقی نے کتاب
المعرفہ مین خاص طحاوی کے معانی الآثار کے دھجیان اڑائی ہین کہین بھی تو یہ لوگ
اس حدیث کا ذکر تک نہین لکھتے غرض کہ کسی متقدم و متوسط نے سوائے قاسم یا
اس زمانے کے بعض کٹ ملون کے اس حدیث کا ذکر تک نہین کیا اس سے صاف
ظاہر ہے کہ یہ لفظ بعض نسخون مین کسی کاتب نے ملا دیا ہے کیونکہ اگر یہ لفظ تحت السرہ کا
صحیح ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی مخرج اسکی تصریح کرتا نیز ایک دلیل اس لفظ کے سہو
ناسخ ہونے پر یہ بھی ہے کہ یہ حدیث اور کتب مین اسی اسناد سے مذکور ہے کہ جس مین
یہ لفظ نہین ہے اگر یہ لفظ اصل حدیث کا ہوتا تو اور محدثین بھی بیشک اپنے اپنے
کتب مین اس لفظ کو ذکر کرتے امام دارقطنی اپنے سنن مین فرماتے ہین حدثنا
الحسین بن اسمعیل وعثمان بن جعفر قالا ثنا یوسف بن موسی
ثنا وکیع ثنا موسی بن عمیر العنبری عن علقمۃ بن وائل الحضرمی عن ابیہ
قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضعا یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ
حدثنا محمد بن عبید اللہ بن مکسر ثنا الحسن بن الخضر قالا ثنا احمد
بن شعیب ثنا سوید بن نصر ثنا عبد اللہ عن موسی بن عمیر العنبری وقیس
بن سلیم ثنا علقمۃ بن وائل عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلعم اذا کان

قَائِمًا فِي الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِيَمِينِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ حاصل **ترجمہ** ان دونون
روایتون کا یہ ہے کہ روایت ہے علقمہ سے وہ روایت کرتے ہین اپنے باپ سے
کہا دیکھا مین نے نبی صلعم کو رکھے ہوے داہنے ہاتھ کو بائین ہاتھ پر نماز مین انتہے
اور ان دونون روایتون مین کہین تحت السرۃ کا لفظ نہین ہے حالانکہ ان دونون
روایتون مین وہی راوی ہین جو مصنف مین تھے اگر تحت السرہ کا لفظ حدیث مین
ہوتا تو ضرور اور لوگ بھی ان راویون سے اس لفظ کو نقل کرتے بیشک ہم یقین
کرتے ہین کہ یہ لفظ سہو ناسخ سے لکہا گیا ہے کما صرح بہ المحققون پوری تحقیق
اس حدیث کی ان شاء اللہ تعالٰے مستقل رسالے مین کی جاوے گی فانتظرہ بالفرض
محال اگر یہ روایت مالی ہی جاوے تو بھی منقطع ہوگی کیونکہ علقمہ کو اپنے باپ سے
سماع نہین ہے جیسا کہ ہمنے ثابت کیا فاحفظ ھذا التحقیق لعلک لا تجدہ من
کثیر من قولہ فَاِنْ قُلْتَ ذُكِرَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ حَدِيثُ وَائِلٍ اَنَّهٗ صَلّٰى
مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلعم فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ اٰمِينَ
وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ الْمَرْوِيِّ فِي جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ وَمُسْنَدِ اَبِي يَعْلٰى وَ
مُعْجَمِ الطَّبْرَانِيِّ وَمُسْتَدْرَكِ الْحَاكِمِ وَسُنَنِ الدَّارَقُطْنِيِّ وَمُسْنَدِ الْحَاكِمِ
وَغَيْرِهَا مِنْ طَرِيقِ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ
عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيهِ وَقَالَ بَرَاءَةُ اَبُو دَاوُدَ وَكَذَا التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا
اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ قُلْتُ كَلَّا فَاِنَّ ابْنَ الْهُمَامِ اَشَارَ اِلٰى ضُعْفِ هٰذَا الْعِلَّةِ
بِقَوْلِهٖ ان تم یعنی پس اگر تو کہے کہ ذکر کی گئی ہے فتح القدیر مین حدیث وائل
کی کہ ہر انہ اسنے نماز پڑہی ساتھ رسول اللہ صلعم کے پس جبکہ پہونچے آپ غَيْرِ
الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تک فرمایا امین اور پوشیدہ کیا ساتھ اسکے
آواز اپنے جو روایت کی گئی ہے جامع ترمذی اور مسند ابی یعلی اور معجم طبرانی

اور مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی اور مسند احمد وغیرہا مین طریق شعبہ سے وہ روایت کرتے ہین سلمہ بن کہیل سے وہ حجر بن عنبس سے وہ علقمہ بیٹے وائل سے وہ باپ اپنے سے اور کہا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور سوا ان دونون نے یہانتک کہا کہ کہتا ہون مین کہ ہرگز نہین ہرا ئنہ ابن الہمام نے اشارہ کیا ہے طرف ضعف اس علت کے ساتھ قول اپنے (ان تم) کے **اقول** ان تم سے ضعف اس علت کا سمجھنا آپ کے فہم کے خوبی ہے کیا نہین جانتے کہ علت کا لفظ مونث ہے اور تم صیغہ مذکر کا ہے تم کی ضمیر کیسے علت کے جانب راجع ہوگی اگر یہ علت ضعیف ہوتی تو یون فرماتے کہ یہ علت ضعیف ہے جب شیخ ابن الہمام نے عدم سماع علقمہ کا نقل کیا اور پھر اسپر سکوت کیا تو بیشک انکے نزدیک بھی عدم سماع راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ سماع کو راجح جانتے توضرور اسکی تردید کرتے کما ھو دابہ نیز معترض کے نزدیک بھی ایک امر کو نقل کر کے اسپر سکوت کرنا دلیل رضا کی ہے لہذا شیخ ابن الہمام کا عدم سماع کو راجح کہنا ہی ٹھیرے گا جب حضرت استاد کے نزدیک عدم سماع علقمہ راجح ہے تو شاگرد قاسم قطلوبغا کی کون سنتا ہے آگے جو آپ نے عبارت ترمذی کی نقل کی ہے جواب اس کا گذرا فتذکر **قولہ** ویؤیدہ ایضاً ما ذکرہ ابن حبان وما نقلہ ابوداؤد عن ابن معین ان الذی ولد بعد موت ابیہ ھو عبد الجبار وما حکم بہ الترمذی ان علقمۃ اکبر منہ الخ یعنی تائید کرتا ہے یہی کہ وہ ذکر کیا اسکو ابن حبان نے اور وہ کہ نقل کیا اسکو ابوداؤد نے ابن معین سے کہ ہرائنہ وہ کہ پیدا ہوا بعد موت اپنے باپ کے وہ عبد الجبار ہے اور وہ چیز کہ حکم کیا ساتھ اسکے ترمذی نے تحقیق علقمہ بڑا ہے اس سے آخر تک **اقول** عبدالجبار کا بعد موت اپنے باپ کے پیدا ہونا اور علقمہ کا بڑا ہونا کچھ آپ کے مطلب کے موید نہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ

علقمہ مثلاً ایک برس یا دو برس کا ہو وقت انتقال اپنے باپ کے اور عبدالجبار حمل مین ہو تو اسصورت مین علقمہ عبدالجبار سے بڑا بھی ہوا اور عبدالجبار کا پیدا ہونا بھی بعد موت اپنے باپ کے ہوا اور علقمہ کا عدم سماع بھی کیونکہ ایک دو برس کا لڑکا بے تمیز ہوتا ہے اور ایک احتمال یہ بھی کہ علقمہ و عبدالجبار دونون علاتی بھائی ہون اور وقت انتقال اپنے باپ کے دونون حمل مین ہون اور علقمہ کا حمل کچھ پہلے ہو عبدالجبار کے حمل سے تو اسصورت مین بھی تمام اقوال مین موافقت ہوجاوےگی کما لا یخفی علی اللبیب باقی رہی روایت ابوداؤد کی فحسبک عدہ مالا احتمل صلوۃ ابن بیشک کسی راوی کا وہم ہے جیسا کہ روایت بزار سے معلوم ہوتا ہے الحمد للہ کہ القول الجازم مین جو کچھ حضرت معترض نے نقل کیا تھا ھبآءً منثورًا ہوگیا تنبیہ یہ جو حضرت معترض نے لکھا ہے کہ عبدالجبار سے علقمہ بڑے ہین یہ میرا ہی اعتراض بنایا ہوا ہے مولویصاحب نے تدلیس کرکے نام میرا نہین لیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجھکو ایک دفعہ اتفاق بلدہ لکھنو مین جانے کا ہوا وہان مولوی ابراہیم صاحب آروی بھی موجود تھے اونھون نے فرمایا کہ چلو مولوی عبدالحی کی ملاقات کرین مین اُن کی ہمراہ مولوی صاحب کی ملاقات کو گیا اثنار گفتگو مین مینے پوچھا کہ علقمہ کے بارے مین آپ کی کیا تحقیق ہے آیا اسنے اپنے باپ سے سُنا ہے یا نہین مولوی صاحب نے شیخ ابن الہمام کا قول نقل کیا کہ علقمہ اپنے باپ کے چھ ماہ مرنے کے بعد پیدا ہوا ہے مینے کہا کہ جب علقمہ باپ کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو عبدالجبار جو اس سے چھوٹا ہے وہ کہان سے آگیا پھر تو مولوی صاحب حیران ہوکر بغلین جھانکنے لگے کہین تہذیب نکالتے تھے کہین دوسرا رسالہ غرض کہ یہ سب باتین حضرت معترض کو میٹھی ہی سو جھائی ہین ایسے ہی مسند احمد کے روایت جس کا

مولوی صاحب سف حوالہ حاشیہ شرح وقایہ میں دیا ہے میری ہی بتائی ہوئی ہے یہ
روایت مینے مولوی صاحب کو مع سند کے دی تھی اب مولوی صاحب نے تدلیس
کر کے میرا نام نہیں لیا مولوی صاحب حلف تو کھاوین کہ قبل میرے بتانے کے اس
روایت کو کہیں دیکھا تہا یہ تو حضرت کا حال ہے اب بعون اللہ پھر رد نصرۃ المجتہدین
کیطرف متوجہ ہوتا ہوں عبارت ترمذی کی در باب علقمہ کے جس کو معترض نے
نقل کیا تہا جواب اوس کا رد مین اقوال القول الجازم کے گذرا **قال صاحب الظفر**
دوم شعبہ کی روایت مذکور سے مخالف شعبہ ہے سے آمین پکار کر کہنا حضرت صلعم کا
ثابت ہوچکا ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے وَقَدْ رَجَّحَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ رِوَايَةَ
سُفْيَانَ بِانّه احفظ وقال الدی اخْطَأَ شُعْبَةُ فِي الحَدِيثِ نَا اقْعَاصُوتَهٗ
قال المعترض یہ کچھ مضر نہیں کیونکہ جائز ہے کہ آنحضرت صلعم سے دونوں امر یعنی
آہستہ کہنا اور پکار کے کہنا ثابت ہوئے اور شعبہ دونوں روایت کے راوی
ہوئے **اقول** جناب اگر آپ اصول حدیث کا مطالعہ فرماتے تو آپ کو معلوم ہوتا
کہ یہ امر مضر ہے یا نہیں یہ تو فرمائیے مضطرب کس کو کہتے ہین آپ نے اردو کی
عبارت کا مطلب بھی نہ سمجھا غرض صاحب ظفر کی یہ ہے کہ روایت شعبہ میں اضطراب
ہے اور روایت مضطرب قسم ضعیف سے ہے کما لا یخفی علی الماہر جب روایت
شعبہ کی ضعیف مضطرب ٹھیری تو درجہ استدلال سے ساقط ہوئی اور عمل حدیث
سفیان پر قائم ہوا **قال صاحب الظفر** سوم شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا
کہ آنحضرت صلعم نے پکار کر آمین نہیں کہی ہے خفیہ اپنے دل مین کہی ہے کیونکہ
اس مین خود شعبہ کہتا ہے کہ نبی صلعم نے پڑھا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّين
پس کہا آمین اور پست کیا ساتھ اس کے آواز اپنے کو اس سے صاف نکلتا ہے کہ حضرت
نے بہت زور سے پکار کر آمین نہیں کہی ور میانہ آواز سے کہی ہے اور اسی کا

قوبل ہوا ہے شیخ ابن الہمام حنفی بھی چنانچہ فتح القدیر مین لکھا ہے الخ قال المعترض
یہ تمہارا دعوے بے دلیل ہے کون سنیگا جو سُنے گا وہ یہی کہے گا اقول دعوے
صاحب ظفر کا بادلیل ہے اگر آپ نہ سمجھین تو صاحب ظفر کا کیا قصور دلیل تو صاحب
ظفر نے بخاری کی آنحضرت صلعم اگر آمین آہستہ کہتے تو راوی کیسے معلوم کرتا کہ
آن حضرت صلعم نے آمین زور سے کہی یا آہستہ بحث اسکی گذری قولہ پر ظاہر ہے
کہ خفض معنی آہستہ کہنے کے کتب لغت مین مسطور ہے اور محاورات عرب مین مستعمل
و مشہور ہے پس یہ دعوے کہ اس حدیث سے خفیہ کہنا ہرگز نہین ثابت ہے قابل
اعتبار کے نہین ہے اقول آپ کی لغت دانی ہمکو خوب معلوم ہے یہ تو ارشاد ہو
کہ خفض کے معنی آہستہ کہنا کس کتاب لغت مین مسطور ہے اسکے بارے مین
کسی کتاب لغت کی عبارت نقل کرین جناب من خفض کے معنے پست آواز کے ہین
جو منافی جہر کے نہین ہے نہ آہستہ کہنے کے قرآن و حدیث کو ٹٹول لیوین اخفض
جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ اور احادیث باب اذان کی اور نماز تہجد کے بارے مین
جو حضرت صلعم نے عمرؓ کو فرمایا تہا ملاحظہ کرین مجمع مین ہے هُوَ ضِدُّ الرَّفْعِ صاحب مجمع
نے خفض کو ضد رفع کا قرار دیا ہے نہ ضد جہر کا اسی واسطے خفی کو ضد جہر کا لکھا ہے فقط
فَلْيَكُنْ هٰذَا اٰخِرُ الْكَلَامِ فِي بَحْثِ التَّامِينِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِتْمَامِهٖ
ثُمَّ اَنْ نُشْرَعَ فِي بَحْثِ التَّالِي اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى قال صاحب الظفر مسئلہ سوم
اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن اور حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ مین
لکہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے محرمات ابدی مثل ماں اور بہن اور بیٹی اور
اُن کے سوا جن کو حرام کیا ہے خدا نے جان کر نکاح کرلے اور صحبت کرے اُنسے
تو بھی اسپر حد نہین آتی اس لئے کہ محل مشتبہ ہے کیونکہ تمام بیٹیاں آدم کی
موضوع ہین اولاد کے لئے اور وہ مقصود اس جگہ بھی حاصل ہے اور عبارت

ہدایہ کی یوہے اسلئے قولہ سوا امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے مین کلام اللہ
کا بھی اور حدیث کا بھی اِسلئے کہ جو شخص اپنے محرمات ابدی مثل مان اور بہن
وغیرہ سے نکاح کرلے تو اوسکو قتل کر دینا چاہیئے فرمایا اللہ تعالے نے حُرِّمَتْ
عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ یعنی حرام کی گئی ہین تمپر مائین تمہاری
اور بیٹیان تمہاری اور بہنین تمہاری الخ قَالَ الْمُعْتَرِضُ آپ ذرا کان کھولئے
اور ہمسے چند باتین سُنیے الخ اقول ہم تو آپکے باتون کے نہایت ہی مشتاق
ہین بارے کچھ بھی تو فرمائیے مگر انصاف سے قولہ ایک یہ کہ مخالف ہو جانا کسی مسئلہ
کسی امام کا کسی آیت یا حدیث کے اَور چیز ہے اور خلاف کرنا اس امام کا اور چیز ہے
پس اگر بالفرض یہ مسئلہ یا اَور مسائل امام اعظم کے یا اَور کسی امام کے مخالف
قرآن وحدیث کے تمکو معلوم ہوئی ہون تو اس ہین یہ کہنا کہ اِس مسئلہ مین امام نے
خلاف کیا قرآن وحدیث کے درست نہین ہے اقول اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ کہنا
درست نہین ہے کہ اِس امام نے اس مسئلہ مین خلاف قرآن وحدیث کے کیا ہے
بغیر دلیل کے دعوے کرنا اچھا نہین ہے حالانکہ یہ کہنا سلف مین شائع وذائع ہے
ترمذی جلد ثانی کا ملاحظہ فرمائیے (عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ
قَدَّمَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ مَرْوَانُ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ وَانَ خَالَفْتَ
السُّنَّةَ فَقَالَ يَا فُلَانُ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ
قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ
مُنْكَرًا الخ ترجمہ روایت ہے طارق بن شہاب سے کہا اوّل جس نے پہلے
خطبہ نماز عید کے پڑہا مروان تہا پس کھڑا ہوا ایک آدمی پس کہا مروان کو خلاف
کیا تونے سُنّت کا پس کہا مروان نے اسے فلانے چھوڑا گیا ہے جو اس جگہ پر تہا
پس کہا ابو سعید نے لیکن اس شخص نے پس ہر آئنہ پورا کیا جو اسپر تہا مینے رسول اللہ صلعم سے

سنتا ہے آپ فرماتے تھے جس نے دیکھا مُجھکو آخر تک اس حدیث سے صاف
ظاہر ہے کہ صحابہ کے روبرو ایک شخص نے مروان کو کہا کہ خَالَفْتَ السُّنَّةَ کسی نے
اس لفظ کے کہنے پر انکار نہین کیا اور بھی بہت صحابہ سے یہ لفظ منقول ہے۔
امام الائمہ امام بخاری نے بھی اپنے جامع مین امام صاحب کے حق مین اس لفظ
کو استعمال کیا ہے جلد ثانی مین ہے (وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنْ وَهَبَ هِبَةً
اَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى مَكَثَ عِنْدَهٗ سِنِيْنَ وَاحْتَالَ فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ
رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيْهَا فَلَا زَكٰوةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ فَخَالَفَ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم فِي الْهِبَةِ وَاَسْقَطَ الزَّكٰوةَ) ترجمہ اور کہا بعض لوگون
نے اگر ہبہ کیا ہزار درہم یا زیادہ کا یہانتک کہ ٹہیرا رہا نزدیک اُسکے کئی برس اور
اس ہبہ مین حیلہ کیا پھر رجوع کیا واہب نے اس مین پس نہین ہے زکوۃ کسی پر
ان دونون سے کہا ابوعبداللہ یعنی بخاری نے پس خلاف کیا اس بعض یعنی ابوحنیفہ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہبہ مین اور ساقط کیا زکوۃ کو انتہی امام نووی
شرح مسلم مین کہتے ہین (قَالَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ الصَّحَابَةُ
وَالتَّابِعُوْنَ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ سُنَّةُ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يُخَالِفْ فِيْهَا اِلَّا اَبَا حَنِيْفَةَ
ترجمہ کہا تمام علماء نے سلف اور خلف سے صحابہ اور تابعین نے پس جو
شخص اُنکے بعد ہے سُنّت ہے نماز نہین خلاف کیا اسمین مگر ابوحنیفہ نے اور
چند جگہہ بھی امام نووی نے نسبت خلاف کے امام صاحب کے طرف کی ہے
جیسا کہ ناظر شرح مسلم پر مخفی نہین اگر نظائر کل جمع کئے جاوین تو ایک مستقل رسالہ
ہو فقط اسیقدر پر اکتفا کی جاتی ہے ان عبارات کو دیکھکر شرمائیے اور بیہودہ گوئی
سے باز آئیے جو کچھ آپ ان لوگون کو جواب دیوینگے وہی صاحب ظفر کا جواب
سمجھین قولہ دوسرے یہ کہ حد شرعا مطلق سزا کا نام نہین ہے بلکہ اس سزا سے

خاص مقدار کا جو شرعاً بعوض ایسے گناہ کے متعلق کی گئی ہو کہ ان مین حق پروردگار ہو نہ حق بندی کا پس تعزیز کو جو حاکم واسطے حسن انتظام و تادیب کے کسی کو سزا دینا ہے حد نہ کہین گے اسوجہ سے کہ اسکے مقدار شرعاً مقرر نہین ہے الخ اقول جو تعریف آپ نے حد کی لکھی ہے وہ بخوبی طرح قتل پر بھی صادق آتی ہے کہ شارع کی طرف سے قتل کرنا یہ ایسے ایک سزا خاص ہے جو ایسے شخص کے لئے مقرر کیگئی ہے جو اپنے مان وغیرہ محرمات سے نکاح کرکے زنا کرے الحمد للہ کہ جو تعریف آپنے حد کی لکھی ہے وہی اسے قتل پر بھی صادق آتی ہے قولہ پس مراد امام اعظم کی حد ساقط ہونے سے صورت مذکورہ مین یہ ہے کہ جو حد زنا مین مقرر ہے یعنے اسئی دُرّے مارنا یا سنگسار کرنا وہ اِسصورت مین واجب نہین نہ یہ کہ مطلق سزا واجب نہین اقول پہلے یہ تو فرمائیے کہ اسّی دُرّے مارنا حد زنا مین کس نے مقرر کی ہے مینے تو سُنا ہے کہ آپ حافظ قرآن ہین ذرہ سورہ نور کو ملاحظہ کیجئی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) اسی تبحر وعلم کے بھروسے نواب صاحب بہادر پر اعتراض کرنے کو مستعد ہوجاتے ہین سچ ہے ؎

چون خُدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان زند

سید ون پرستم تعدی کا بھی نتیجہ ہے کہ آپ ادنیٰ ادنیٰ باتون مین غلطیان کرتے ہین اسی جگہ آپ نے یہ غلطی نہین کی بلکہ اس صفحہ کے آخر مین بھی لکھا ہے کہ حد زنا کی اسّی دُرّے یا سنگسار کرنا ہے عبارت آپ کی یہ ہے (اور اگر غیر محصن ہو تو حد اوسکی اسّی کوڑے مارنا ہے الخ) اسی کتاب کی جو بالکل مُہملات سے پُر ہے آپ تذکرہ مین جابجا تعریف لکھتے ہین ذرا ہوش کیجئے خیر اب آپکے اعتراض

کا جواب دیا جاتا ہے کان لگا کر سنئے زنا کے اہلحدیث کے نزدیک تین حدین ہین ایک سنگسار دوم جلد مع نفی کے سوم قتل امام صاحب نے دوسری حد مین سے تو نفی کی نفی کی اور سوم کو بالکل اڑا دیا اسکے بدلے مین مطلق سزا کو رکھا حالانکہ حدیث مین اسکے قتل سزا ہے نہ سزا سے مطلق فقط **قولہ** پس قتل کر دینا صورت مذکورہ مین منافی حد واجب ہونے کے نہین بلکہ یہ قتل تعزیرا و سیاستہ ہے الخ **اقول** اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ قتل تعزیرا و سیاستہ ہے بغیر دلیل کے آپ کی کون سنتا ہے حنفیہ کے نزدیک تعزیر کے واجب ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ ایک حد مقررہ ساقط ہو جاوے **قولہ** اور بالقصد تعزیر حنفیہ کے نزدیک قتل بھی جائز ہے لوطی اور ساحر اور زندیق وغیرہ کو قتل کرنا تعزیرا جائز رکھا ہے **اقول** لوطی کے لئے تو حدیث مین قتل موجود ہے ترمذی جلد اول کو ملاحظہ فرمائیے (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْہُ یَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِہٖ **ترجمہ** یعنی جس کو پاؤتم عمل کرتا ہے قوم لوط کا پس مار ڈالو تم فاعل اور مفعول بہ کو ایسے ہی ساحر کے بارے مین ہے (حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَۃٌ بِالسَّیْفِ) یعنی حد ساحر کے مارنا ہے ساتھ تلوار کے زندیق کے بارے مین ہے مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ یعنی جس نے اپنے دین کو بدل ڈالا اوسکو قتل کرو ان تینون کی حد کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل معین کیا ہے نہ یہ کہ ساحر و لوطی کو تعزیرا قتل کرنا بھی جائز ہے جس سے یہ مفہوم ہوگا کہ ماسواے قتل کے اور سزا بھی جائز ہے اور ماسواے قتل کے اور سزا کا جائز بتلانا خلاف ہے احادیث رسول اللہ صلعم کے غرض ان تینون کی نسبت بھی حنفیہ نے خلاف کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تو ان تینون کی نسبت قتل کو حد مقرر کرین اور حنفیہ فقط تعزیر ہی جائز بتا دین

جب ان تینون صورتون مین قتل کرنا تعزیرًا نہ ثابت ہوا بلکہ حدًّا ہوا تو اِس صورت
مین بھی قتل کرنا ضرور حدًّا ہوگا فقط **قولہ** تیسرے یہ کہ یہ دعوےٰ کہ مذہب امام
اعظم کا اس بحث مین مخالف ہے قرآن و حدیث کے محض غلط ہے آیت قرآنیہ
جو آپ نے بیان کی اس سے تو صرف حرمت محرمات ابدیہ کے ثابت ہوتی ہے
اور اسکا کون منکر ہے الخ **اقول** مراد صاحب کی مخالفت آیت سے یہ ہے
کہ جب اس آیت سے حرمت محرمات ابدیہ کی معلوم ہوئی تو پھر یہ حکم لگانا کہ نکاح
کرنے سے حد ساقط ہوجاتی ہے گویا حرمت کو حرمت نہین سمجھنا ہے۔ جب
حرمت کو حرمت نہ سمجھا تو بیشک خلاف آیت کا کیا اور یہی مقصود صاحب ظفر کا ہے
قولہ اور حدیث جو آپ نے سنن ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی و ترمذی
سے ذکر کیے اس سے صرف اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایسے شخص کی جس نے محرمات کے ساتھ نکاح کیا قتل کا اور گردن مارنے کا
اور مال چھین لینے کا حکم کیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم بطور تعزیر و سیاست کے
تھا نہ بطور حد کے **اقول** آپ تو بار بار ایک ہی کلام کا بغیر دلیل کے اعادہ کرتے
ہین اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ حکم آپکا حدًا نہ تھا بلکہ تعزیرًا و سیاسةً تھا حالانکہ قتل کو
تعزیر کہنا تشریع من عند نفسہ ہے جاننا چاہیے کہ یہ جو معترض نے لکھا ہے کہ یہ
حکم بطور تعزیر و سیاست کے تھا یہ خود تصریحات حنفیہ کے خلاف ہے کیونکہ اکثر
کتب معتبرہ حنفیہ مین یہ لکھا ہے کہ تعزیر زاید سے زاید امام صاحب کے نزدیک
انتالیس ۳۹ کوڑے ہین اپنے دعوے کے ثبوت مین عبارت ہدایہ کی نقل
کرتا ہون (وَاَکْثَرُ التَّعْزِیْرِ تِسْعَةٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَوْطًا وَاَقَلُّہٗ ثَلٰثُ
جَلَدَاتٍ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ یَبْلُغُ التَّعْزِیْرُ خَمْسًا وَّسَبْعِیْنَ سَوْطًا)
ترجمہ اور تعزیر اکثر اسکا انتالیس ۳۹ کوڑے ہین اور کم اسکا تین جلد اور

کہا ابو یوسف نے پہونچتی ہے تعزیر بحتیر کو انتہی اب ناظرین انصاف کرین کہ
جب امام صاحب کے نزدیک انتالیس کوڑے سے زائد تعزیر ہے ہی نہین تو قتل
کرنا تعزیرًا کیسے جائز ہوگا اور یہ جو بعض کتب حنفیہ مین مرقوم ہے کہ قتل بھی تعزیرًا
جایز ہے لائق اعتبار کے نہین کیونکہ ظاہر روایت مین امام سے یہ منقول نہین
ہے اگر معترض کو کچہ دعوے ہو تو اسکی روایت کو بھی امام صاحب سے نقل
کرے اور پہر تعارض کو دفع کرے کیونکہ اکثر کتب مین تو انتالیس کوڑے سے
زائد تعزیر کو نہین لکہا ہے پہر یہ قتل کیسے جایز ہوا **تنبیہ** یہ جو امام صاحب سے
منقول ہے کہ تعزیر ازاید سے زائد انتالیس کوڑے ہے یہ بھی خلاف ہے
حدیث متفق علیہ کے جو بخاری و مسلم مین مروی ہے الفاظ بخاری کے یہ ہین
بَابٌ كَمِ التَّعْزِيرُ وَالْأَدَبُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا
اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ
سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي
بُرْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ
جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ **ترجمہ** روایت ہے ابی بردہ
سے کہا تہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے نہ مارا جاوے اوپر دس کوڑے کے
مگر حد مین حدود اللہ سے دوسرے طریق سے یون ہے (لَا يُجْلَدُ فَوْقَ
عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ) یعنی نہ مارا جاوے دس
کوڑے کے اوپر مگر حد مین حدود اللہ سے یہ حدیث جملہ کتب حدیث مین موجود
ہے اسکے مخالف مین کوئی روایت ایسی قوی نہین ہے اسیواسطے امام
احمد و اسحٰق وغیرہ محدثین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور امام شوکانی
نے بھی نیل الاوطار مین اسی کو راجح فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسکے مخالف

کوئی روایت صحیح نہاین جسپر تعزیر کا دس سے زیادہ ہونا قول رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوا تو پھر آنتا لیس یا قتل کیسے تعزیراً جایز ہوگا معترض سے اُمید ہے کہ جواب شافی عنایت ہو غرض کسی صورت سے قتل تعزیراً نہاین معلوم ہوتا۔ کیونکہ دس کوڑے سے زاید تو تعزیر ہے ہی نہاین جب تعزیر کا دس کوڑے سے زاید ہونا نہ ثابت ہوا تو خواہ مخواہ یہی کہنا پڑے گا کہ قتل کرنا نکح محرمات کو حدًا نہ تعزیراً **قولہ** اوّلاً اس وجہ سے کہ زنا کی صرف دو حدین بالاتفاق اگر زانی محصن ہو تو اُسکی حد سنگسار کرنا **اقول** زنا کی دو ہی حدین بتانا دلیل عدم تجرو کوتہ نظری معترض کی ہے امام احمد و اسحٰق و اصحاب حدیث کے نزدیک ایسے شخص کو جو محرمات ابدیہ سے نکاح کرے قتل کرنا حدًا ہے ترمذی جلد اوّل مین ہے۔ (وَالعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَصْحَابِنَا قَالُوْا مَنْ اَتٰی ذَاتَ مَحْرَمٍ وَهُوَ يَعْلَمُ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ وَقَالَ اَحْمَدُ مَنْ تَزَوَّجَ اُمَّهٗ قُتِلَ وَقَالَ اِسْحٰقُ مَنْ وَقَعَ عَلٰی ذَاتِ مَحْرَمٍ قُتِلَ **ترجمہ** اور عمل اسپر ہے نزدیک اصحاب ہمارے کے کہا اونہون نے جو شخص آوے ذات محرم کو حالانکہ وہ جانتا ہے پس اسپر قتل ہے اور کہا احمد نے جس شخص نے نکاح کیا اپنی ماں سے قتل کیا جاوے اور کہا اسحٰق نے جو واقع ہو ذات محرم پر قتل کیا جاوے انتہے اور یہ بھی پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام احمد کے نزدیک تعزیر دس سے زاید نہاین ہے تو ناچار یہ قتل حدًا ہوگا **قولہ** ثانیاً اس وجہ سے کہ حکم قتل کرنے کا بہت سی احادیث مین وارد ہے سنن ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ مین مروی ہے کہ جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پیئے اوسکو مار ڈالو الخ **اقول** جواب اسکا موقوف ہے ایک تمہید پر وہ یہ ہے کہ حد نام ایک عقوبۃ مقدرہ کا ہے شارع کے طرف سے جیسا کہ آپنے بھی نقل کیا ہے جب شارع نے ایک جرم کے بدلے ایک عقوبت کو مقرر کیا

اور پھر اسکا خلاف شارع سے ثابت نہین ہے تو بیشک اس عقوبت کو حد کہین گے کیونکہ جو تعریف حد کی ہے وہ اسپر صادق آتی ہے جیسا کہ لوطی وساحر وزندیق مین اور اگر شارع نے پہلے ایک عقوبت کو ایک جرم کے بدلے مقرر کیا تھا پھر اِسکا خلاف بھی شارع سے ثابت ہوا یعنی پھر شارع نے اس حد پر عمل نہ کیا تو معلوم ہوگا کہ ابتدا یہ حکم تھا پھر منسوخ ہوا جیسے شرب خمر چوتھی بار مین اور جو پانچین مرتبہ چوری کرے اس مین کیونکہ ترمذی وغیرہ کتب حدیث مین یہ بھی ہے کہ چوتھی دفعہ شراب پینے سے پہلے آپ نے قتل کیا پھر نہین کیا ایسے ہی پانچوین مرتبہ چوری مین بعد اس تمہید کے اب جواب دیا جاتا ہے کہ جن جن جرائم کی نسبت آپ نے قتل کو لکھا ہے وہ سب ابتدا مین حدًا تھا بعض مین تو بحال رہا جیسے ساحر و ناکح محرمات وزندیق مین اور بعض مین منسوخ ہوا جیسے چوتھی مرتبہ شراب پینے اور پانچوین مرتبہ چوری کرنے مین **قوله** اور زیادہ تفصیل اس بحث کی اَلْقَوْلُ الْجَازِمُ فِي سُقُوْطِ الْحَدِّ بِنِكَاحِ الْمَحَارِم مین موجود ہے جسکا دل چاہے دیکھلے **اقول** القول الجازم بھی کچھ کتاب ہے جس مین سوائے دو تین زٹل قافیہ کے اور کوئی بات کام کی نہین اسکا خلاف قول آپ کا بھی ہے جسکو آپنے یہان نقل کیا ہے جو اسکا جواب ہے وہی جواب القول الجازم کا سمجھین [redacted] **قال صاحب الظفر** اور حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص اپنے محرم کے ساتھ نکاح کرے اسپر امام اعظم کے نزدیک اسلئے حد واجب نہین ہے کہ اسکے نکاح مین شبہ پڑ گیا جواب اسکا دو طرح پر ہے **اول** یہ کہ ایسا نکاح ہرگز محل شبہ نہین ہے محل شبہ جب ہوتا کہ اسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے

بیٹے نکاح کیا ہے یہ میری ماں ہے اور جبکہ ایک شخص نے عمداً اپنے ماں سے نکاح کر لیا اور اس سے صحبت کرنے لگا تو پھر بھلا کس بات کا اس میں شبہ پڑا الخ **قال المعترض** آپکا جواب محض لغو ہے امام کی تحقیق کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے **اقول** جواب صاحب ظفر کا نہایت قوی وعمدہ ہے مگر سمجھ کے لئے عقل درکار ہے آپ کے امام کی تحقیق کا حال تو اظہر من الشمس ہے کچھ شبہ ہو تو منخول امام غزالی کا یا رسالہ امام رازی کا مطالعہ کریں اگر یہ کتب میسر نہ ہوں تو حدیث الغاشیہ کا ہی معائنہ کریں **قولہ** تفصیل اسکی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اِدْرَءُوا الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ) یعنی دفع کرو حدود کو ساتھ شبہوں کے الخ **اقول** اگرچہ یہ حدیث کل طرق سے ضعیف ہے مگر بعض کو بعض سے تقویت ہوتی ہے کما قال امامنا الشوکانی فی نیل الاوطار بلفظہ هذا وان كان فيه المقال المعروف فقد شد من عضده ما ذكرنا فيصلح بعد ذلك للاحتجاج به على مشروعية درء الحدود بالشبهات المحتملة لا مطلق الشبهة انتهى اس حدیث کو جو معترض نے معرض استدلال میں نقل کیا ہے اس سے کچھ کام نہیں چلتا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا **قولہ** بعد تمہید اس امر کے معلوم کرنا چاہیئے کہ شبہ کی تین قسم ہیں ایک شبہ فی المحل الخ **اقول** اس تقسیم پر کیا دلیل ہے کہ شبہ کی تین قسم ہیں نکاح کو شبہ قرار دینا اسکی کیا دلیل ہے حالانکہ وہ شخص جانتا ہے کہ یہ میری ماں یا بہن ہے اور مجھ پر ہمیشہ ہمیشہ حرام ہے کسی صورت سے حلال نہیں ہو سکتی پھر نکاح کرنا وہاں کیا فائدہ دیگا فعل نکاح کا تو محض لغو ہوگا جیسے کوئی شخص خنزیر کو تسمیہ کہکر ذبح کرے تو وہ ہرگز ہرگز حلال نہیں ہوگا ایسے ہی جس شخص نے اپنی ماں بہن سے نکاح کیا کیونکہ اس میں دو صورتیں ہیں یا تو آپ اس نکاح کا اعتبار کریں گے یا اعتبار

ذکر ینگے بصورت اوّل کے محرمات ابدیہ کا محرمات ابدیہ ہونا باقی نہ رہیگا اور
بصورت ثانیہ یہ فعل لغو ہوگا اور ناکح پر حد آوے گی جسکو شارع نے معین
کیا ہے اگر ایسے ہی اشیاء کو جس سے اشتباہ کسیصورت سے نہیں ہوسکتا
شبہ ٹہیرا کر حد ساقط کرینگے تو پھر کسی حد کا حاوُن اللہ سے پتا نہین ملیگا زانیون
کی خوب ہی بن آئیگی اگر انصاف سے پوچھنا چاہیئے تو ناکح محرمات ابدیہ کو خوب
ہی سزا دینی چاہئے کیونکہ یہ شخص آیات قرآنیہ سے کھیل کرتا ہے کہ جس کو اللہ و
رسول نے ابد کے لئے حرام کیا ہے اس سے نکاح کرکے صحبت کرتا ہے اسیواسطے
حضرت صلعم نے بعد گردن مارنے کے اسکے مال چھین لینے کو حکم کیا اور اسکی
سزا سخت معین فرمائی اگر یہ نکاح محل شبہ کا ہوتا تو پیغمبر ہمارا صلعم اس شخص کو کیون
قتل کرتے اور بعد قتل کرنے کے اسکا مال کیون چھینتے جب رسول اللہ صلعم نے
ناکح محرمات کی حد کو رد نہ کیا تو پھر بعد آپ کے کون دفع کرسکتا ہے اور نکاح کو
محل شبہ کا ٹہیرا سکتا ہے امام شوکانی نے سچ فرمایا ہے کہ یہ اہل رای جس کو رسول اللہ
صلعم نے حلال کیا ہے حرام کہتے ہین اور جسکو حرام کیا ہے حلال کہتے ہین غرض
نفس نکاح کو محل شبہ قرار دیکر حد کو ساقط کرنا محض ہنسی اور کھیل کرنا شریعت غرا
سے ہے **قولہ** پس جب اسنے بعد نکاح کے صحبت کی تو یہ کہ سکتے ہین کہ اسنے اپنی منکوحہ
سے صحبت کی اور منکوحہ سے صحبت حلال ہے الخ **اقول** آپ کے اس قول سے
معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کتے یا سور کو بسم اللہ کہکر ذبح کرے تو اوسکو بھی آپ
حلال کہین گے کیونکہ اسپر بھی یہ صادق آتا ہے کہ اس شخص نے بسم اللہ کہکر ذبح
کیا اور بسم اللہ کہنے سے جانور حلال ہو جاتا ہے ایسی سمجھ سے اللہ بچاوے
جناب من یہ فعل نکاح کا اسکا لغو ہوا منکوحہ ہرگز نہین ہوئی اور نہ کوئی یہ موقع
اشتباہ کا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو یہ ارشاد فرماتے ہین کہ حدود

کو مرفع کرو اگر کوئی اوسکے دفع کا مخرج اور مدفع پاؤ یہان توکسی صورت سے مخرج اور مدفع پایا ہے نہین جاتا جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا **قال صاحب لطف** دوم اپنی مان کے ساتھ نکاح کرنے والے پر حد واجب نہ ہونے کا قائل ہونا معاذ اللہ پیغمبر کے حق مین یہ اعتقاد کرنا ہے کہ اونہون نے اِس مسئلہ کو نہین سمجھا تہا اگر سمجھتے تو بسبب محل شُبہ ہونے کے اسکو قتل کا حکم کیون دیتے **قال المعترض** یہ آپ کی ناقہمی کی بات ہے پیغمبر نے یہ کب فرمایا کہ یہ میرا حکم بطور حد مقرر بمقدر کی ہے اور اہل علم اِس امر سے واقف ہین کہ بسبب شُبہ کے حد ساقط ہوتی ہے نہ تعزیر بلکہ وہ مواقع شبہات مین بہ واجب ہوتی ہے **اقول** پیغمبر خدا صلعم نے شاربہ خمر کے لئے کہان فرمایا ہے کہ اسکے یہ حد ہے ایسے ہی رجم جلد وغیرہ کو کہان فرمایا ہے کہ یہ اسکی حد مقرر ہے جیسا اور حدود مین آپ کے فعل پر عمل ہے ایسے ہی اِس حد مین بھی جیسا آپکا قول حجت ہے ایسے ہی فعل بھی ہر بات کے لئے آپ صریح قول ہے تلاش کیجئے گا تو آپ کو اور حدود کا بھی چھوڑنا پڑے گا بھلا یہ تو فرمائے کہ پیغمبر خُدا صلعم نے یہ کہان فرمایا ہے کہ یہ قتل تعزیراً ہے نہ حداً اگر یہ قتل تعزیراً ہوتا تو کبھی کبھی تو آپ کچھ اور بھی سزا ایسے شخص کو دیتے جب بھی سزا دی اور کوئی دوسری سزا ناکح محرمات ابدیہ کو نہ دے تو معلوم ہوا کہ یہی اِسکی حد ہے اور حد کے ساقط کرنے سے تعزیر واجب ہونا اسکی کیا دلیل ہے مقتضائے حدیث کا تو یہ ہے کہ جب حد اس شخص سے ساقط کی گئی تو پھر اوسکو بالکل بری کیا جاوے نہ یہ کہ اسکو تعزیر کی جاوے اِس قتل کو حد نہ سمجھنا تعزیر سمجھنا محض آپکی ناسمجھی ہے آپ پھر ایسی جرئت نہ کرین ؎

باز آتا ہی نہین وہ کجروی سے کج نہاد
بات سیدھی کا بھی اولٹا ہی وہ دیتا ہے جواب

قال صاحب الظفر غرض حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہین اور نہ
حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر ان کو قرآن اور حدیث کی مخالفت کا ڈر ہوتا تو
قرآن کی مخالف اعتقاد نہ رکھتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ اور نیز قرآن کے
مخالف یہ نہ کہتے کہ بچے کو دودہ پلانے کی مدت اڑہائی برس ہے دو برس نہین
اور بعضی تین برس کے قائل نہوتے جیسا کہ پہلے گذرا اسی طرح سے اگر حدیثون کو
مانتے تو صدہا حدیثون کا انکار کبھی نہ کرتے اور یہی وجہ ہے کہ مان کے ساتھ نکاح
کرنے والے کو قتل کر دینے کی حدیث بسبب اپنے اعتقاد بد کے نہین مانتے
ہین الخ قال المعترض اس افترا اور طعن کا عوض تو آپ کو قیامت مین ملے گا
ہم اسیقدر پر کفایت کرتے ہین کہ حنفیہ کمال مرتبہ متبع قرآن و حدیث ہین اقول
واقعی بات کو افترا کہنا آپ کا ہی کام ہے کیا ایمان کے مسئلے مین حنفیہ نے قرآن
کی مخالفت نہین کی یا رضاعت کے مسئلے مین نہین کی احادیث کا تو کچھ
ٹھکانا ہی نہین اگر حنفیہ متبع قرآن و حدیث ہوتے تو اہل رائے کیون کہلاتے
اور سلف کے کیون مطعون بنتے امام احمد وغیرہ محدثین نے لکھا ہے کہ اہل
رائے مخالف ہین اثر کے یہان پر امام احمد کی عبارت نقل کرنا مناسب
سمجہتا ہون اپنے رسالے مین جو خاص اونہون نے درباب عقائد کے
تصنیف کیا ہے فرماتے ہین وَاَصْحَابُ الرَّاْيِ هُمْ مُبْتَدِعَةٌ ضُلَّالٌ
اَعْدَاءُ السُّنَّةِ وَالْاَثَرِ يُبْطِلُوْنَ الْحَدِيْثَ ترجمہ اور اصحاب رای
بدعتی گمراہ ہین دشمن سنت اور حدیث کے باطل کرتے ہین حدیث کو شیخ عبدالقادر
جیلی رح نے حنفیہ کو مرجیہ لکہا ہے اور امام رازی نے فرمایا ہے اَمَّا اَصْحَابُ
الرَّاْيِ فَطَرِيْقَتُهُمْ غَيْرُ مَبْنِيَّةٍ عَلٰى قَانُوْنٍ مُّسْتَقِيْمٍ ملل نحل مین بھی
حنفیہ وامام ابوحنیفہ کو اہل رائی قرار دیا ہے نووی شرح مسلم مین

سو جگہ سے کم لفظا اہل الرائی کا حق مین حنفیہ کے نہ آیا ہوگا لیکن جسکے شیخی کی پہوشا گئے ہین وہ کیا کرے اوسکو تو سورج کا لاہی نظر آوسے گا۔ غرض سلف کا اتفاق ہے کہ اہل رائی واصحاب رائی مخالف ہین کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حنفیہ کو متبع قرآن وحدیث کہنا محض دہو کہا ہے ہے **قولہ** جو لوگ زکوٰۃ تجارت واجب نہین سمجہتے اُن کی البتہ یہ صفت ہے کہ نہ قرآن کو مانین نہ حدیث کو بلکہ اپنے راسے پر مدار ہے **اقول** یہ بہی قرآن وحدیث پر بہتان صریح ہے کہین قرآن وحدیث صحیح مین یہ نہین آیا کہ مال تجارت مین زکوٰۃ واجب ہے اگر آپ سچے ہین تو کوئی دلیل لائیے اگر کوئی دلیل ہوتی تو میان جی صاحب ضرور تذکرۃ الراشد مین اسکو تحریر فرماتے تذکرہ مین تو اس مسئلہ کا تذکرہ تک نہین کیا صاحب تبصرہ نے کیا آپ کو جواب دندان شکن دیا ہے اور کس خوبی سے ثابت کر دکہلایا ہے کہ مال تجارت مین زکوٰۃ واجب نہین ہے جس آیت کو آپ نے لکہا تہا اوسکا دس وجہ سے کیا عمدہ جواب دیا ہے کہ آپ بہی اسکو مانگئے اور جواب سے عاجز آئے اگر کچہہ شرم حیا ہے تو پہر اس مسئلہ کا نام نہ لیوین اگر حوصلہ ہے تو تبصرۃ النافذ کے بحث کا جواب دیوین ان شاء اللہ اس مسئلہ کی تفصیل آگے آوے گی **فانتظروہ قال** صاحب **لطفہ** مسئلہ اول اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن اور حدیث کے یہ ہے جو کہ فقہ اکبر اور شرح عقاید نسفی مین لکہا ہے اَلْاِیْمَانُ ھُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِیْقُ وَ اِیْمَانُ اَھْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی ایمان اقرار ہے اور تصدیق ہے اور ایمان اہل آسمان اور زمین کا نہین زیادہ ہوتا اور نہین کم ہوتا انتہے امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلہ مین کلام اللہ کے صریح کئی آیتون کا بہی

لے یعنی آنکہین پہوٹ گئی ہین ۱۲

اور حدیثون کا بھی اسلئے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے چنانچہ فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا یعنی جب پڑھی جاتی ہین اوپر اون کے نشانیان اسکی زیادہ کرتی ہین اُن کو ایمان الخ قال المعترض اس مقام مین صفحہ ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ مین جو اس امر کو طول دیا ہے اور اپنے زعم مین مذہب امام کو مخالف آیات قرآنیہ و احادیث قرار دیکر امام کو بھی ملعون کیا ہے وہ دلیل ہے اُنکے عدم فہم مرام امام کی اور سوء فہم پر اگر غور سے مذہب امام کا سمجھتے کبھی طعن کرتے الخ اقول صاحب ظفر نے بتمسک سُنیہ ثابت کر دیا ہے کہ اس مسئلہ مین مذہب امام کا مخالف آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ ہے آپ سے بھی ان کا سوائے تقریر بیہودہ کے کچھ جواب نہین ہو سکا اور جو مقدمات اپنے ممہد کئے ہین اکثر صاحب ظفر کے مفید مدعا کے ہین جناب اس مسئلہ مین تو سلف نے بھی امام صاحب کو مطعون کیا ہے اگر صاحب ظفر نے نقل کیا تو کیا ہوا قبل رد آپ کے تقریر لاطایل کے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے جس سے ہر خاص و عام پر حقیقت اس مسئلہ کی واضح ہو جاویگی

مقدمہ جاننا چاہیئے کہ ایمان کی زیادتی ثابت ہے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و اجماع صحابہ و تابعین سے نہین اختلاف کیا ہے سلف و خلف مین سے کسی نے مگر حنفیہ نے پہلے چند آیات لکھی جاتی ہین پھر احادیث پھر وہ عبارات لکھی جاویگی جس سے معلوم ہوگا کہ صحابہ و تابعین ہین اس مسئلہ مین اختلاف نہ تھا اللہ تعالےٰ نے سورہ فتح مین فرمایا ہے (لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ) ترجمہ تو کہ بڑھ جاوین ایمان مین ساتھ ایمان اپنے کے سورہ کہف مین ہے (وَزِدْنَاهُمْ هُدًى) یعنی زیادہ کی ہمنے ان کو ہدایت یعنی ایمان۔ سورہ مدثر مین ہے (وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا)

ترجمہ اور زیادہ ہوں وہ لوگ کہ ایمان لائے ہیں از روئے ایمان کے سورہ مریم
میں ہے (وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى) یعنی اور زیادہ کرتا ہے اللہ تعالے
اُن لوگوں کو کہ ہدایت پائی ہے ہدایت سورہ توبہ میں ہے (وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ
سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ
اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ) ترجمہ اور جب اُتاری جاتی ہے کوئی سورہ پس بعضے
ان میں سے وہ ہیں کہ کہتے ہیں کسکو تم میں زیادہ کیا اس سورہ نے ایمان میں
پس جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں پس زیادہ کیا اون کو ایمان اور وہ خوش ہوتے
ہیں سورہ آل عمران میں ہے (اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا
لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا) ترجمہ وہ لوگ کہ کہا اون لوگوں نے
ہر اٰئینہ آدمی تحقیق جمع ہوئے واسطے تمہارے پس ڈرو تم ان سے پس زیادہ
کیا ان کو ایمان ان آیات قرآنیہ سے صاف معلوم ہوا کہ ایمان مومنوں کا بڑہتا
ہے اب چند احادیث لکھی جاتی ہیں بخاری شریف میں ہے باب قول النبی
صلے اللہ علیہ وسلم بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيْدُ
وَيَنْقُصُ یعنی باب قول میں نبی صلعم کے ہے بنایا گیا ہے اسلام پانچ چیز پر
اور وہ قول اور فعل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اسی باب میں
امام بخاری نے چند آیات کو ذکر کیا ہے اور بہت سی احادیث کو بخاری کے فقط
ایک حدیث لکھی جاتی ہے (عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلعم قَالَ الْاِيْمَانُ
بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَّالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ) ترجمہ روایت ہے
ابوہریرہ رضہ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ نے
ایمان کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایک شاخ ایمان سے ہے اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ ایمان کی مثل درخت کی ہے جیسے درخت شاخوں سے بڑہتا ہے

اور شاخین کم کرنے سے کم ہوتا ہے ایسے ہی ایمان کی بہی کچھ اوپر شاخین ہین وہ بھی بڑہتا ہے اور کم ہوتا ہے ترمذی کی جلد ثانی مین ہے (بَابُ فِے اِسْتِكْمَالِ الْاِيْمَانِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ) روایت ہے عائشہ رض سے کہا اُسنے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق زیادہ کامل مومنون کا از رو ایمان کے زیادہ اچھا ان کا ہے از رو خلق کے اور زیادہ مہربان ساتھ اہل اپنے کے اور مسلم مین ہے (حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُوْنِ الرَّقِّيُّ ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ) روایت ہے عبد اللہ بن مسعود سے کہا اُسنے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین داخل ہوگا جنت مین وہ شخص جو ہو دل مین اوسکے برابر رائی کے تکبر اور نہین داخل ہوگا آگ مین وہ شخص کہ ہو دل مین برابر رائی کے دانے کے ایمان سے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بعضون کا ایمان برابر رائی کے ہوگا بعضون کا اس سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادتی کیفیت ایمان کی بہی فرمادی کہ اہل ایمان کیفیت ایمان مین بہی متفاوت ہونگے اِسکے بعد کی حدیث مین ہے ثُمَّ يَقُوْلُ اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ دِيْنَارٍ مِنَ الْاِيْمَانِ ثُمَّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ نِصْفِ دِيْنَارٍ ثُمَّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ

مین خردل الخ پہر فرمائیگا اللہ نکالو تم اوسکو جسکے دل مین ہو برابر ایک دینار کے (جو ساڑہے چار ماشہ کا ہوتا ہے) ایمان سے پہر اوسکو جسکے دل مین نصف دینار ہو پہر اوسکو جسکے دل مین برابر دانے رائی کے ہو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کا ایمان کم وبیش ہوتا ہے بعض کا برابر ایک دینار کے بعض کا برابر نصف دینار کے بعض کا برابر ایک رائی کے اب بعض احادیث اور بہی بحذف سند کے لکہی جاتی ہین سند ان کی ابن ماجہ مین ہے (عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِتْيَانٌ حَزَاوِرَةٌ فَتَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهِ إِيمَانًا) روایت ہے جندب بن عبد اللہ سے کہا تہے ہم ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ہم جوان قوی تہے پس سیکہا ہم نے ایمان کو پہلے اس سے کہ سیکہین ہم قرآن پس زیادہ ہوئے ہم ساتھ اسکے از رو ایمان کے اس حدیث مین بہی زیادتی ایمان کی بخوبی معلوم ہوتی ہے عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ روایت ہے علی رض بیٹے ابی طالب سے کہا علی رض نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایمان معرفت ہے ساتھ دل کے اور کہنا ساتہ زبان کے اور عمل کرنا ارکان سے مین کہتا ہون کہ یہہ حدیث ضعیف ہے مگر متابعات مین حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ روایت ہے مجاہد سے وہ روایت کرتے ہین ابی ہریرہ اور ابن عباس سے فرمایا ان دونون نے ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ الْإِيمَانُ يَزْدَادُ وَيَنْقُصُ روایت ہے مجاہد سے وہ روایت کرتے ہین

ابو داؤد سے فرمایا انہون نے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے انتہی
یہ تینوں اگرچہ بظاہر اثر ہین مگر حکماً مرفوع ہین کیونکہ اصول حدیث مین یہ بات
مقرر ہے کہ اگر صحابی ایسی چیز کو بیان کرے جس مین رائے اور عقل کو دخل
نہ ہو تو وہ حکماً مرفوع ہو گی زیادتی ایمان کی بہی اسی قبیل سے ہے کیونکہ کوئی
من عند نفسہ نہین کہہ سکتا کہ ایمان زیادہ و کم ہوتا ہے جب احادیث سے زیادہ
ہونا اور کم ہونا ایمان کا معلوم ہوا تو اب وہ عبارات لکہی جاتی ہین جس سے
یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ تابعین کا اس مسئلہ مین اختلاف نہ تہا سوائے حنفیو کے
اور کسی نے اس ہین اختلاف نہین کیا امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے
ہین قَالَ الْإِمَامُ اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ خَلَفِ بْنِ بَطَّالٍ الْمَالِكِيُّ الْمَغْرِبِيُّ
فِي شَرْحِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ مَذْهَبُ جَمَاعَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ سَلَفِ الْاُمَّةِ
وَخَلَفِهَا اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ وَالْحُجَّةُ عَلٰى
زِيَادَتِهِ وَنُقْصَانِهِ مَا اَوْرَدَهُ الْبُخَارِيُّ مِنَ الْاٰيَاتِ يَعْنِيْ قَوْلَهُ عَزَّ
وَجَلَّ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ الخ ترجمہ کہا امام ابو الحسن علی بیٹے
خلف بطال مالکی مغربی نے شرح مین صحیح بخاری کے مذہب جماعت اہل
سنت کا سلف اور خلف امت سے یہ ہے کہ ایمان قول اور عمل ہے
زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اور دلیل زیادتی اور نقصان ایمان پر وہ ہے
جس کو بخاری نے آیات سے وارد کیا ہے یعنی قول اللہ برتر کا تو کہ زیادہ ہون
اور وہ ایمان کے ساتہ ایمان اپنے کے آخر تک اس سے معلوم ہوا کہ مذہب
اہل سنت کا سلف سے خلف تک یہی ہے کہ ایمان زاید بھی ہوتا ہے کم بھی۔
نیز دوسری جگہ مین ہے فَاِذَا تَقَرَّرَ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَ
اَئِمَّةِ الْخَلَفِ فَهِيَ مُتَظَاهِرَةٌ مُطَابِقَةٌ عَلٰى كَوْنِ الْاِيْمَانِ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ

وَهٰذَا مَذْهَبُ السَّلَفِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ ترجمہ
پس جس وقت ثابت ہوا وہ کہ ہمنے ذکر کیا ہے مذاہب سلف سے اور اماموں
جماعت سے پس وہ سب موافق ہیں ایمان کے زیادہ اور کم ہونے پر اور یہی
مذہب سلف اور محدثین اور ایک جماعت متکلمین کا ہے امام سفارینی
لوامع الانوار میں فرماتے ہیں (وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْاِيْمَانَ عِنْدَ السَّلَفِ
وَمَنْ وَافَقَهُمْ مِنْ اَئِمَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْعِرْفَانِ يَزِيْدُ بِالطَّاعَةِ وَ
يَنْقُصُ بِالْعِصْيَانِ یعنی حاصل یہ ہے کہ ہر ائمہ ایمان نزدیک سلف
کے اور جو انکے موافق ہے ایمہ اہل سنت اور عرفان سے زیادہ ہوتا ہے
طاعت سے اور کم ہوتا ہے گناہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے (وَقَدْ
ثَبَتَ لَفْظُ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فِيْهِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُعْرَفْ فِيْهِ
مُخَالِفٌ مِنْهُمْ اِنْتَهٰى) یعنی تحقیق ثابت ہوا ہے لفظ زیادہ اور لفظ نقصان کا
اسی ایمان میں صحابہ سے اور نہیں پہچانا گیا اس میں کوئی مخالف ان میں
ابن عبد البر نے تمہید میں فرمایا ہے اَجْمَعَ اَهْلُ الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ عَلٰى اَنَّ
الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَلَا عَمَلَ اِلَّا بِنِيَّةٍ قَالَ وَالْاِيْمَانُ عِنْدَهُمْ يَزِيْدُ
بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ وَالطَّاعَةُ عِنْدَهُمْ اِيْمَانٌ اِلَّا مَا ذُكِرَ
عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهِ فَاِنَّهُمْ ذَهَبُوْا اِلٰى اَنَّ الطَّاعَةَ لَا تُسَمّٰى اِيْمَانًا
ترجمہ اجماع کیا ہے اہل فقہ اور حدیث نے اس پر کہ ایمان قول اور
عمل ہے اور نہیں عمل مگر ساتھ نیت کے کہا اور ایمان نزدیک ان کے زیادہ
ہوتا ہے طاعت سے اور کم ہوتا ہے گناہ سے اور طاعت کل ہے اسی طاعت
کا نام ایمان ہے نزدیک ان کے مگر جو ذکر کیا گیا ہے ابوحنیفہ اور اصحاب اسکے
سے پس ہر آئنہ وہ گئے ہیں اسطرف کہ طاعت نہیں نام کی گئی ایمان یہ تینوں

یہ مذہب جملہ محدثین اور اکثر سلف صالحین کا ہے اور بہت سے متکلمین کا اور یہی منقول ہے امام شافعی و اوزاعی و مالک سے نیز جو عبارت آپ نے اس مقدمہ میں محقق جلال الدین دوانی کی شرح عقاید عضدیہ سے نقل کی ہے اوس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سلف کا یہی ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں چنانچہ عبارت محقق جلال الدین کی نقل کی جاتی ہے (وَالثَّانِيْ اَنْ تَكُوْنَ اَجْزَاءً عُرْفِيَّةً لِلْاِيْمَانِ فَلَا يَلْزَمُ مِنْ عَدَمِهَا عَدَمُهُ كَمَا يُعَدُّ فِي الْعُرْفِ الشَّعْرُ وَالظُّفُرُ وَالْيَدُ وَالرِّجْلُ جُزْءًا لِزَيْدٍ مَعَ ذٰلِكَ لَا يُقَالُ بِانْعِدَامِ زَيْدٍ بِانْعِدَامِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ وَكَالْاَغْصَانِ وَالْاَوْرَاقِ لِلشَّجَرِ تُعَدُّ جُزْءًا مِنْهَا وَلَا يُقَالُ بِانْعِدَامِهَا بِانْعِدَامِهَا وَهٰذَا هُوَ مَذْهَبُ السَّلَفِ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَعْلَاهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ فَكَانَ لَفْظُ الْاِيْمَانِ عِنْدَهُمْ مَوْضُوْعًا لِلْقَدْرِ الْمُشْتَرَكِ بَيْنَ التَّصْدِيْقِ وَبَيْنَ الْاَعْمَالِ الخ) **ترجمہ** دوسرے یہ کہ اجزاء عرفیہ ہوں ایمان کے لئے اور عدم سے انکے عدم ایمان کا لازم نہ آتا ہو جیسا کہ گنے جاتے ہیں عرف میں بال اور ناخون اور ہاتھ اور پاؤں جز زید سے مثلاً باوجود اسکے نہیں کہا جاتا ہے ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہونا زید کا اور مثل شاخوں اور پتوں کے درخت کے لئے گنے جاتے ہیں جز اسے درخت سے اور نہیں بولا جاتا ہے ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہونا درخت کا اور یہی مذہب سلف کا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ایمان کچھ اوپر ستر شاخیں ہے اعلے ان کا کہنا لا اِلٰہ الا اللہ کا ہے اور ادنٰی ان کا دور کرنا ایذا کی چیزوں کا ہے رستہ سے پس تھا لفظ ایمان کا نزدیک انہیں سلف کے موضوع واسطے قدر مشترک کے درمیان تصدیق و اعمال

عبارتیں تبصرہ سے نقل کی گئی ہیں اِن عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ کل
اہل سنت والجماعت کا سوائے حنفیون کے اتفاق ہے کہ ایمان زیادہ بھی
ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے ان دلائل کے مطالعہ سے کسی کو شک وشبہ باقی
نہ رہے گا کہ ایمان کم وبیش نہیں ہوتا جب اس مقدمہ سے فارغ ہوئے تو
اب اقوال معترض کو رد کیا جاتا ہے قال المعترض تفصیل اسکی موقوف ہے
تمہید چند مقدمات پر مقدمہ اولیٰ اقول معنے ایمان کے لغت میں گرویدن
وباور کردن یعنی کسی چیز کا حق سمجھ لینا اور اوسکو مان لینا اور یقین کر لینا ہے
اور معنے شرعی میں اختلاف واقع ہوا ہے جیسا کہ شرح مقاصد میں محقق تفتا
زانی لکھتے ہیں الخ اقول یہ مقدمہ آپ کا آپ کے کچھ مفید نہیں ہے معلوم
نہیں کہ آپ نے کیوں مشقت اِسقدر اس مقدمہ کے لکھنے میں اٹھائے ہے
بلکہ یہ تو مفید مدعاے صاحب ظفر کو ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی
ہوتا ہے وجہ مفید ہونے اس مقدمہ کے صاحب ظفر کے یہ ہے کہ آپ نے
اس مقدمہ میں قطعیہ ثابت کیا ہے کہ اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ شرع میں ایمان
کس کو کہتے ہیں آپ نے چار مذھب اس میں نقل کئے ہیں اور چوتھے مذھب
میں تین شقیں نکالی ہیں عبارت آپ کی یہ ہے (یعنی بر تقدیر رابع ایمان عبارت
ہے مجموعہ تین چیز سے دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور ہاتھ وغیرہ
اعضا سے نیک کام کرنا اس تقدیر پر تین مذھب ہیں ایک یہ کہ جو شخص عمل نیک
نہ کرے اور عمل بد میں مبتلا ہو وہ کافر ہے یہ مذھب خوارج کا ہے دوسرے یہ کہ
وہ شخص نہ مومن ہے نہ کافر یہ مذھب معتزلہ کا ہے کہ درمیان ایمان وکفر کے
واسطہ کے قائل ہیں تیسرے یہ کہ وہ شخص اصل ایمان سے خارج نہیں ہے اور
نہ مستحق خلود جہنمی کا ہے بلکہ ایمان کامل سے خارج ہے اور ملقب بفاسق ہے

کے آخر تک انتہی ان ہر دو عبارت سے جن کو آپ نے نقل کیا ہے معلوم ہوا کہ سلف کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق و اعمال کا یعنی اعمال بھی جزء ایمان ہیں جب اعمال جزء ایمان ٹہرے گو کیسی ہی جزء ہوں تو ان کے زاید ہونے سے ایمان زاید ہوگا اور کم ہونے سے کم ہوگا یہی مقصود صاحب ظفر کا ہے کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے **فی الجملہ** یہ مقدمہ آپ کا کچھ صاحب ظفر کے مضر نہیں اور نہ آپ کو نافع ہے اس مقام میں ایک بات قابل غور کے ہے وہ یہ ہے کہ یہ جو حضرت معترض نے ایمان شرعی میں چار مذہب نقل کئے ہیں اہل سنت و سلف امت کے نزدیک ان چاروں میں کون معتبر ہے سو میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و سلف صالحین کے نزدیک یہی مذہب یعنی اعمال و اخل ایمان میں معتبر ہے امام نووی شرح مسلم میں ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہیں وَالْاِیْمَانُ فِی لِسَانِ الشَّرْعِ هُوَ التَّصْدِیْقُ بِالْقَلْبِ وَالْعَمَلُ بِالْاَرْکَانِ وَاِذَا فُسِّرَ بِهٰذَا تَطَرَّقَ اِلَیْهِ الزِّیَادَۃُ وَالنَّقْصُ وَهُوَ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ الخ ترجمہ ایمان کلام میں شارع کے وہ تصدیق ہے دل سے اور عمل کرنا اعضا سے جب تفسیر کیا جاوے گا ساتھ اس کے عارض ہوگی طرف اسکی زیادتی اور نقصان اور وہ مذہب ہے اہل سنت کا نیز امام نووی نے امام ابو الحسن علی بن خلف بن بطال مالکی مغربی سے نقل کیا ہے وَمَذْهَبُ جَمَاعَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ سَلَفِ الْاُمَّةِ وَخَلَفِهَا اَنَّ الْاِیْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ الخ ترجمہ مذہب جماعت اہل سنت کا سلف امت سے اور خلف سے یہ ہے کہ ایمان قول اور عمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے قسطلانی شرح بخاری میں لالکائی سے نقل کرتے ہیں عبارتہ هٰکَذَا وَرَوَی اللَّالْکَائِیُّ اَیْضًا بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنِ الْبُخَارِیِّ قَالَ لَقِیْتُ اَکْثَرَ مِنْ اَلْفِ رَجُلٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ بِالْاَمْصَارِ فَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ یَخْتَلِفُ

فِي اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ ترجمہ اور روایت کیا ہے لالکائی نے بھی ساتھ سند صحیح کے امام بخاری سے کہا ملاقات کی مین نے اکثر ہزار آدمی عُلمار شہرون سے پس مین نے کسی کو ان مین سے نہین دیکھا کہ اُنہین اختلاف کیا ہو کہ ایمان قول اور عمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے امام احمد اپنے عقیدے مین فرماتے ہین هٰذِهٖ مَذَاهِبُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاَصْحَابِ الْاَثَرِ وَاَهْلِ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِعُرُوْقِهَا الْمَعْرُوْفِيْنَ بِهَا الْمُقْتَدٰى بِهِمْ فِيْهَا مِنْ لَدُنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا وَاَدْرَكْتُ مِنْ عُلَمَاءِ الْحِجَازِ وَالشَّامِ وَغَيْرِهِمَا عَلَيْهَا فَمَنْ خَالَفَ شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ اَوْ طَعَنَ فِيْهَا اَوْ عَابَ قَائِلَهَا فَهُوَ مُخَالِفٌ مُبْتَدِعٌ وَخَارِجٌ عَنِ الْجَمَاعَةِ زَائِلٌ عَنْ مَنْهَجِ السُّنَّةِ وَسَبِيْلِ الْحَقِّ وَكَانَ قَوْلُهُمْ اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَنِيَّةٌ وَتَمَسُّكٌ بِالسُّنَّةِ وَالْاِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ وَيُسْتَثْنٰى فِي الْاِيْمَانِ غَيْرَ اَنْ يَكُوْنَ لِلشَّكِّ اِنَّمَا هُوَ سُنَّةٌ مَاضِيَةٌ عَنِ الْعُلَمَاءِ فَاِذَا سُئِلَ الرَّجُلُ مُؤْمِنٌ اَنْتَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَوْ مُؤْمِنٌ اَرْجُوْا وَيَقُوْلُ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِيْمَانَ قَوْلٌ بِلَا عَمَلٍ فَهُوَ مُرْجِئٌ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِيْمَانَ هُوَ الْقَوْلُ وَالْاَعْمَالُ شَرَائِعُ فَهُوَ مُرْجِئٌ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْاِيْمَانَ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ فَقَدْ قَالَ بِقَوْلِ الْمُرْجِئَةِ الخ حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ یہ مذاہب اہل علم واصحاب حدیث و اہل سنت کے جو تمسک کرنے والے ہین سُنّت کو اور دین مین ان کا اقتدا کیا جاتا ہے ابتدا از زمانے اصحاب نبی صلّے اللہ علیہ وسلم سے اس دن تک (یعنی یہ مذاہب جو اس رسالے مین نقل کئے جاتے ہین

استدہ رنانے صحابہ سے لیکر آج تک کے لوگون کے ہین) اور پایا مین نے علماء
حجاز اور شام اور سوا ان دونون کے انہین پر پس جس نے خلاف کیا کسی
شئے کا ان مین یا عیب لگایا قایل اسکے کو یا طعنہ کیا اسکو پس وہ مخالف بدعتی
خارج جماعت سے ہے زایل ہونے والا راستہ سنت سے اور طریقہ حق سے
پس تہا قول ان کا یہ کہ ایمان قول اور عمل اور نیت اور تمسک کرنا
کے ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے اور استثنا کیا جاوے
ایمان مین نہ واسطے شک کے سوا اسکے نہین کہ وہ سنت چلی ہے علماء سے
پس جب پوچھا جاوے آدمی تو مومن ہے پس ہر آئینہ وہ کہے مین ان شاء اللہ
مومن ہون یا مین امید رکھتا ہون کہ مین مومن ہون یا کہے مین ایمان لایا ساتھ
اللہ کے اور اسکے فرشتون کے اور کتابون کے اور پیغمبرون کے اور جسنے
گمان کیا کہ ہر آئینہ ایمان قول ہے بلا عمل کے پس وہ مرجی ہے اور جسنے گمان
کہ ہر آئینہ ایمان قول اور اعمال ہے پس شرایع مین تو وہ مرجی ہے اور جسنے
کہا کہ ایمان بڑہتا گھٹتا نہین تحقیق اسنے قول فرقہ مرجیہ کا کہا آخر تک انتہی اقوال
تو اس مقدمہ مین اہل علم سلف کے بہت ہین کہان تک ہم نقل کرتے جاوین
اگر حضرت معترض قول محقق جلال الدین کو ہی نظر غور سے دیکھین گے تو معلوم
کرلین گے کہ سلف کا یہی مذہب تہا کہ اعمال جزء ایمان ہین اور یہی مذہب موافق
حدیث شریف کے ہے جو پہلے منقول ہوئی یعنی ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین
ہین ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو تشبیہ درخت سے دی
ہے درخت شاخون کے بڑھنے سے بڑہتا ہے اور کم ہونے سے کم ہوتا ہے
اب ہم کو حاجت زاید نقل عبارات کے نہ رہی کیونکہ مقصود ہمارا انجود معترض
کی کلام سے ثابت ہوگیا جب پہلے مقدمہ کے رو سے فارغ ہوئے تو اب دوسرے

مقدمہ کا حال واضح کیا جاتا ہے **قال المعترض** مقدمہ ثانیہ جن لوگون کے نزدیک اعمال اجزاء حقیقیہ ایمان کے ہین جیسے معتزلہ وخوارج اُن کے نزدیک زیادتی ونقصان ایمان بزیادتی ونقصان اعمال ہوتی ہے کیونکہ نقصان اجزا سے نقصان کل ضروری ہے اور زیادتی جزء سے زیادتی مجموع بھی بدیہی ہو اور جن کو نزدیک اجزاء عرفیہ ایمان کے ہین اُن کے نزدیک صل ایمان کی زیادتی وکمی نہین ہے الخ **اقول** یہ بات آپ کے محض طبع زاد ہے کوئی دلیل اس پر نہین بلکہ آپ کا پہلا مقدمہ ہی اسکی تکذیب کرتا ہے کیونکہ پہلے مقدمہ مین آپ نے شرح مقاصد سے ایمان شرعی کے چار معنے نقل کئے ہین چوتھا یہ کہ یا ایمان نام ہے مجموع فعل قلبی ولسانی وافعال جوارح یعنی اعمال کا اور اسے چوتھی معنی کے ہین شقین علامہ نے شرح مقاصد مین لکھی ہین اب ظاہر ہے کہ ایمان شرعی کے تقدیر رابع پر تین اجزاء ہوئے فعل قلبی ولسانی واعمال جوارح جب کہ ایمان اس مجموعہ کا نام ٹھیرا تو اجزاء کی زاید ہونے سے مجموعہ بیشک زاید ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ہی اسی قول مین لکھا ہے کہ زیادتی جزء سے زیادتی کل بدیہی ہے پہلے ہمنے اسکو بخوبی ثابت کردیا ہے کہ ایمان شرعی نام ہے تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا یہان زیادہ تطویل کی حاجت نہین ہے **قال المعترض** مقدمہ ثالثہ زیادتی ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال نزاع اس باب مین لفظی ہے مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر نووی شرح صحیح مسلم مین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل اصفہانی شافعی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہین الْاِیْمَانُ فِی اللُّغَۃِ ھُوَ التَّصْدِیْقُ فَاِنْ عُنِیَ بِہٖ ذٰلِکَ فَلَا یَنْقُصُ لِاَنَّ التَّصْدِیْقَ لَیْسَ شَیْئًا مُتَجَزِّیًا حَتّٰی یُتَصَوَّرَ کَمَالُہٗ مَرَّۃً وَّنُقْصَانُہٗ اُخْرٰی وَالْاِیْمَانُ فِی لِسَانِ الشَّرْعِ ھُوَ التَّصْدِیْقُ بِالْقَلْبِ وَالْعَمَلُ

بلا ترکان درایۃ بہذا انطرف الیہ الزیادۃ والنقص وھو مذہب اہل السنۃ انتہی) حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان لغت مین عبارت تصدیق سے ہے پس اگر یہ معنی مراد لئے جاوین تو اس مین نقصان نہین ہوتا ہے کیونکہ نفس تصدیق کوئی چیز قابل تجزی نہین ہے کہ کمال ونقصان اس مین ہوئی اور عرف شرع مین ایمان عبارت ہے تصدیق اور اعمال سے پس اگر یہ تفسیر اختیار کی جاوے تو اس مین زیادتی ونقصان ہوگی الخ اقول زیادتی ونقصان ایمان کو بباعث زاید وکم ہونے اعمال کے نزاع لفظی سمجھنا آپ کی کم فہمی کی دلیل جلی ہے کیونکہ حنفیہ جو قائل ہین کہ ایمان کم وبیش نہین ہوتا تو ایمان شرعی کے ہین نہ ایمان لغوی کے حنفیون کے نزدیک ایمان شرعی تصدیق واقرار ہے اور صحابہ اور تابعین وائمہ محدثین کے نزدیک ایمان شرعی تصدیق واقرار واعمال تین چیز کا نام ہے حنفیون کے نزدیک ایمان شرعی بعض کے نزدیک دو جز تصدیق واقرار اور بعض کے نزدیک فقط تصدیق اور اقرار شرط ہے جب محدثین کے نزدیک ایمان شرعی کے تین جز ہین تو اب آپ بھی انصاف فرماوین کہ نزاع لفظی کیسی ہوئی نزاع تو عین ایمان شرعی مین ٹہیری چنانچہ پہلے خود ہی آپ اس کو شرح مقاصد سے نقل بھی کرچکے ہین کہ ایمان شرعی مین اختلاف ہے پھر یہان آکر اس مقدمہ مین دوسرا ڈھنگ اختیار کیا ہے پہلے کلام سے معارض اس مقدمہ کو لکھا آپ ذرا سوچ سمجھ کر لکھا کرین اور جو آپ نے عبارت امام نووی سے نقل کیا ہے سو وہ بالکل آپ کے مدعا کے خلاف ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ایمان لغوی و شرعی کی تفسیر کا فرق ہے تفسیر لغوی کے اعتبار سے ایمان مین زیادتی ونقصان نہین ہوسکتا اور تفسیر شرعی کے اعتبار سے ہوسکتا ہے ایسی ہی عبارت

شرح مقاصد وغیرہ کا یہ مطلب ہے کوئی عبارت آپ کے مدعا کے مفید نہیں ہے
ان ہر دو عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان شرعی زاید بھی ہوتا ہے
ناقص بھی ہوتا ہے وہو المطلوب اور حنفیہ سے بھی نزاع اسی ایمان شرعی
میں ہے نہ لغوی میں بہرکیف نزاع زیادتی وکمی ایمان کو لفظی کہنا سوا جہالت
کے اور کیا کہا جاوے **قال المعترض** یعنی اسی وجہ سے امام فخر الدین
رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ اختلاف یعنی زیادتی ونقصان ایمان وعدم ان کا
فرع تفسیر ایمان ہے پس اگر ایمان نفس تصدیق ہونا اختیار کیا جاوے تو
اس میں تفاوت نہیں اور اگر اعمال کا جز ہونا اختیار کیا جاوے تو اس میں تفاوت
ہوگا **اقول** جب ایمان شرعی نام تصدیق و اقرار و اعمال کا ٹھہرا تو بیشک
اس میں اعمال کے زاید و کم ہونے سے زیادتی وکمی ہوگی اور گفتگو ایمان شرعی
میں ہے نہ ایمان لغوی میں امام رازی کی عبارت سے کوئی آپکا مطلب نہیں
نکلتا امام رازی یہ تو نہیں کہتے کہ ایمان شرعی فقط تصدیق کو ہی کہتے ہیں اگر
وہ یہی فرماتے تو بھی یہ انکا فرمانا کب سماعت ہوسکتا تھا کیونکہ پہلے بسط بسیط
سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحابہ و تابعین کے نزدیک ایمان شرعی نام ہے تصدیق
و اقرار و اعمال کا نہ فقط تصدیق کا بہر حال امام رازی کی عبارت سے بھی
آپ کا کچھ مطلب نہ نکلا **قال المعترض** متقدمہ رابعہ زیادتی ونقصان ایمان
دو طور پر ممکن ہے ایک بسبب زیادت اعمال ونقصان الخ **قولہ** اور ایمان کامل
میں ہوگی محدثین کی رائے پر کہ اعمال ان کے نزدیک اجزاء کمال ایمان میں
اقول محدثین کے نزدیک بھی نفس ایمان میں زیادتی ونقصان ہوتی ہے کیونکہ
زیادتی جز سے زیادتی کل کا ہونا ظاہر ہے ثبوت اس امر کا گذرا آپ نے بھی
اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جس میں محققین کے نزدیک اعمال کے

زاید ہونے سے کمال ایمان کا زاید ہوگا نہ نفس ایمان صریح جھلا بغیر دلیل کے
آپکی بات کب سُنی جاویگی **قولہ** دوسری زیادت ونقصان ذاتی بایں طور
کہ نفس تصدیق قلبی متفاوت ہوئی بدون اعتبار اعمال صالحہ وخبیثہ کے
اس مین خلاف واقع ہے بعضوں کے نزدیک نفس تصدیق متفاوت نہین
ہوتی جیسا کہ عبارت نووی وشرح مقاصد سے واضح ہوچکا اور محقق یہ امر
ہے کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب یقین کے الخ **اقول**
آپ کی اس حق گوئی سے ہم کمال خوش ہین بیشک محقق مذہب بھی ہے
کہ نفس تصدیق بھی متفاوت ہوتی ہے جیسا کہ عبارت شرح عقاید نسفی سے
معلوم ہوتا ہے شرح عقاید مطبوعہ مطبع نولکشور کے صفحہ ۹۲ مین ہے قَالَ
بَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ لَا نُسَلِّمُ اَنَّ حَقِیْقَۃَ التَّصْدِیْقِ لَا تَقْبَلُ الزِّیَادَۃَ وَ
النُّقْصَانَ بَلْ تَتَفَاوَتُ قُوَّۃً وَضُعْفًا لِلْقَطْعِ بِاَنَّ تَصْدِیْقَ اٰحَادِ الْاُمَّۃِ
لَیْسَ کَتَصْدِیْقِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلِہٰذَا قَالَ اِبْرَاہِیْمُ وَلٰکِنْ
لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ **ترجمہ** بعض محققین نے کہا ہے کہ ہم نہین تسلیم
کرتے کہ ہرآئینہ حقیقت تصدیق کی نہین قبول کرتی زیادتی اور نقصان
کو بلکہ متفاوت ہوتی ہے از روے قوت وضعف کے واسطے یقین اس بات
کے کہ تصدیق احاد امت کی نہین ہے مثل تصدیق نبی علیہ السلام کے
اور اسی واسطے کہا ابراہیم علیہ السلام نے لیکن تو کہ اطمینان پکڑے دل
میرا۔ ایسا ہی علامہ نے شرح مقاصد وغیرہ کتب مین لکھا ہے عبارتین تمام
کتب کی صاحب تبصرۃ الناقد نے نقل کی ہین من شاء فلیرجع الیہ
قال المعترض مقدمہ خامسہ زیادت ونقصان کے معنے اصل مین
بڑھنا گھٹنا ہے باعتبار چندگی اور مساحت کے الخ **اقول** اسپر کیا دلیل ہے

کہ فقط چندگی اور مساحت کے بڑہنے کو ہی بڑہنا کہتے ہین اور کسی کے بڑہنے
کو بڑہنا نہین کہتے کیت و مقیاس وغیرہ کے بڑھنے کو کیا کہین گے ذرا
نحو میر وغیرہ کا ہی مطالعہ کیا ہوتا۔ تو ہی آپ کو معلوم ہو جاتا کہ زیادتی کئی
طرح سے ہوتی ہے بحث تمیز کو دیکھئے قولہ پس ثابت کرنا زیادتی و نقصان
کا تصدیق مین جیسا کہ محققین سے منقول ہے بمعنے اصلے مشہور نہین ہے
بلکہ بمعنی قوت و ضعف اسی وجہ سے ابو ورد حاشیہ شرح عقاید نسفیہ مین لکہتے
ہین قولہ قوۃً وضعفا ھذا مسلم لکن لا طائل تحتہ الخ اقول آپ
پہلے خود اقرار کر چکے ہین کہ محقق یہ امر ہے کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے
باعتبار مراتب یقین کے یعنی کسی کا مرتبہ یقین کا زاید ہوتا ہے کسی کا
کم اب یہان گو اسکو قوت و ضعف سے تعبیر کرین مگر ہماری مدعا کی ثبوت
کے واسطے اسیقدر کافی ہے باقی جو آپنے ابو ورد سے نقل کیا ہے کہ
اس سے کچھ نفع نہین مین کہتا ہون کہ یہ فقط ابو ورد کے طبع زادیات
سے ہے پہلون سے یہ منقول نہین ہے امام صاحب سے تو یہی منقول ہے
کہ ایمان بڑہتا گھٹتا نہین ہے ایمان آسمان والون اور زمین والون کا
برابر ہے اس عبارت امام صاحب سے کہین یہ نہین نکلتا کہ کسی طور سے
ایمان بڑہتا بھی ہے یہ جو لوگون نے بعد امام صاحب کے کہا ہے کہ امام
صاحب کی مراد یہ ہے کہ نفس تصدیق نہین بڑہتی محض لغو ہے کیونکہ کوئی
عاقل بھی ایسی بات نہین کہہ سکتا کہ کمیت تصدیق کی کم و بیش ہوتی ہے
امام شافعی و احمد وغیرہ مجتہدین ایسے پوچ بات کیون کہین گے جس نے
کہا ہے کہ ایمان مین زیادتی و نقصان ہے تو کیفیات کے لحاظ سے ہے
کہا ہے جیسے امام شافعی و احمد و جملہ محدثین اور جسنے کہا ہے کہ ایمان مین

زیادتی ونقصان نہین ہوسکتی توکیفیات کے لحاظ سے زیادتی بھی کہاں سے
بھلاجس کو شمۂ عقل سے بھی ہوگا وہ کب کہے گا کہ کیت تصدیق کی کم وبیش
ہوتی ہے یہ قول ابو وردسے محض کم تدبیر وغور کی وجہ سے سرزد ہوا ہے
قال المعترض مقدمہ سادسہ امام اعظمؒ نے فقہ اکبر مین فرمایا ہے اِیْمَانُ
اَهْلِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ یعنی ایمان آسمان اور زمین
والون کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے اور کتاب الوصیۃ مین فرمایا ہے
اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ لِاَنَّهٗ لَا یُتَصَوَّرُ نُقْصَانُهٗ اِلَّا بِزِیَادَةِ الْکُفْرِ
وَلَا یُتَصَوَّرُ زِیَادَتُهٗ اِلَّا بِنُقْصَانِ الْکُفْرِ کَیْفَ یَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ الشَّخْصُ
الْوَاحِدُ فِیْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ مُؤْمِنًا وَکَافِرًا انتہےٰ یعنے
ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص اس وجہ سے کہ نہین ہوسکتا ہے
نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے اور زیادتی اسکی نہین ممکن
ہے مگر ساتھ نقصان کفر کے اور ایکشخص کا ایک وقت مین موصوف
بایمان وکفر ہونا نہین صحیح ہے ان دونون عبارتون کے دو مطلب
ہین ایک یہ کہ ایمان مین بسبب اعمال کے زیادت وکمی نہین ہوتی جیساکہ
مؤلف عنایہ شرح ہدایہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی نے کتاب الوصیۃ کے شرح
مین اختیار کیا ہے **اقول** امام صاحب کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ایمان اہل سما وارض کا برابر ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زائد ہوتا ہے یہ جو دو مطلب
لوگون نے امام صاحب کی عبارت کے لکھے ہین محض تاویل لاطائل ہے اس
عبارت سے یہ مطلب نکالنے کے واسطے کوئی قرینہ صارفہ چاہیئے جو معنی حقیقی
کی مراد سے مانع ہو امام اعظم کی ظاہر کلام کے معنے حقیقی تو یہی ہین کہ ایمان کسی
طرح سے نہ زائد ہوتا ہے نہ کم اس کلام کی تاویل کرکے اس کلام کو حقیقت سے

پہرنے کے واسطے کوئی دلیل ضرور ہونی چاہیئے باوجود اسکے پہر بہی امام صاحب
کی عبارت مخالفت نصوص سے نہین ہوسکتی کیونکہ پہلی تاویل اکمل الدین
کا یہ مطلب ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اعمال داخل ایمان نہین ہین چونکہ
انہین اعمال کے داخل کرنے سے ایمان مین کمی بیشی پائی جاتی ہے سو
امام اعظم اسکے قائل نہین ہین اسلئے انہون نے فرمایا کہ ایمان زیادہ
نہین ہوتا اور نہ کم ہوتا ہے مین کہتا ہون کہ اس تاویل سے بہی امام صاحب
کا ذمہ مخالفت نصوص سے بری نہین ہوتا کیونکہ احادیث صحیحہ مذکورہ بالا
وعبارات سلف سے معلوم ہوا کہ اعمال داخل ایمان ہین سلف کے نزدیک
ایمان شرعی نام تصدیق واقرار واعمال کا ہے امام احمد وغیرہ نے اس شخص
کو جو اعمال کو داخل ایمان نہ جانے مرجی فرمایا ہے حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی نے بہی غنیہ مین فرمایا ہے کہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ اعمال داخل ایمان
نہین ہین اب اس تاویل سے بہی وہی مفاسد لوٹ آئے اور مخالفت کا اعتراض
قایم رہا دوسری تاویل ملا علی قاری کی جس کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب
کا یہ مطلب ہے کہ نفس تصدیق مین زیادتی ونقصان نہین ہے نہ مراتب تصدیق
مین بلکہ مراتب تصدیق کے کم وزیادہ ہوتے ہین الخ مین کہتا ہون یہ تاویل
بہی ملا صاحب کی باطل ہے دووجہ سے **اوّل** یہ کہ سلف سے یہ مضمون
بالکل منقول نہین ہے اور نہ کسی کتاب حنفیہ مین اس کا پتہ ہے بلکہ صاحب
مواقف وغیرہ نے تو قوت وضعف کو ہی زیادتی وکمی سے تعبیر کیا ہے
جیسا کہ شرح عقاید کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جو پہلے منقول ہوئی جب قوۃ
وضعف پر بہی زیادتی ونقصان کا اطلاق ہوا تو پہر یہ تاویل کیسے صحیح
ہوگی کیونکہ امام صاحب کو تو زیادتی وکمی ایمان سے ہی انکار ہے ۔

وجہ دویم کیت تصدیق مین زیادتی ونقصان کے امام شافعی وغیرہ بہی قائل نہین مین امام شافعی تو کیا کوئی عاقل بہی ایسی بات نہین کہے گا کہ نفس تصدیق مین زیادتی کمی ہوتی ہے کیونکہ نفس تصدیق متجزی ہو ہی نہین سکتی اگر امام صاحب کی یہی مراد ہے تو امام شافعی وغیرہ محدثین سے خلاف کیون کرتے تہے صاف کہدیتے کہ نفس تصدیق نہین زیادہ ہوتی بلکہ اسکے مراتب زاید وکم ہوتے ہین جب امام صاحب سے یہ منقول ہوا توہم یقین کرتے ہین کہ مراد ان کی مطلق عدم زیادتی وکمی ہے جو شامل ہے کیفیات ایمان کو **قال المعترض** بعد سمجہنے ان مقدمات کے سمجہنا چاہیئے کہ مولف ظفر مبین نے بے سمجہے بوجہے کہدیا کہ امام صاحب نے خلاف قرآن کیا ہے **اقول** جو کچہ مؤلف ظفر نے کیا خوب سمجہ کر کہا آپ نے ہی نہین سمجہا اور حال مقدمات آپ کا بخوبی واضح کیا گیا اور آپ کے کل تاویلات رکیکہ کو رد کیا گیا اب کوئی بات آپ کی اس بحث مین ایسی نہین ہے کہ اسکا جواب نہ ہوا ہو امام بخاری وشیخ عبد القادر رح نے جو مذہب حنفیہ کو رد کیا ہے اور ایمان کی زیادتی ونقصان کا ثبوت کیا ہے وہ اپنی جگہ پر بہت ٹہیک ہے ان بزرگون کا وہی مطلب ہے جو ان کے لفظون سے معلوم ہوتا ہے الحمد للہ کہ یہ بحث تمام ہوئی **قال صاحب الظفر مسئلہ بست وہشتم** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ اگر کہے شوہر اپنی عورت کو حمل تیرا مجہ سے نہین ہے تو نہین ہے لعان یہ مذہب ہے امام اعظم اور اون کے شاگرد زفر کا سوا امام اعظم اور اون کے شاگرد زفر نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے سہل بن ساعدی سے کہ عویمر عجلانی کی عورت نے زنا کیا ایک مرد سے اور حمل ہوا اوس کو تو فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر کو کہ تحقیق وحی اتاری گئی ہے بیچ قصہ
تیرے کے اور عورت تیری کے پس لعان کی دونون نے یعنی میان بیوی
نے مسجد مین **قال المعترض** سبحان اللہ نہ ہدایہ کے مطلب پر غور کیا نہ امام اعظم
کے قول کو سمجھا نہ حدیث کا مضمون خیال کیا بے تامل آنکھہ بند کر کے مخالفت
کا حکم دیدیا ۸ **اقول** آپ نے یہ بیہودہ گوئی بہت اختیار کی ہے جناب من
صاحب ظفر نے اس حدیث کا وہی مطلب سمجہا ہے جو امام شافعی وغیرہ
محدثین نے اسکا مطلب بیان کیا نہ وہ مطلب جو آپ نے بیان کئے کہ خود
آپ نے مطلب نہ ہدایہ کا سمجہا نہ قول امام اعظم کا نہ حدیث کا بغیر سمجھے
حدیث کے تاویل کے درپئے ہوئے ان شاء اللہ آپ کے بے سمجھنے کا
حال بخوبی واضح کیا جاتا ہے فانتظر **قولہ** لعان جب واجب ہوتا ہے
کہ مرد اپنی بی بی کو تہمت زنا کی لگاوے اور کوئی گواہ اوس کے پاس نہ ہو الخ
اقول تہمت زنا کی لگانے سے بھی لعان واجب ہوتا ہے اور نفے حمل
کے کرنے سے بھی لعان واجب ہوتا ہے کیونکہ نفی ولد کے کرنا یہ بھی
تہمت زنا کی لگانا ہے جب کسی آدمی نے اپنی بی بی سے کہا کہ یہ تیرا
حمل مجھ سے نہین ہے تو اس کے بھی معنے مین کہ یہ حمل حرام کا ہے
تونے زنا کیا ہے یہ زیادہ ابلغ ہوا یون کہنے سے کہ تونے زنا کیا ہے باوجود
اسکے حدیث مین بھی آچکا ہے کما سیاتی اور کیفیت لعان کی قرآن مجید
مین موجود ہے جیسا کہ آپ نے بھی اسکو نقل کیا ہے حاجت ہمارے
لکھنے کی نہین ہے **قولہ** اور جس صورت مین شوہر اپنی بی بی سے یہ کہے
کہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے اور یہ نہ کہے کہ تونے زنا کی یا اور کوئی
لفظ ایسا جس سے تہمت زنا کی ثابت ہو پس ایسی صورت مین امام اعظم

کے نزدیک اسوجہ سے لعان واجب نہین کہ منشاء وجوب لعان کا جیسا کہ آیتٔ قرآنیہ سے ثابت ہے گالے دینا زنا کی ہے اور اسقدر کہنے سے کہ حمل مجھ سے نہین ہے تہمت زنا کی نہین ثابت ہوتی ہے **اقول** جب شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے تو گالی زنا کے اسکے دی گالی زنا کی اور کس چیز کا نام ہے اس جملہ کو تہمت زنا کے نہ سمجھنا عجب بات ہے جب ایک شخص اپنی زوجہ کو کہہ رہا ہے کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے تو ضرور اوسکا بھی مطلب ہے کہ تو نے زنا کیا ہے اور اس جملہ کے کہنے سے لعان واجب ہوتا ہے اور آیۂ قرآنیہ سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ لفظ تہمت زنا کی بے صریح لگانے سے لعان واجب ہوتا ہے بلکہ آیت قرآنیہ سے تو مطلب صاحب ظفر وغیرہ محدثین کا ثابت ہوتا ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَہُمْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہُمْ شُہَدَاءُ شاہ صاحب اسکے ترجمہ مین فرماتے ہین اور جو لوگ کہ تہمت لگاتے ہین جوروؤن اپنیون کو اور نہین ہے واسطے ان کے شاہد تفسیر معالم مین لکھا ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَہُمْ یَقْذِفُوْنَ نِسَاءَہُمْ عباسے مین ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ یَقْذِفُوْنَ الْحَرَائِرَ الْمُسْلِمَاتِ الْعَفَائِفَ بِالْفِرْیَۃِ اِنْتَہٰی **ترجمہ** اور عبارات تفسیر ولفظ رمی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی جوروؤن کو تہمت لگاوین ان پر لعان واجب ہے تہمت کا لفظ عام ہے آیا لفظ زنا سے ہو یا یون کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہین ہے کیونکہ یہ بھی تہمت ہے آپ جو رمی کو فقط ایک لفظ سے خاص کرتے ہین اور اوسکو جنس عموم سے نکالتے ہین اوسکے واسطے کوئی دلیل ہونی چاہیے جس سے اطلاق آیت کو مقید

کیا جاوے آپ کی مجبوری سے تو آیت مقید نہیں ہوسکتی اور آپ کے
اصول میں تو یوں لکھا ہے کہ خبر واحد سے بھی قرآن کی تخصیص جایز نہیں
جب آپ کے نزدیک خبر واحد سے تخصیص قرآن کی جایز نہیں ہو تو محض
رائے سے کیونکر تخصیص آپ نے کی باوجودیکہ حدیث شریف سے بہی یہی
مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے نفی
حمل سے لعان کرایا کما سیجئ **قولہ** اس وجہ سے کہ حمل ہونا یقینی
نہیں جایز ہے کہ شکم اسکا ریاح سے پھول گیا ہو پس ہرگاہ حمل کا ہونا یقینی
نہوا۔ الخ۔ **اقول** امام شوکانی اسکے جواب میں فرماتے ہیں
وذهبت الهادوية وابو يوسف ومحمد الى انه لا يصح قبل الوضع مطلقاً
لاحتمال ان يكون ريحا وردّ بان هذا الاحتمال بعيد لان للحمل قرائن
قوية يظن معها وجوده ظناً قوياً وذلك كاف في اللعان كما جاز
العمل بها في اثبات عدة الحامل وترك قسمة الميراث ولا
يدفع الامر لظنون بالاحتمال البعيد وذهب ابو حنيفة والمزني
وابو طالب الى انه لا يصح اللعان والنفي قبل الوضع الا مع
الشرط لعدم اليقين وردّ بانه مشروط ان لم يلفظ به
حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ گئے ہیں ھادویہ اور ابو یوسف اور محمد اسکی طرف
کہ تحقیق لعان نہیں صحیح ہے قبل وضع حمل کے واسطے احتمال
اسکے کہ پیٹ اسکا ریح (یعنی ہوا) سے پہولا ہو اور رد کیا گیا ہے یہ قول
اسطرح سے کہ یہ احتمال بعید ہو کیونکہ حمل کے لئے قرائن قویہ ہوا کرتے
ہیں جس کے ساتھ حمل کے ہونے کا گمان قوی ہوتا ہے اور گمان قوی
لعان میں کافی ہے جیسا کہ جایز ہے عمل ساتھ انہیں قراین کے ثابت کرنے

عدت حاملہ کے اور چھوڑنا تقسیم میراث کا نہین وضع کیا جاتا ہے امرظنی احتمال بعید سے اور ابوحنیفہ اور مزنی اور ابوطالب اسطرف گئے ہین کہ نہ لعان صحیح ہے نہ نفی پہلے وضع حمل کے مگر ساتھ شرط کے واسطے نہ ہونے لقین کے اور رد کیا گیا ہے کہ وہ لعان مشروط ہے اگرچہ ظاہر لفظون سے نہ کہا گیا ہو انتہے جناب من اس تاویل کو تو محدثین نے بخوبی رد کر دیا ہے آپ کو کتب مستندین کی نہ نصیب ہون تو مسک الختام کا ہی مطالعہ فرماوین **قولہ** پس معلوم ہوا کہ مذہب امام کا اس مقام پر موافق ہے قرآن وحدیث کے آخر تک **اقول** بالکل غلط ہے مذہب امام کا اس مسئلہ مین مخالف ہے قرآن حدیث کے جیسا کہ واضح ہوا **قولہ** اور حدیث عویمر کی جو آپ نے نقل کی اور اوسکو مخالف امام سمجہ کر جبرات اعتراض کی کی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری ومسلم کا دیکھنا آپ کو نصیب نہین ہوا الخ **اقول** جناب من صحیحین کا مطالعہ صاحب ظفر نے خوب کیا ہے مگر آپ کہئے کہ آپ کو اب تک صحیح بخاری کا بھی مطالعہ نصیب نہین ہوا کیونکہ صحیح بخاری کی روایت مین صریح ہے کہ اسنے حمل کا انکار کیا تہا الفاظ بخاری کے یہ ہین وَكَانَتْ حَامِلًا فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا **ترجمہ** اور تھی وہ عورت حاملہ پس انکار کیا عویمر نے حمل اوسکے کا اور تہا بیٹا اوسکا پکارا جاتا طرف اوس عورت کی اس روایت کو ملاحظہ کرکے اپنے کم نظرے کا تو اقرار کرین **قولہ** ہان اگر کوئی حدیث ایسی نکالو کہ اوس سے حکم لعان کا صرف اسیقدر کہنے سے ثابت ہوتا ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کا درست ہوگا الخ **اقول** اگرچہ اعتراض مخالفت کے لئے وہی حدیث مذکورہ بالا کافی ہے مگر آپ کی خاطر سے ایسی حدیث بہی نقل کی جاتی ہے جس سے اسیقدر

کہنے سے حکم لعان کا ثابت ہوتا ہے منتقی الاخبار مین ہے عن ابن عباس رضی
ان رسول اللہ صلعم لاعن علی الحمل رواہ احمد ترجمہ روایت
ہے ابن عباس سے کہ تحقیق نبی صلعم نے لعان کرایا حمل پر یعنی حمل کے نفی
کر دینے سے انتہے اس کتاب مین اثر حضرت عمر کا بھی اس بارے مین
نقل کیا ہے امام شوکانی نے اسکی شرح مین اس مسئلہ کو بخوبی ثابت کر دیا ہے
اور مذہب مخالفین کو رد جسکو شوق ہو اسکی طرف رجوع کرے اگر وہ نصیب
نہو تو مسک الختام کا ہی مطالعہ کرے انتہے۔ قال صاحب الظفر
بست و نہم علینی شرح ہدایہ مین اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ مین لکہا ہے
کہ پگڑی پر مسح کرنا درست نہین اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور امام شافعی اور
امام مالک کا سوا امام اعظم اور امام شافعی اور امام مالک نے اس مسئلہ مین خلاف
کیا ہے ان دو حدیثون کا پہلی حدیث مسلم مین روایت ہے مغیرہ بن
شعبہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کہ تحقیق نبے صلعم نے وضو کیا پھر مسح کیا
اپنی پیشانی کے بالون پر اور پگڑی پر اور موزون پر دوسری حدیث احمد
اور ابو داؤد مین روایت ہے ثوبان رض سے کہ کہا بھیجا رسول خدا صلعم
نے چھوٹا لشکر پھر حکم کیا ان کو یہ کہ مسح کرین دستار سر پر یعنے پگڑیون پر
اور تساخین پر یعنی موزون پر اور صحیح کہا اس حدیث کو حاکم نے قال المعترض
امام اعظم اور امام شافعی اور امام مالک پر کیا انحصار ہے اس امر کا تو قائل
ایک جم غفیر و الانبار ہے کہ مسح صرف عمامہ پر درست نہین ہے اقول
جب رسول اللہ صلعم سے کسی مسئلہ مین حدیث صحیح ثابت ہو تو پھر اُس کا
کچھ خوف نہین کہ مخالف اُسکے اکثر ہین یا جمہور یہ بات حصہ مین مقلدین
کے ہے امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین اذا ثبتت السنۃ

لَا تُتْرَكُ لِتَرْكِ بَعْضِ النَّاسِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ أَوْ كُلِّهِمْ **ترجمہ**
جب ثابت ہو سنت نہ ترک کی جاوے گی بباعث ترک کرنے بعض لوگوں کے
یا اکثر ان کے یا کل ان کے کے انتہیٰ حالانکہ اس مسئلہ پر اکابر صحابہ و محققین
محدثین کا عمل ہے امام ترمذی اپنے جامع میں فرماتے ہیں قَالَ أَبُو عِيسَى
حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ
وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلعم مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ
وَعُمَرُ وَأَنَسٌ وَبِهِ يَقُولُ الْأَوْزَاعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ قَالُوا
يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ قَالَ وَسَمِعْتُ الْجَارُودَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُولُ سَمِعْتُ
وَكِيعَ بْنَ الْجَرَّاحِ يَقُولُ إِنْ مَسَحَ عَلَى الْعِمَامَةِ يُجْزِئُهُ لِلْأَثَرِ
ترجمہ کہا ابو عیسیٰ نے حدیث مغیرہ بیٹے شعبہ کی حدیث حسن صحیح ہے
اور وہ قول بہت سے لوگوں کا ہے اہل علم اصحاب نبی صلعم سے ان میں سے
ابوبکر صدیق رض اور عمر رض اور انس رض ہیں ساتھ اسی کے کہتے ہیں اوزاعی اور
احمد اور اسحٰق کہا انہوں نے مسح کرے عمامہ پر کہا اور سنا میں نے جارود
بیٹے معاذ سے کہتے تھے سنا میں نے وکیع بیٹے جراح سے فرماتے تھے اگر مسح
کیا عمامہ پر کافی ہوگا بباعث وارد ہونے حدیث کے امام شوکانی نیل الاوطار
میں فرماتے ہیں وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَذَهَبَ إِلَى الْجَوَازِ
الْأَوْزَاعِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَدَاوُدُ بْنُ عَلِيٍّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ إِنْ
صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلعم فَبِهِ أَقُولُ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ
مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ انتہیٰ **ترجمہ** تحقیق اختلاف کیا ہے لوگوں نے مسح میں عمامہ پر پس
گئے ہیں طرف جواز اسکے کی اوزاعی اور احمد بن حنبل اور اسحاق اور ابو ثور داود
بیٹے علی کے اور کہا شافعی نے اگر صحیح ہو خبر رسول اللہ صلعم سے اس میں کہوں گا

ہین کہا ترمذی نے اور وہی قول ہے بہت سے لوگون کا اہل علم سے آخر
قول ترمذی تک ایساہی جناب افضل المحققین نواب سید محمد صدیق حسنخان
صاحب بہادر نے مسک الختام وشرح در بہیہ مین فرمایا ہے آن اقول سے
معلوم ہوا کہ مسح عمامہ پر کرنے کی طرف بہت سے علماء محدثین مجتہدین گئے ہین
معترض کا قول کہ بہت سے لوگ اسطرف گئے ہین محض دہوکہا دہی ہے **قولہ**
نووی کی شرح صحیح مسلم مین موجود ہے یعنے اگر صرف عمامہ پر مسح کرے اور سر پر
بالکل مسح نہ کرے نہ کافی ہوگا یہ نزدیک ہمارے یعنی شافعیہ کے اور یہی مذہب
ہے مالک اور ابوحنیفہ اور اکثر علماء امت محمدیہ کا **اقول** حضرت معترض کی
چالاکی کو معلوم کرنا چاہیئے کہ امام نووی کی عبارت کو اپنے مطلب کے موافق
نقل کردیا اور جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسح عمامہ کے جواز کے طرف امام
احمد وغیرہ گئے ہین اسکو ترک کیا مین پوری عبارت امام نووی کی نقل
کرتا ہون جس سے چالاکی معترض کا حال معلوم ہوگا نووی شرح مسلم کی جلد
اول کے صفحہ ۱۳۴ مین ہے وَلَوِ اقْتَصَرَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَلَمْ يَمْسَحْ شَيْئًا مِّنَ الرَّاسِ
لَمْ يُجْزِهِ ذٰلِكَ عِنْدَنَا بِلَا خِلَافٍ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَاَبِي حَنِيْفَةَ وَاَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ
رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَذَهَبَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ
وَوَافَقَهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنَ السَّلَفِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ترجمہ** اگر اقتصار کیا صرف
عمامہ پر اور نہ مسح کیا کچھ سر پر نہین جایز ہوگا نزدیک ہمارے بلا خلاف اور یہی مذہب
امام مالک اور ابی حنیفہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ کا ہے اور گئے ہین امام احمد بن حنبل
رحمۃ اللہ علیہ طرف جواز اقتصار کی اور موافق ہوئی ہے اسکو اسپر ایک جماعت
سلف سے اللہ زیادہ جانتا ہے حضرت معترض نے (وذہب احمد بن حنبل سے)
آخر کی عبارت کو نہ لکہا کہ جس سے عوام نہ جان لین کہ اس طرف بہی کوئی گیا ہے

قولہ اور مذہب موافق ہے قرآن کے الخ **اقول** اگر یہ مذہب موافق قرآن کے ہے تو مسح عمامہ پر کرنے کا بھی موافق قرآن کے ہے **قولہ** مسح عمامہ کا کہیں قرآن میں نشان نہیں ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عمامہ سر نہیں ہے پس صرف عمامہ پر مسح کو کافی سمجھنا خلاف قرآن کے ہے **اقول** اس اعتراض کو امام شوکانی نے احسن وجہ سے رد کر دیا ہے اس مقام پر مناسب ہے کہ امام شوکانی کے عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا جاوے نیل الاوطار مین فرماتے ہین حجت پکڑی ہے حنفیہ وغیرہ نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے مسح سر کا - اور حدیث عمامہ پر مسح کرنے کی تاویل کو محتاج ہے پس نہین ترک کی جاویگی یقینی بات شک سے اور مسح عمامہ پر نہین کہلاتا ہے مسح سر کا یہ اعتراض یون دفعہ کیا گیا ہے کہ حنفیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ فقط بالون کے مسح سے سر کا مسح ہو جاتا ہے حالانکہ بالون کو سر نہین کہتے تو یہ بھی مخالف قرآن کے ہوا پس اگر کوئی کہے کہ بالون کو سر بطور مجاز کے کہتے ہین علاقہ مجاورت سے تو کہا جاویگا کہ عمامہ بھی ایسا ہی ہے اسی علاقہ سے پس تحقیق کہا جاتا ہے بوسہ دیا مین نے سر اسکے کو حالانکہ بوسہ فقط عمامہ کو دیا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ تحقیق ثابت ہوا ہے فقط مسح سر پر اور فقط عمامہ پر اور عمامہ اور سر دونون پر اور سب صحیح ثابت ہے آن حضرت صلعم سے پس اقتصار کرنا بعض احکام شرع پر بغیر کسی موجب کے شان منصفین سے بعید ہے ختم ہوا ترجمہ نیل الاوطار کا خلاصہ جواب امام شوکانی کا یہ ہے کہ حنفیہ وغیرہ کے نزدیک فقط بالون پر مسح کرنے سے مسح سر کا ہو جاتا ہے حالانکہ بالون کو سر نہین کہتے اب اسکو بھی مخالف قرآن کے کہو جو جواب اس اعتراض کا ہوگا وہی جواب عمامہ پر مسح کرنے کا تصور کرین ایک جواب یہ عاجز اس اعتراض کا دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ امسحوا برؤسکم یعنی مسح کرو

سر دن اپنے کا اللہ تعالےٰ نے کل سر کے مسح کو فرمایا ہے نہ بعض کو حالانکہ حنفیہ
کے نزدیک مسح فرض فقط ربع راس کا ہے نہ کل کا تو یہ مذہب حنفیہ کا مخالف
قرآن کے ہوا اگر یہ جواب دیوین کہ حدیث مغیرہ سے ہمنے ربع راس کی فرضیت
نکالی ہے تو ہم بہی کہین گے کہ ہمنے بھی جواز مسح عمامہ کو حدیث عمرو بن امیہ
ضمری و مغیرہ بن شعبہ و بلال کیحدیث سے نکالا ہے اگر بعض سر کا مسح موافق
قرآن ہے تو یہ بہی موافق قرآن ہے فقط **قولہ** اور احادیث مین بہی کوئی
حدیث ایسی نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف عمامہ پر مسح کافی ہے انتہیٰ

اقول - مصرع

آنکھین اگر بند ہی ہین تو پہر دن بہی رات ہے

جناب من تقلید کی پٹی کو آنکھون سے دور کیجیے اور احادیث مسح عمامہ کا ملاحظہ
کیجیے صاحب ظفر نے تو حدیث ابو داؤد کی نقل کر دی تہی کیا وہ نظر عالی سے
نہین گذری خیر اب ہمسے سنیئے منتقیٰ مین ہے عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ
قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم يَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهٖ وَخُفَّيْهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ **ترجمہ** روایت ہے عمرو بن امیہ ضمری سے کہا دیکھا مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے تہے عمامہ پر اور دونون موزون پر
روایت کیا اس کو احمد اور بخاری اور ابن ماجہ نے وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ مَسَحَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ امْسَحُوْا عَلَى
الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ **ترجمہ** روایت ہے بلال سے کہا مسح کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے موزون پر اور عمامہ پر روایت کیا اسکو ایک جماعت
نے مگر بخاری نے اور ابو داؤد نے اور احمد کی روایت مین ہے کہ تحقیق نبی

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسح کرو تم اوپر موزون کے اور عمامہ کے وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَعم وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْعِمَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ **ترجمہ** روایت ہے مغیرہ بیٹے شعبہ سے کہا وضو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسح کیا موزون پر اور عمامہ پر روایت کیا اسکو ترمذی نے اور صحیح کہا اسکو وَعَنْ سَلْمَانَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا قَدْ أَحْدَثَ وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَخْلَعَ خُفَّيْهِ فَأَمَرَهُ سَلْمَانُ أَنْ يَمْسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَعم يَمْسَحُ عَلَى خُفَّيْهِ وَعَلَى خِمَارِهِ **ترجمہ** روایت ہے سلمان رض سے ہر آئنہ اوتھون نے دیکھا ایک آدمی کو کہ تحقیق بغیر وضو کے ہوا اور وُہ ارادہ کرتا تہا نکالنے موزون کا پس حکم کیا اُسکو سلمان رض نے مسح کرنے کا موزون پر اور عمامہ پر اور کہا میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے موزون اور عمامہ پر مسح کرتے تھے وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ رَوَاهُمَا أَحْمَدُ **ترجمہ** روایت ہے ثوبان سے کہا دیکھا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کیا اور مسح کیا دونون موزون پر اور عمامہ پر روایت کیا ان دونون حدیثون کو احمد نے وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم سَرِيَّةً فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صلعم شَكَوْا إِلَيْهِ مَا أَصَابَهُمْ مِنَ الْبَرْدِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوْا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالْعَصَائِبُ الْعَمَائِمُ وَالتَّسَاخِيْنُ الْخِفَافُ روایت ہے ثوبان سے کہا بہیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا لشکر پس پہونچی اون کو سردی پس جبکہ آئے نبے صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کیا اونہون نے آپ سے جو اُنکو جاڑا سے پہونچا تہا پس آپ نے اون کو حکم کرنے کا عمامون اور موزون پر

کیا۔ راوی نے کہا عصائب سے مراد عمامے ہین اور تساخین سے مراد موزے فقط اب مین احادیث کہان تک لکہون ان احادیث کو دیکھکر شرمائیے اور بیہودہ خیالات سے باز آئیے **قولہ** اور حدیث ابو داؤد کا بہی یہی مطلب سلف سے ماثور ہے **اقول** یہ محض آپ کا سلف پر بہتان ہے ایسے محققین محدثین نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے جیسا کہ گذرا عوض سمجھے اور بے سمجھے بوجھے اعتراض کرے اسکے دماغ مین فتور ہے وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ **قال صاحب لطف** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ امام اگر نماز مین قرآن دیکھکر پڑہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری مین ہے کہ امامت کرواتا تہا حضرت عائشہ رض کو ذکوان غلام ان کا قرآن سے یعنے نماز مین قرآن دیکھکر پڑہتا تہا **قال المعترض** یہ تو فرمایئے بخاری مین یہ کہان ہے کہ ذکوان نماز مین قرآن دیکھکر پڑہتے تھے یہ آپ کا افترا ہے فرمایئے تو اس افترا کی کیا سزا ہے لئے **اقول** اس کو افترا سمجہنا آپ ہی کا کام ہے اگر ذکوان قرآن دیکھکر نہین پڑہتے تہے تو من المصحف کی قید کا کیا فائدہ ہے فقط اسیقدر کافی تہا۔ وَکَانَتْ عَائِشَۃُ یَؤُمُّھَا عَبْدُھَا۔ اور یہ جو عینی سے آپنے اسکا مطلب لکہا ہے کہ قبل شروع کرنے نماز کے قرآن کو دیکھ لیتے تہے اور اس سے یاد کرلیتے تہے جواب اسکا دو وجہ سے ہے اوّل یہ کہ یہ مطلب خلاف ظاہر کے ہے **وجہ دوم** یہ کہ خود آپ کا کلام ہی اس مطلب کے تغلیط کرتا ہے کیونکہ حضرت عمر رض سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ قرآن سے امامت کو منع کرتے تہے اگر عینی کا مطلب ٹہیک ہے تو پھر حضرت عمر رض کے منع کرنے کی

کیا وجہ ہے شاید عینی کے نزدیک قرآن دیکھکر یاد کرنا بھی منع ہوگا اب آپ
ہی انصاف کرین کہ صاحب ظفر نے جو مطلب اثر ذکوان سے سمجھا ہے وہی
درست ہے یا یہ افترا ہے کیا کہا جاوے انصاف سے تو آپ منزلون دور
ہین اس لئے خود آپ کی کلام مین ہی تعارض واقعہ ہوتا ہے برائے خدا
جو لکھا کرین سمجھ بوجھ کر لکھا کرین **قولہ** ہمنے مانا کہ اس اثر کا وہی مطلب ہے
جو آپ سمجھتے ہین مگر آپ کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت نہین ہین پہر کیون اثر
ذکوان وعائشہ سے امام پر اعتراض ہورہا ہے الخ **اقول** گو ظاہر مین
یہ آثار ہین مگر حکما مرفوع معلوم ہوتے ہین نیز حنفیہ کے نزدیک تو آثار صحابہ
حجت ہین مگر اسلئے صاحب ظفر نے ان کو ذکر کیا کہ تمہارے نزدیک آثار صحابہ
حجت ہین پہر تم کیون اُن کے مخالف عمل کرتے ہو باقی رہا قول ابن عباس
کا جو آپ نے نقل کیا ہے اس کی سند بیان کرین بعد اسکے جواب ہم سے
سنئین فقط **قال صاحب الظفر** فتاوی عالمگیری وغیرہ مین لکہا
ہے کہ امام کے پیچھے صف مین اگر جگہ موجود ہے تو نماز اکیلے کی مکروہ ہے اور
اگر جگہ نہین ہے تو نہین ہے مکروہ اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم
نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ احمد اور ابو داؤد اور ترمذی
مین روایت ہے وابصہ بن معبد رض سے کہ تحقیق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے دیکہا ایک مرد کو کہ نماز پڑھتا تہا پیچھے صف کے اکیلا پس حکم کیا اوسکو
کہ پہر پڑھے نماز اور حسن کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور صحیح کہا اس کو ابن حبان
نے اور اسکی حدیث مین طلق سے نماز نہین ہوتی اکیلے کی پیچھے صف کے
اور زیادہ کیا طبرانی نے وابصہ کی حدیث مین کہ کیون نہ داخل ہوا تو ساتہ
ان کے صف مین یا کہینچ لیتا تو کسی مرد کو **قال المعترض** اپنے آپ کو مت بہا

نہین کہ اسحدیث مین اور مذہب امام مین کیا مخالفت ہے **اقول** ذرا ہوش کیجئے یہ کیا زبان سے نکال رہے ہین صاحب ظفر نے توخوب امتیاز سے ہے لکھا ہے یہ کہئے کہ آپ کو ہی امتیاز نہین اردو کی عبارت ہی کوئی مشکل بات نہین اس ہین مخالفت کا ہونا توصاف ظاہر ہے کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑہے اسکی نماز نہین ہوتی اور امام کے نزدیک نماز ہوجاتی ہے ایک صورت مین باکراہت دوسری مین بلاکراہت سچ کہئے یہ امام کا قول مخالف حدیث کے ہے یا موافق **قولہ** اس حدیث مین کہان ہے کہ جو شخص اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اوسکو آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا وہ بضرورت کھڑا ہوا تہا کہ صف مین جگہ باقی نہین تہی یا بلاضرورت کھڑا ہوگیا تہا **اقول** اس سے صاحب ظفر کو کیا غرض حدیث مین تو مطلق ہے کہ جو شخص اکیلا صف کے پیچھے کہڑا ہو اسکی نماز نہین ہوتی خواہ بلاضرورت ہو یا باضرورت مع ذلک حدیث مین صاف تصریح موجود ہے کہ دونون صورتون سے نماز نہین ہوتی طبرانی کی روایت مین صاف ہے کہ (کیون نہ داخل ہوا تو ساتھ اون کے صف مین یا کھینچ لیتا توکسی مردکو) اس کو غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف تصریح دونون صورتون کی فرمادی ہے یعنی اگر جگہ تہی توکیون نہ تو داخل ہوگیا اگر نہ تہی توکسی دوسرے کو کیون نہ کھینچ لیا دونہی احتمال تنہا کہڑے ہونے مین تھے دونونکو آپنے بیان فرمادیا کہ تیری نماز انہین باعث سے نہ ہوئی فقط **قولہ** پہر آپ کے حکم اعادہ کے فرمانے سے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ اکیلے نماز ہوتی ہی نہین الخ **اقول** مطلق کی روایت سے جس کو صاحب ظفر نے نقل کیا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اکیلا صف کے پیچھے کہڑا ہو اسکی نماز ہوتی ہی نہین

افسوس ہے کہ آپ احادیث کو بھی نظر نہین کرتے بلا سوچے سمجھے جو چاہتے
ہین لکھدیتے ہین جو قول آپ کا ہوتا ہے چشم بد دور سننے والا بہت تعجب
کرتا ہے یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ کراہیت تنزیہیہ مین بھی اعادہ نماز کا اولے
ہے جناب من یہان اولے اور خلاف اولے مین گفتگو نہین ہے گفتگو تو یہان
اس امر مین ہے کہ نماز ہی سرے سے ہوتی ہے یا نہین حدیث سے معلوم
ہوتا ہے کہ سِرے سے نماز ہی نہین ہوتی نہ یہ کہ مکروہ ہوتی ہے۔ فقط
قال صاحب الظفر اور ایک مسئلہ امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور
امام احمد بن حنبل کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم
مین اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ مین اور علامہ محمد نے زرقانی شرح موطا
امام مالک مین لکھا ہے کہ اعتکاف مین بیٹھنے والا داخل ہووے جگہ اعتکاف کے
پہلے غروب ہونے کے آفتاب سے سوا امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ نے اس مسئلہ مین
خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلعم إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ
دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ یعنی کہا تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت
کہ ارادہ کرتے اعتکاف کرنے کا نماز پڑھتے فجر کی پھر داخل ہوتے بیچ جگہہ
اعتکاف اپنے کے **فائدہ** یہ حدیث صاف دلیل ہے اس پر کہ ابتداء
اعتکاف کے بعد نماز فجر کی ہے اور یہی مذہب ہے اوزاعی اور ثوری
اور لیث کا بیچ ایک قول کے اور ائمہ اربعہ جو قائل اسکے نہین ہین سوا انکے
نزدیک تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ حضرت ساتھ نیت اعتکاف کے پہلے غروب
ہونے آفتاب کے مسجد مین آتے تھے اور شب کو وہان رہتے تھے جب نماز
صبح کی پڑھتے تو اس حجرے مین کہ اعتکاف کے لئے بوریئے کا بنایا جاتا تھا داخل

ہوتے تا الگ رہین لوگون سے پس ابتداے اعتکاف کا مغرب کے وقت سے تہا اور داخل ہونا اعتکاف کی جگہ مین صبح کو اسی طرح لکہا ہے شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ مین سو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تاویل باطل اور بالکل خلاف ہے ظاہر حدیث کے اور سُنت مقدم ہے احتمال عقلی پر اسی طرح لکہا ہے مسک الختام شرح بلوغ المرام مین **قال المعترض** ہم آپ سے بقسم پوچھتے ہین کہ اسکے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے ظاہر ہے لفظ معتکف سے یہی ہے جو ایمہ اربعہ سمجہے ہین **اقول** ہم آپ سے بقسم پوچھتے ہین کہ کیا آپ کو باطل ہونا اس احتمال کا معلوم نہین اگر نہین معلوم ہے تو خیر ہم بتاے دیتے ہین سُنئے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھکر معتکف مین تشریف لاتے تہے اعتکاف کے لئے اور آیمہ اربعہ کے نزدیک یہ ہے کہ قبل غروب کے اعتکاف کرتے تہے ظاہر ہے کہ قبل غروب کا اس حدیث سے کہین اثر نہین معلوم ہوتا لہذا اسکے باطل ہونے مین کیا شبہہ ہے **قولہ** اور مسک الختام کتاب غیر معتبر ہے بسبب اسکے کہ مصنف اسکا غیر معتبرین سے ہے اوسکے حکم کا کیا اعتبار ہے۔ **اقول** مسک الختام تو عمدہ کتاب ہے کہ قبل اوس کے ایسی شرح بلوغ المرام کے تصنیف ہے نہین ہوئی ہر ہر مسئلہ کو مؤلف نے کمال عرق ریزی سے بقاعدۂ محدثین کے لکہا ہے اور تاویل اور تحریف جاہلین کو باطل کیا ہے اللہ تعالے اسکے مؤلف کو جزاے خیر عنایت کرے آپ جیسے خفاش نظرون کو یہ آفتاب تحقیق کا نہ نظر آوسے تو اپنے بصارت کا علاج کیجئے اور آپکے مصداق حال یہ کیا ہی شعر شاعر کا ہے۔ **شعر**

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۞ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مسک الختام تو وہ کتاب ہے کہ جس کو علماء حرمین شریفین و علماء حجاز و مصر و شام
و یمن نے پسند کیا ہے ایک آپ اور ایک آپ کے وکیل کے کہدینے سے کیا
کوئی کتاب معتبر غیر معتبر ہوجاوے گی آپ کے بہائیون نے تو جمیع حدیث کے
کتابون کو غیر معتبر کہدیا ہے دیکہئے قاری عبدالرحمن پانی پتی لکہتے ہین کہ
ان حدیث کی کتابون کا کیا اعتبار رہا ہان آپ کی کتب جو جامع رطب و یابس
و مذہب بین بین کی ہین وہ البتہ بیشک غیر معتبر ہین اسی واسطے کوئی اون کو
پوچہتا نہین بخلاف کتب مولف مسک الختام کے کہ ایک عالم اون کا خواہان
ہین اور یہ جو دلیل آپ نے اس کتاب کے غیر معتبر ہونے کے لکہی ہے نہایت
ہی واہیات ہے مولف مسک الختام کا تو وہ محقق مفسر محدث ہے کہ قرون
سابقہ مین بہی اسکا نظیر نہین نظر آتا آپ ہی بتا دیوین کہ پہلے اس کثرت سے
کس نے تصانیف کی ہین اور ایسی تصانیف کس مولف کی مشہور ہوئی ہین یہی وجہ
ہے کہ علماء حجاز و یمن و مصر آپ کے نام سے گردن پست کر لیتے ہین اور آپ کے
تحقیق سے انحراف نہین کرتے آپکو مجدد اس صدی کا خیال کرتے ہین جو جو
آپ کے اوصاف حمیدہ و افعال پسندیدہ ہین مجہ کو کیا طاقت ہے کہ مین لکہون
مصنفین تفسیر فتح البیان و عون الباری شرح صحیح بخاری و ابجد العلوم
و دلیل الطالب وغیرہا کتب مؤلفہ مولف مسک الختام دام مجدہٗ کو دیکہکر
آپ کی قدر و منزلت معلوم کر سکتے ہین **قولہ** سیدہا امور مسک الختام مین
خلاف تحقیق و مخالف سلف صالح موجود ہین **اقول** بندے خدا کے جہوٹہ
اور افترا پر کیون کمر باندہ کر طیار رہتے ہوئے ہو کبہی تو سچ بہی بولا کرو
مسک الختام مین تو کوئی امر بہی خلاف سلف صالحین کے نہین ہے آپکو
قسم ہے کہ آپ دس پانچ امر ہی خلاف سلف صالح کے اس مین سے نکالدین

صدمہ تو ایک طرف آپ تو کیا اگر آپ کے سب انصار بھی جمع ہو کر نکالین تو بھی نہ نکل سکے ہان یہ کہیئے تو بجا ہے کہ مسک الختام مین صدہا امور خلاف تحقیق و مخالف اہل ر اے کے ہین مگراسپر بہر آپ کو ایک اور قباحت واقع ہوگی کہ بخاری و مسلم بلکہ قرآن شریف مین بھی بہت سی امور خلاف اہل ر ائے کے ہین آپ سے مجہ کو کچھ تعجب بھی نہین کہ قرآن وحدیث کو بھی بے اعتبار ٹہیرا دیوین آپ کے بہائی تو ٹہیرا ہی چکے ہین یہ بھی ایک قیامت کی علامت سے قیامت بہت قریب ہے دیکہیئے آپ لوگ آگے چلکر اور کیا کرتے ہین اللہ آپ کو ہدایت کرے **قولہ** اور موافق مذہب آئمہ اربعہ کے یہ حدیث ہے جس کو دارقطنی اور بیہقی نے شعب الایمان مین عائشہ سے روایت کیا اَنَّ النَّبِیَّ صلعم کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ الخ **اقول** اسحدیث سے اور جو احادیث آپ نے نقل کی ہین کوئی مطلب آپ کا نہین نکلتا کیونکہ ان احادیث کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عشرہ اخیرہ مین اعتکاف کرتے تہے اس سے یہ نہین نکلتا کہ ابتدا اعتکاف کے قبل غروب آفتاب کے تہی ہان اگر کوئی ایسی حدیث نقل کرین جس سے صریح یہ معلوم ہو کہ ابتدار اعتکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہی تو البتہ آپ کے مدعا کی تائید ہوسکتی ہے بدون اس کے خرط القتاد ہے **قولہ** اور بڑ ظاہر ہے کہ عشرہ اخیرہ رمضان مین اکیسوین شب داخل ہے کیونکہ شرعا رات گذشتہ آیندہ دن کے تابع ہوتی ہے الی قولہ پس عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جبھی صحیح ہوگا کہ معتکف مسجد مین قبل غروب آفتاب بیسوین تاریخ کی جاوے تو شب کیسوین کہ عشرہ اخیرہ مین داخل ہے داخل اعتکاف ہو جاوے **اقول** صاحب ظفر اسکا کب انکار کرتا ہے کہ حجت آپ کی اس پر تمام ہو ہان اگر صاحب ظفر یہ

کہتا ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اکیسوین کو معتکف مین داخل ہوتے
تھے تو البتہ یہ کلام آپ کا صحیح ہو سکتا تہا بلکہ محدثین اور صاحب ظفر کا تو یہ قول
ہے کہ صبح بیسوین کو معتکف مین داخل ہو تو کہ دونون حدیثون پر عمل صحیح ہو
یُجْمَعُ بَیْنَ الْاٰثَارِ و تتہ میرا اور میرے بہت بہائیون کا اس پر عمل ہے کہ صبح کو بیسوین
کے معتکف مین داخل ہوئے ہین تو کہ اس حدیث مذکورہ پر بہی عمل ہو اور عشرہ
اخیرہ کا بہی اعتکاف صحیح ہو الحمد للہ کہ سب قول آپ کے لغو ہوئے اور مولف
فتح المبین نے بہی یہی ثابت کیا ہے کہ عشرہ اخیرہ مین شب اکیسوین بہی داخل
ہے اسکا بہی جواب وہی ہے جو اوپر گزرا **قال صاحب لطفہ** ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ جنازے کی نماز مین پانچ تکبیرین کہنی جایز نہین اگر
امام پانچ تکبیرین کہے تو مقتدی متابعت اوسکی نکرتے اور یہ مذہب امام اعظم
کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ مسلم مین
روایت ہے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے کہا تہے زید بن ارقم تکبیرین کہتے ہمارے
جنازون پر چار اور تحقیق اونہون نے تکبیرین کہین ایک جنازے پر پانچ پس
پوچہا مین نے ان سے کہ ہمیشہ چار تکبیرین کہتے تہے آج پانچ کیون کہین۔
پس کہا اونہون نے کہ تہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پانچ تکبیرین کہتے ہ

فائدہ

بلوغ المرام مین ہے کہ حضرت علی رضہ نے سہل بن حنیف کے جنازے پر چہہ
تکبیرین کہین اور زرقانی شرح موطا امام مالک مین ہے کہ ابن مسعود نے جنازے
کی نماز مین پانچ تکبیرین کہین اور حضرت علی رضہ اہل بدر پر چہہ تکبیرین
کہا کرتے تہے **قال المعترض** آپ نے حدیث صحیح مسلم کو کسی طالب علم سے

پڑھلے اور عبارت نووی کی جو اسکی شرح میں لکھی ہے نہ پڑھی تا حقیقت منکشف ہو جاتی دیوانگی طبع مبارک سے بھی جاتی رہتی نووی کی عبارت یہ ہے قالہ

قولہ یہ حدیث منسوخ ہے دلالت کیا ہے اجماع علماء امت محمدیہ نے اسکے منسوخ ہونے پر **اقول** معترض صاحب کو اپنے اصول کی بھی خبر نہیں ہے کہ اجماع بھی ناسخ سنت کے ہو سکتا ہے یا نہیں اور نہیں تو نور الانوار کا ہی مطالعہ کر لیا ہوتا کیا امام نووی کے کسی حدیث کو منسوخ لکھ دینے سے وہ حدیث منسوخ ہو جاوے گی امام نووی کون کہ احادیث کو منسوخ ٹھیراوین اگر امام نووی کے کہنے پر حدیث کی منسوخیت کا دارمدار ہے تو بہت سا مذہب حنفی آپ کو منسوخ کہنا پڑیگا کیونکہ اکثر احادیث کو جن سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے امام نووی نے ضعیف اور منسوخ کہا ہے اذلیس فلیس اب ہم اس آپ کے کلام پر مفصل کلام کرتے ہین دو وجہ سے۔

وجہ اوّل

یہ ہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ اجماع چار تکبیرون پر ہوا ہے جو شخص مدعی اجماع کا ہو وہ سند اجماع کی بیان کرے اور داعی اجماع کا بیان کرے کیونکہ بغیر دونون امرون کے اجماع کا انعقاد نہین ہو سکتا مسلم الثبوت میں ہے لا اجماع الا عن مستند یعنی نہین اجماع مگر سند سے نور الانوار مین ہے لانہ لابدمن داع علی ما قال المحققون یعنی ضرور ہے اجماع کے لئے داعی سے جیسا کہ مصنف نے کہا ہے ان دونون عبارتون سے معلوم ہوا کہ اجماع کے لئے ان دو چیزون کا ہونا ضرور ہے اب جو مدعی اجماع کا ہو وہ ان دونون کو بیان کرے پہلے تو ہمنے بطور منع کے یہ کلام کیا تھا اب اس سے ترقی کر کے

دعوی کرتے ہین کہ اجماع نہین ہوا کیونکہ دو حال سے خالی نہین اجماع سے مراد اصحابہ کا اجماع ہے یا غیر کا اجماع صحابہ کا تو ظاہر ہے کہ نہین ہوا کیونکہ اگر صحابہ کا اجماع ہوتا تو حضرت علی و زید بن ارقم وغیرہ اسکے کیون خلاف کرتے روایت حضرت علی ہو و زید بن ارقم و عبد اللہ بن مسعود کے کلام صاحب طیبہ مین گذری اور اگر صحابہ کے غیر کا اجماع مراد ہے تو اوس کو بیان کرین کہ کس زمانہ مین اجماع ہوا تو کہ اس پر کلام کیا جاوے مگر عبارت ترمذی کا ملاحظہ کرلیوین کیونکہ ترمذی نے اپنے جامع مین نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ اور سوا اون کے اور بہی پانچ تکبیرون کیطرف گئے ہین اب آپ خیال کرین کہ غیر تم اور کون مراد ہین اور امام احمد اور اسحق نے بہی فرمایا ہے کہ اگر امام پانچ تکبیرین کہے تو مقتدی اوس کی تابعداری کرے اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ امام احمد و اسحق تک تو اجماع نہین ہوا اور معلوم نہین یہ اجماع کہان سے آگیا امام احمد نے سچ فرمایا ہے کہ جو دعوے اجماع کا کرے وہ جھوٹہا ہے ۔

تمام ہوئی وجہ اول

وجہ دوم

اگر ہم مان بھی لیوین کہ اجماع چار تکبیرون پر ہوگیا ہے کہ چار تکبیر سے زیادہ نہ کہی جاوین اس پر بہی ہم کہتے ہین کہ جس کو ادنی المام علم اصول سے ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ اجماع ناسخ سنت اور کتاب کے نہین ہوتا نور الانوار مین ہے وَالْقِيَاسُ لَا يَصْلُحُ نَاسِخًا اَیْ لِکُلٍّ مِّنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَالْاِجْمَاعِ اِلٰی اَنْ قَالَ وَکَذَا الْاِجْمَاعُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ لَا يَصْلُحُ نَاسِخًا لِشَيْءٍ مِّنَ الثَّلَاثَةِ لِاَنَّهٗ عِبَارَةٌ عَنْ اِجْتِمَاعِ الْآرَاءِ یعنی قیاس نہین صلاحیت رکہتا ہے نسخ کو بعض

ہرایک کو کتاب و سُنّت و اجماع سے منسوخ کرنے کی صلاحیت نہین رکہتا یہان تک فرمایا کہ ایسا ہی اجماع نزدیک جمہور کے نہین صلاحیت رکہتا ہے نسخ کے واسطے کسی شئے کی اور کسی کیونکہ وہ عبارت ہے مجتمع ہونے راؤن سے انتہے اس سے معلوم ہوا کہ اجماع سے سُنّت منسوخ نہین ہوسکتی اس تحقیق سے لغو ہوگئے کل قول معترض کے آخر قول تک اور یہی جواب ہے قول نووی و حازمی کا اور مؤلف فتح المبین نے بہی اس مین کوئی نئی بات سوا اس کے نہین لکہی ان کا بہی جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

فائدہ

جاننا چاہیئے کہ صاحب ظفر نے فقط کلام جواز زاید تکبیرات پر کیا ہے کہ چار سے زایدہ بہی جائز ہین یا نہین ہاتہے رہا راجح کیا ہے راجح چار ہی ہین کما قال الشوکانی فی نیل الاوطار امام صاحب کے نزدیک چار سے زاید جائز ہی نہین ہین اس پر صاحب ظفر کا اعتراض ہے **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت مین بعد دونون سجدون کے جلسہ استراحت کا کرنا یعنی بیٹہکر اُٹہنا درست نہین اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سوا امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے۔ ان چار حدیثون کا پہلی حدیث بخاری اور ترمذی اور نسائی مین روایت ہے مالک بن حویرث رض سے کہ تحقیق دیکہا انہون نے دیکہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑہتے ہیتے پس جس وقت ہوتے بیچ طاق رکعت کے نماز اپنی سے نہ کہڑے ہوتے یہان تک کہ سیدہے بیٹہتے۔ الخ **قال المعترض** آپ کو یہ بہی معلوم ہی نہین کہ اس امر کے صرف امام اعظم نہین قائل ہین بلکہ ایک جماعت عظیمہ صحابہ کا یہی مشرب ہے اور بعد زمانہ صحابہ کے ایک طائفہ عظیمہ علماء کا یہی قول ہے الخ

اقول ان نکمی باتون سے کیا حاصل صاحب ظفر کے نزدیک تو اقوال و افعال صحابہ کے مطلق حجت ہے نہین چہ جائیکہ حدیث مرفوع کے مقابل مین اگر عدم جلسہ استراحت کے بارے مین کوئی حدیث صحیح آپ کے پاس ہے تو لائیے ورنہ فقط دو چار آثار سے کام نہین چلتا حالانکہ خود آپ امام الکلام مین فرما چکے ہین کہ قول صحابی کا وقت مرفوع حدیث کے حجت نہین ہے عبارت آپ کی یہ ہے اَلسَّادِسُ اَنَّہٗ صَرَّحَ ابْنُ الْہُمَامِ وَغَیْرُہٗ اَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِیِّ حُجَّۃٌ مَالَمْ تَنْفِہٖ شَیْءٌ مِنَ السُّنَّۃِ انتہی یعنی چھٹا یہ ہے کہ تصریح کی ہے ابن الہمام وغیرہ نے کہ قول صحابی کا حجت ہے جب تک کہ نفی کرے اسکو کوئی شئے سنت سے پس اب جو آثار آپ نے نقل کئے ہین مقابل ہین احادیث مرفوعہ کے سب آپکے ہی کلام سے لغو ہین **قولہ** اور نووی نے لکھا ہے الخ **اقول** جناب من اگر آپ پوری عبارت امام نووی کی نقل کر دیتے تو کیا خوب ہوتا انصاف کیجئے کہ امام نووی نے کسکو ترجیح دی ہے امام نووی نے تو جلسہ استراحت کو ہی ثابت کیا ہے جیسا کہ نہین پوشیدہ ہے جسنے مطالعہ نووی کا کیا ہے **قولہ** اور قاسم بن قطلوبغا کے رسالے اَلْاُسُوْسُ فِیْ کَیْفِیَّۃِ الْجُلُوْسِ مین ہے الخ **اقول** قاسم بن قطلوبغا کا یہ قول محض بے اصل ہے کوئی اس پر دلیل نہین ہے اگر اس قول کی کوئی سند ہو تو لائیے بہلا اگر صحابہ کا اجماع عدم جلسہ استراحت پر ہوتا تو امام شافعی وغیرہ مجتہدین کیون اس کے قائل ہوتے اور امام احمد اسکی طرف کیون رجوع کرتے امام شوکانی نیل الاوطار مین فرماتے ہین جلد ثانی مین ہے: وَقَدْ ذَہَبَ اِلٰی ذٰلِکَ الشَّافِعِیُّ فِی الْمَشْہُوْرِ عَنْہُ وَطَائِفَۃٌ مِنْ اَہْلِ الْحَدِیْثِ وَعَنْ اَحْمَدَ رِوَایَتَانِ وَذَکَرَ الْخَلَّالُ اَنَّ اَحْمَدَ رَجَعَ اِلَی الْقَوْلِ بِہَا انتہی اور تحقیق گئے ہین طرف اسکی امام شافعی مشہور قول مین اور ایک طائفہ اہلحدیث کا

اور امام احمد سے دو روایتین ہین اور خلال نے امام احمد سے ذکر کیا ہے کہ ہیر اُنہون نے اسکی طرف یعنی جلسہ استراحت کے قول کیطرف رجوع کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب آنکہہ بند کر کے بکتے چلے جاتے ہین اپنے اصول فروع کا بہی ملاحظہ نہین فرماتے کیا مجتہد ہونے کے واسطے اصول فقہ مین یہ شرط نہین لکہی ہے کہ اس کو اجماع سابق کی خبر ہو بہلا امام شافعی و احمد کیسے مجتہد تہے کہ اون کو اس اجماع کی خبر نہ ہوئی **قولہ** اور کرنا اس کا حنفیہ کو نزدیک بالکلیہ منع نہین ہے یا اینہمہ امام ابو حنیفہ پر اس مسئلہ مین اعتراض کرنا خالی سفاہت سے نہین **اقول** اکثر متون فقہ مین لکہا ہے کہ جلسہ استراحت جایز نہین ہے اور یہی ظاہر روایت ہے شذوذ کا کیا اعتبار یون تو فقہ ایک ایسی معجون مرکب ہے کہ اس مین ہر قسم کی روایتین موجود ہین مگر محققین کے نزدیک اعتبار ظاہر روایت کا ہے صاحب ظفر نے اعتراض بنا بر ظاہر روایت کے کیا ہے ظاہر روایت کا نہ خیال کرنا یہ محض آپ کی سفاہت اور ونہو کہا وہی ہے معترض کا عجیب حال ہے کہ کہین ظاہر روایت و متون معتبرہ کا اعتبار کرتے ہین کبہی روایات شاذہ کیطرف دوڑتے ہین یہ سب خرابی تقلید کی وجہ سے ہے حضرت معترض تقلید کا پردہ اُٹہا کر انصاف سے دیکہا کرین فقط **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ نہ مارے حد مولے غلام اپنے کو مگر ساتہ اذن امام کے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان تین حدیثون کا پہلی حدیث مسلم مین روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ کہا سنا مین نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تہے جب زنا کرے لونڈی کسی کی تم مین سے پہر ظاہر ہو زنا اوس کا تو چاہیئے کہ مارے اوس کو حد اور نہ ملامت کرے اوس کو پہر اگر تیسری بار زنا کرے تو بیچڈالے

اوس کو اگرچہ بالون کی رسی پر سے کوئی لیوے دوسری حدیث ابو داؤد مین روایت ہے حضرت علی رضہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قایم کرو حد اپنی لونڈی غلامون پر **قال المعترض** یہ جو حدیثین آپنے صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد سے بیان کین اس مین تیسری حدیث تو مرفوع نہین صرف حضرت علے رضہ کا قول ہے۔ الخ **اقول** تیسری حدیث کو مرفوع نہ جاننا اسپر دال ہے کہ معترض کو کچھ اصُول سے گذر نہین کیونکہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ زیادتی ثقہ کی معتبر ہے یہ حدیث حضرت علے رضہ کے بعض طرق سے مرفوع آئی ہے جیسا کہ روایت ابو داؤد سے معلوم ہوتا ہے اور بعض طرق سے موقوف تو اب بموجب قاعدہ اصُول کے یہ حدیث مرفوع شمار کی جاوے گی مع ذلک حجت کے لئے تو ایک حدیث ہی کافی ہے چہ جائیکہ آپ دو حدیثون کے مرفوع ہونے کا اقرار کرتے ہین **قولہ** ان سب سے یہ کہان نکلتا ہے کہ بغیر اذن امام کے مولے حد مارے تا مخالف لازم آوے **اقول** جواب اس کا کئی وجہ سے ہے۔

وجہ اوّل

یہ ہے کہ ظاہر حدیث سے یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ سید کو اپنے غلام پر حد قایم کرنے کے لئے اذن کی کچھ حاجت نہین ہے اور یہی مطلب ان احادیث سے صحابہ وتابعین وعلماء مجتہدین نے سمجھا ہے امام ترمذی اپنے جامع مین تحت حدیث ابی ہریرہ رضہ اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَجْلِدْهَا کے فرماتے ہین وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلعم وَغَيْرِهِمْ رَاَوْا اَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ الْحَدَّ عَلٰى مَمْلُوكِهِ دُوْنَ السُّلْطَانِ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُدْفَعُ اِلَى السُّلْطَانِ وَلَا يُقِيمُ الْحَدَّ هُوَ بِنَفْسِهِ وَالْقَوْلُ

۱۷۔ قال الشیخ **ترجمہ** اور عمل اسیر نزدیک بعض اہل علم کے ہے اصحاب نبی صلعم
اور سوا ان کے سے جایز رکھتے ہین اس کو کہ قایم کرے آدمی حد کو اپنے غلام پر
ماسوا سلطان کے اور یہی قول احمدؒ اور اسحٰقؒ کا ہے اور کہا بعض ان کے نے
دفع کرے طرف سلطان کے اور نہ قایم کرے وہ حد کو خود اور قول پہلا زیادہ
صحیح ہے امام نووی شرح مسلم مین فرماتے ہین وَفِیْہِ اَنَّ السَّیِّدَ یُقِیْمُ الْحَدَّ عَلٰی
عَبْدِہٖ وَاَمَتِہٖ وَھٰذَا مَذْھَبُنَا وَمَذْھَبُ مَالِکٍ وَاَحْمَدَ وَجَمَاھِیْرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ
الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ فَمَنْ بَعْدَھُمْ وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رح فِیْ طَائِفَۃٍ لَیْسَ لَہٗ ذٰلِکَ
وَھٰذَا الْحَدِیْثُ صَرِیْحٌ فِی الدَّلَالَۃِ لِلْجُمْھُوْرِ **ترجمہ** اور اس مین یہ ہے کہ ہر آئینہ
سید قایم کرے حد کو اپنے غلام اور باندی پر اور یہ مذہب ہمارا ہے اور مذہب
مالکؒ اور احمدؒ اور جمہور علماء کا صحابہؓ اور تابعین سے اور ان لوگون سے جو بعد
ان کے ہین کہا ابو حنیفہ رح نے بیچ ایک جماعت کے کہ نہین ہے واسطے اوسکے
یہ اور یہ حدیث صریح ہے دلالت کرنے مین تایید مذہب کے جمہور کے لئے اور
افضل المحققین جناب نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر
مسک الختام شرح بلوغ المرام مین فرماتے ہین صفحہ ۱۸۳ جلد ثانی مین ہے حدیث
دال ست بر اقامت حد بر ممالیک و عام ست در ذکور و اناث و مطلق ست در
محصن و غیر محصن و بر آنکہ وجوب اقامت بر مالک ست و در مزوجہ اختلاف
کردہ اند جمہور گویند حد با ختیار سید ست و نزد مالک باختیار امام مگر آنکہ زوج
او عبد سید باشد کہ درین حال اختیارش بسید بخواہد بود وظاہر حدیث عدم اشتراط
صلاحیت سید ست ابن حزم گفتہ سید اقامت کند مگر آنکہ کافر باشد زیرا کہ تقرید
کفار بر صغار ست و در اقامت وے حد را منافات ست و نیز ظاہر ش در
اختیار حد سرقہ و شرب خمر ست برائے سید و جماعتے در ان خلاف کردہ

بلادلیل نا مثل عبد الرزاق از ابن عمر آورده که وے دست غلام خود برید در سرقه وجلد کرد در زنا بدون رفع بسوے حاکم و مالک در موطا آورده که غلامے از بنت عبد اللہ بن بکر دزدی کرده بود و بدان اعتراف نموده بحکم عائشہ رضہ دست او بریده شد و شافعی و عبد الرزاق از حسین بن محمد بن علی رضہ روایت کرده اند که فاطمه بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حد زد داه خود را که زنا کرده بود و ابن وهب از عمرو بن دینار اخراج کرده که فاطمه تیجاه تازیانه میزد ولیده خود را وقتیکه زنا سے کرد الخ ان عبارات منقولات سے معلوم ہوا کہ مذہب جمہور علماء کا یہی ہے کہ مولیٰ اپنے غلام کو حد مارے بغیر اذن سلطان کے صحابہ کرام و تابعین عظام و جمہور علماء محدثین و مجتہدین نے ان احادیث سے یہی مطلب سمجھا ہے حالانکہ وہ لوگ اہل لسان تھے ان احادیث کا دوسرا مطلب بتانا طعن کرنا ہے صحابہ و تابعین و علماء مجتہدین پر دیکھئے ابن عمر و کیسے متبع سنت تھے اونہوں نے بھی یہی مطلب سمجھا حضرت عائشہ و فاطمہ رضہ نے بھی یہی مطلب سمجھا آپ کے سمجھ ہی نرالی ہے ایسی سمجھ کا کیا علاج ۔

وجہ دوم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلق اَقِيْمُوا الْحُدُوْدَ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فرمانا صاف دلالت کرتا ہے کہ اذن کی قید اس میں نہیں ہے کیونکہ اب اس کو اذن سے مقید کرنا تقیید مطلق کی بغیر کسی دلیل شرعی کے ہے اور یہ درست نہیں كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَاهِرِ الْاُصُوْلِ ۔

وجہ سوم

اذن کی قید بڑھانے میں ایک یہ خرابی ہے کہ اس میں تاخیر البیان عن الحاجۃ لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے قید اذن کی بھی درست

نہین ہے ۔

وجہ چہارم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے خطاب سیدون کو کرکے فرمایا ہے کہ تم حدود کو اپنے غلامون پر قائم کرو جب ہم نے یہ کہا کہ سید کو اختیار ہے حد قائم کرنے کا نہین ہے جب تک حاکم نہ حکم کرے تو گویا اس خطاب کو ہمنے لغو ٹہرایا پہر سیدونکے طرف خطاب کا کیا فایدہ ہوا۔

وجہ پنجم

جب ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے جو سب حاکمون کے سردار ہین اذن دیدیا کہ تم اپنے غلامون پہ حدود قائم کرلیا کرو تو پہر اب بار بار چہوٹے حاکمون سے اذن لینے کی کیا ضرورت ہے ۔

وجہ ششم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے اس اذن کو کافی نہ سمجھنا اس مین حقارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی لازم آتی ہے اور افضیلت دوسرون کی اور مسلمان کی شان سے یہ بہت بعید ہے فقط ان وجوہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مطلب احادیث کا وہی ہے جس کو صاحب ظفر نے سمجہا ہے باقی رہا قول حسن وعطا کا جس کو آپ نے نقل کیا ہے اوّل تو کچہ صاحب ظفر کے منافی نہین ہے مع ذلک یہ قول قابل حجّت کے نہین ہے ۔

قولہ اور غایۃ البیان مین ہے الخ **اقول** غایۃ البیان کوئی حدیث کی کتاب نہین ہے یہ قول بلا سند کے مقبول نہین اگر سند ہو تو لائیے تو کہ پہر اسپر کلام کیا جاوے ۔ آپ کی کتب مین جو تین صحابہ عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس و ابن زبیر

سے روایت کیا ہے اوسکی سند کتب حدیث مین نہین پائی جاتی بلکہ عبد اللہ بن
مسعود سے خلاف اسکا منقول ہے مسک الختام مین ہے شافعی گفتہ و کان ابن
مسعود یامر بہ و اگو بودہ تحمد کرلیدانند **قولہ** اور منشا اسکا یہ ہے کہ حد حق پروردگار
عالم ہے پس اسکے اقامت کا مستحق نہوگا مگر وہ شخص کہ جسکو ولایت شرعیہ
اور نیابت الہیہ حاصل ہے یعنی پادشاہ یا قاضی یا جسکو وہ اجازت دے
اقول آپ کے کلام سے ہی ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ شارع نے سیدونکو
غلامون پر حد قائم کرنے کے لئے اپنا نائب بنایا اور اونکو اجازت دی تو
اب اونکو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے غلامون پر حدود قائم کرین **قولہ**
اور جن احادیث مین مولے کو حکم اقامت حدود کا کیا گیا اس سے غرض یہ ہے کہ
مولے مرافعہ اوسکا حاکم کی طرف کرے اور اس سے اذن لے کر حد قائم کرے الخ
اقول جواب اسکا بسط بسیط سے گذرا کہ اب اذن لینا محض لغو اور خلاف
احادیث کے ہے **فتذکر** فقط **قال صاحب الظفر** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون
مین لکہا ہے کہ محرم نہ پہنے کورتہ اور نہ پاجامہ اور نہ عمامہ

فائدہ

ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکہا ہے کہ جب محرم کے پاس تہبند
نہو پاجامہ ہی ہو تو وہ پاجامہ کو توڑ کر اسکا تہبند بنا لیوے اور اگر پاجامہ ہی پہنیگا
تو اسپر دم آویگا یعنی جانور ذبح کرے اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام
اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین
روایت ہے ابن عباس رض سے کہ کہا سنا مین نے رسول خدا صلعم کو خطبہ
فرماتے اور وہ فرماتے تہے کہ جس وقت نہ پاوے محرم پاپوشین تو پہنے موزے
اور جس وقت کہ نہ پاوے تہبند پہنے پاجامہ **قال المعترض** آپ نے قسم کہائی

ہے کہ اگر امام کا مذہب مخالف حدیث نہ بھی ہو مگر آپ اس کو ضرور مخالف حدیث بتا دینگے **اقول** آپنے بھی قسم کہائی ہے کہ گو مذہب امام کا مخالف حدیث کے ہو مگر آپ خواہ مخواہ یہی کہین گے کہ موافق حدیث کے ہے **قولہ** اس حدیث مین کہا ہے کہ دم نہ لازم آویگا الخ **اقول** اس حدیث مین یہ کہان ہے کہ دم لازم آوے گا جو آپ اسکا جواب دینگے وہی صاحب ظفر کا تصور فرماوین یہ تو جواب الزامی ہے اور جواب تحقیقی یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلق پایجامہ اور موزے پہننے کو فرمایا کہین دم کا آپنے ذکر نہین کیا اب جو شخص اس مطلق کو مقید کرے اور ایک زیادتی دم کے ثابت کرے اسکے ذمہ لانا دلیل کا ہے نیز وجوب دم مین ایک یہ خرابی ہے کہ تَاخِیرُ الْبَیَانِ عَنْ وَقْتِ الْحَاجَۃِ لازم آتی ہے اور یہ باتفاق درست نہین ہے ذرا اپنے اصول کا ملاحظہ کرین دیکھئے امام نووی نے شرح مسلم مین اسی واسطے یہہ لکہا ہے کہ اگر دم کا آنا لازم ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان کر دیتے عبارت امام نووی کی یہ ہے فَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِیُّ وَمَنْ وَافَقَهُمَا لَا شَیْءَ عَلَیْهِ لِاَنَّهٗ لَوْ وَجَبَتْ فِدْیَۃٌ لَبَیَّنَهَا صلعم یعنی کہا مالک اور شافعی اور انکے جو موافق ان کے ہے کہ کچھ شئے اسپر نہین ہے اس واسطے کہ اگر دم واجب ہوتا تو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ضرور بیان فرما دیتے مترجم کہتا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دم کے وجوب کو نہ بیان کرنا صاف دلیل ہے کہ دم واجب نہین ہے **قولہ** دیکھئے محرم کو بوقت ضرورت سر منڈانا درست ہے مگر اسپر کفارہ لازم ہے **اقول** یہ قیاس آپ کا محض غلط ہے کیونکہ یہین تو صاف نص ہے کہ جو سر منڈاوے اسپر کفارہ ہے بخلاف پایجامہ پہننے کے کہ اس مین شارع نے کچھ بیان نہین فرمایا اور نہ صحابہ نے دم دیا اب دم کا

وجوب کا انکی تحریر سے **قال صاحب انتظف** ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون
مین لکھا ہے کہ نکاح کرنا حرہ بالغہ کا بدون اجازت ولی کے بہی جایز ہے اور یہ
مذہب الامام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا ہے ان تین
حدیثون کا پہلی حدیث مسند امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
دارمی مین روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کہ نکاح کرے اپنا بے اذن ولی اپنے کے پس نکاح
اسکا باطل ہے پس نکاح اسکا باطل ہے پس نکاح اسکا باطل ہے اور کہا ترمذی نے
یہ حدیث حسن ہے اور صحیح کہا اسکو ابوعوانہ اور ابن حبان اور حاکم نے الخ
قال المعترض مذہب امام اعظم کا اس مقام پر موافق ہے قرآن کے کہ کلام
قرآن پاک مین نسبت نکاح کر لینے کے عورتون کیطرف کی گئی ہے اور کہین تمہید
اجازت ولی کی نہین لائی گئی ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے فَإِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ الخ **اقول** حضرت معترض کا
عجب حال ہے کبہی تو قرآن کے طرف دوڑتے ہین اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو کہ مبینہ ومفسرہ اسکے ہین ہاتھ سے چھوڑتے ہین جیسا کہ اس مسئلہ مین
اور کبہی قرآن کو بالائے طاق رہنے دیتے ہین احادیث آثار تو ایک طرف
علماء علم کلام کے مقلد بنتے ہین جیسا کہ مسئلہ ایمان مین معترض سے سرزد ہوا
ہے کبہی احادیث کو ترک کر کے محض رای کی طرف چلتے ہین جیسا کہ مسئلہ سابقہ
مین اور کبہی آثار کیطرف توجہ کرتے ہین اور احادیث کی مخالفت سے نہین
ڈرتے جیسا مسئلہ اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ مین کہا ہے
غرضیکہ معترض اور جمیع اون کے بھائی مقلدین کسی قانون کے پابند
نہین ہین قول امام کے بنانے کے فکر مین ہین یہان سے صادق آتا ہے

قول امام رازی کا کہ یہ لوگ کسی طریق مستقیم کے پابند نہیں ہیں آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ مذہب امام کا موافق قرآن کے ہے اور اسپر دلیل نسبت نکاح کرلینے کی طرف عورتوں کے کو ٹھہرایا ہے اس میں ہم کو چند وجہ سے کلام ہے ۔

وجہ اوّل

ہم نہیں تسلیم کرتے کہ نسبت نکاح کرلینے کی طرف عورتوں کے قرآن میں ہے جس آیت سے آپ نے استدلال کیا ہے یعنی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ سے یہ استدلال آپ کا ٹھیک نہیں کیونکہ اس آیت میں دو احتمال ہیں اوّل یہ کہ معنی نکاح کے وطی کے ہوں موافق مذہب جمہور کے یا معنے عقد کے ہوں جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے بیضاوی اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں حَتّٰى يَحْتَمِلَ اَنْ يُفَسَّرَ النِّكَاحُ بِالْاِصَابَةِ وَيَكُوْنُ الْعَقْدُ مُسْتَفَادًا مِنْ لَفْظِ الزَّوْجِ یعنی احتمال ہے اسکا کہ تفسیر کیا جاوے نکاح ساتھ وطی کے اور ہو عقد مستفاد لفظ زوج سے بغوی معالم میں فرماتے ہیں وَالنِّكَاحُ يَتَنَاوَلُ الْوَطْيَ وَالْعَقْدَ جَمِيْعًا ترجمہ اور لفظ نکاح کا شامل ہے وطی اور عقد کو افضل المحققین جناب نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر تفسیر فتح البیان میں فرماتے ہیں وَالنِّكَاحُ يَتَنَاوَلُ الْعَقْدَ وَالْوَطْيَ وَالْمُرَادُ هٰهُنَا الْوَطْيُ یعنی لفظ نکاح کا شامل ہے عقد اور وطی کو اور مراد اس جگہ وطی ہے فقط کلام محققین و مفسرین سے معلوم ہوا کہ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا وغیرہ میں دونوں احتمال ہیں کہ معنی لفظ نکاح کے عقد کے ہوں یا وطی کے اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ یہ کلام تو بطور منع کے تھا اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ مراد اُس سے معنے وطی کے ہیں جیسا کہ جناب نواب صاحب بہادر نے فتح البیان میں لکھا ہے کیونکہ جب لفظ نکاح دونوں معنوں کا محتمل ہے تو اب کوئی قرینہ ایسا چاہیئے کہ جو ان دونوں

معنون مین سے ایک کو متعین کرے قرائن مراد معنے وطی کے موجود ہین اول تو لفظ زوجکا کیونکہ جب لفظ زوج سے معنے عقد کے مستفاد ہوئے تو اب لفظ نکاح سے بھی وہی معنی لینا تحصیل حاصل کی ہے دوم یہ کہ اسکا نشان نزول بھی اسی کا مؤید ہے جیسا کہ معالم وغیرہ مین ہے نیز قاعدہ اصول بھی اسی کے مؤید ہے وہ یہ ہے کہ لفظ نکح کا مطلق محتمل عقد اور وطی کو ہے تقیید اسکی حدیث عبد الرحمن بن زبیر سے کی گئی بیضاوی مین ہے فالآيةُ مُطْلَقَةٌ قَيَّدَتْهَا السُّنَّةُ یعنی آیت مطلق ہے مقید کیا ہے اسکو سنت نے اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ معترض کو کتب تفاسیر پہ بالکل نظر نہین ہے کیونکہ اگر حضرت معترض کتب تفاسیر کا ملاحظہ کرتے تو اس آیت سے استدلال ہرگز نہ کرتے باقی رہا استدلال دوسری آیت سے یعنے فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ سے نہایت ہی ضعیف ہے بلکہ معترض کے حماقت کی دلیل ہے یہ تو عین دلیل خصم معترض کی ہے اس آیت سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اختیار نکاح کا ولیون کو ہے کیونکہ اگر اختیار نکاح کا عورتون کے ہاتھ ہوتا تو منع کرنے اور روکنے کے کیا معنے ہون گے بیضاوی اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ اَلْمُخَاطَبُ بِهِ الْأَوْلِيَاءُ لِمَا رُوِيَ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ حِينَ عَضَلَ أُخْتَهُ جُمْلَاءَ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ بِالِاسْتِينَافِ فَيَكُونُ دَلِيلًا عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تُزَوِّجُ نَفْسَهَا إِذْ لَوْ تَمَكَّنَتْ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ لِعَضْلِ الْوَلِيِّ مَعْنًى **ترجمہ** مخاطب ساتھ اس آیت کے اولیا ہین اس واسطے کہ روایت کی گئی کہ اتحقیق یہ آیت نازل ہوئی ہے بارے مین معقل بن یسار کے جبکہ بہن اپنی جمیل کو منع کیا کہ اپنے پہلے خاوند کے طرف لوٹ جاوے ساتھ نکاح کے پس ہوگی دلیل اس پر کہ عورت نہ نکاح کرے اپنے نفس کا اس واسطے

[illegible]

کہ اگر عورت نکاح پر قادر ہوتی تو روکنے ولی کے کیا معنے ہوتے معالم مین ہے
فی الاٰیۃ دلیل علی ان المراۃ لا تلی عقد النکاح اذ لو کانت تملک ذلک لم
یکن ہناک عضل ولا لنہی الولی عن العضل معنی یعنے آیت مین دلیل ہے
اسپر کہ تحقیق عورت نہین مالک ہوتی ہے عقد نکاح کی اس واسطے کہ اگر مالک
ہو عورت اوسکو نہ ہون گے اسکے روکنے کے اور نہ واسطے منع کرنے ولے
کے روکنے سے کچھ معنے فقط اس تقریر مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت
معترض صاحب کا آیات کو لانا بالکل بیکار رہے ۔

وجہ ثانی

اگر تسلیم ہی کرین کہ نسبت نکاح کے عورتون کی طرف بھی کی گئی ہے مگر اس سے
یہ کب لازم آتا ہے کہ عورتون کو اذن ولی سے لینا کچھ ضرور نہین ۔

وجہ ثالث

جیسا انعقاد نکاح کے لئے اذن ولی کا ضرور ہے ایسے ہی رضامندی عورتون
کی بھی ضرور ہے بموجب احادیث صحیحہ کے تو اب جیسے نسبت نکاح کی ولی
کی طرف صحیح ہے ایسے ہی عورتون کیطرف بھی صحیح ہے بضاوی مین ہے
ولا یعارض باسناد النکاح الیہن لانہ بسبب توقفہ علی اذنہن یعنی
نہ معارضہ کیا جاوے ساتہ اسناد نکاح کے طرف انکی کیونکہ یہہ اسناد بباعث
موقوف ہونے نکاح کے انکے اذن پہ کی گئی ہے فقط فی الجملہ اسناد ان کی
طرف بوجہ موقوف ہونے نکاح کے انکی اذن پر ہے نہ یہ بات کہ اس سے اذن ولی جاتا رہا

وجہ چہارم

نسبت کے لئے تو اونے سے نسبت ہی کافی ہے جیسا کہ ماہر علوم پر پوشیدہ

نہین ہے یہان تو گویا ایک بڑی وجہ نسبت کرنے کی موجود ہے اب فقط نسبت سے اذن کے منافی سمجہنا سخت جہالت ہے الحمد للہ کہ ان وجوہ بالا سے معترض کا استدلال باطل ہوا +

قولہ اور موطا وغیرہ مین موجود ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح کر دیا تہا اور بہائی اون کے سفر مین تہے حال آنچہ وہ بہی ان احادیث کے راویون مین ہین ۔ا **قول** اول معترض کو چاہیئے کہ اوسکی سندبیان کرے تو کہ اس مین نظر کی جاوی خیر ہمتے مانا کہ اثر حضرت عائشہ رضہ کا صحیح ہے مگر اس سے صاحب ظفر پر کب حجت ہو سکتی ہے صاحب ظفر کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت ہی نہین ہین اور یہ اثر تو بموجب قاعدے حنفیہ کے بہی حجت نہین کیونکہ مخالف ہے احادیث صحیحہ صریحہ کے معترض ابن الہمام سے نقل کر چکے ہین کہ ہمارے نزدیک قول صحابی کا حجت ہے جب تک اس کو کوئی شے سُنت سے نفی کرے بیان نفی کرنے والی سُنت موجود ہے باوجود اسکے استدلال کرنا جائے تعجب ہے باقی رہا حضرت عائشہ رضہ کا خلاف عمل اپنے روایت کے اس سے کچھ اصل روایت مین قدح نہین ہو سکتی اگر ایسا ہی ہے تو حنفیہ کو لازم ہے کہ سفر مین قصر ہی نہ کیا کرین کیونکہ روایت قصر کی حضرت عائشہ رضہ سے بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کے صفحہ ۱۴۹ مین موجود ہے اور اسی صفحہ مین یہ بہی ہے کہ خود حضرت عائشہ سفر مین قصر نہین کرتی تہین اب جو معترض اس کا جواب دیوین گے وہی صاحب ظفر کا دستور فرماوین فقط **قال صاحب لطف** ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ حکم قاضی کا تمام عقود اور فسوخ مثل نکاح اور طلاق اور بیع اور اقالہ مین امام اعظم کے نزدیک نافذ ہے ظاہراً و باطناً چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز الدقائق اور فتاوی عالمگیری

اور در المختار اور فتاوی قاضی خان وغیرہ مین لکہا ہے وَکُلُّ شَیْءٍ قَضٰی بِہِ الْقَاضِیْ فِی الظَّاهِرِ بِتَحْرِیْمِهٖ فَهُوَ فِی الْبَاطِنِ کَذَالِکَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَکَذَا اِذَا قَضٰی بِاِحْلَالٍ یعنی اور جو چیز کہ حکم کرے ساتھ اسکے قاضی ظاہر مین ساتھ حرام کرنے اُسکے کے پس وہ (حکم) باطن مین ہے اسی طرح ہے نزدیک ابی حنیفہ کے اور اسی طرح ہے جبکہ حکم کرے قاضی ساتھ حلال کرنے کے مثلاً گوئی شخص کسی عورت پر دعوے کرے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جہوٹھے گواہ پیش کرکے مُقدمہ جیت لے اور وُہ عورت اوسکو ملجاوے تو وہ عورت بسبب ظاہر ہی اوسکی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بہی اس شخص کو حلال ہے یعنی خدا کے نزدیک بہی اسی طرح ہو گیا اور مرد کو اوس عورت کے لے لینے سے خدا کے نزدیک کچہ مواخذہ نہ رہا اور یہی حکم ہے عورت کے لئے بہی **قال المعترض** یہ امر کہ مرد کو اس عورت کے لینے کا کچہ مواخذہ نہ رہا متضمن افترا ہے ایسی صورت مین اس شخص کے گنہگار ہونے مین بسبب جہوٹہہ دعوائے کرنے کے اور جہوٹے گواہ پیش کرنے کے اور بسبب قاضی کے فریب دینے کے امام کے نزدیک بہی کچہ شبہ نہین ہے بحرالرائق مین ہے الخ **اقول** مراد کلام صاحب ظفر (کہ مرد کو اس عورت کے لینے کا کچہ مواخذہ نہ رہا) یہ ہے کہ بعد حکم کر دینے قاضی کے مرد کو اُس عورت کا لے لینا درست ہے اور وہ عورت اب اسی کی ہے ظاہراً و باطناً وطی نا اوس کو حلال ہے کیونکہ اگر اوسکو کچہ مواخذہ بعد حکم قاضی کے باقی رہتا تو وطی ہی کیون حلال ہوتی باقی رہا یہ امر کہ اس شخص کو باعث دعوے جہوٹہا کرنے اور گواہ جہوٹے پیش کرنے کے کچہ مواخذہ ہوگا یا نہ ہوگا اسکا صاحب ظفر نے انکار نہین کیا اور نہ اوسکی کلام سے یہ نکلتا ہے کیونکہ صاحب ظفر کا یہ

کلام ہے اِکہ اس عورت کے لینے کا) نہ یہ کہ اس عورت کے دعوے کرنے کا
اور جھوٹے گواہ قایم کرنے کا کچھ مواخذہ نہین رہا بحرالرایق کی عبارت جو آپنے
نقل کی ہے اسکا بھی یہی حاصل ہے کہ وہ شخص بباعث دعوے باطل کے
گنہگار رہیگا آپ صاحب ظفر کے کلام کو تو غور نہین کرتے سابق لاحق کی عبارت
کو دیکھتے نہین اعتراض اور افترا بندی پر تیار ہو جاتے ہین قال صاحب الظفر
امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے مین اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم
مین روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ
مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیَ لَهٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَلَا
يَاْخُذَنَّهٗ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ یعنی سوا اسکے نہین کہ مین آدمی ہون اور
تحقیق تم جھگڑتے آتے ہو طرف میری اور شاید کہ بعض تمہارا ہووے خوب تقریر
کرنے والا ساتھ دلیل اپنی کے بعض سے پس حکم کرتا ہون مین واسطے اسکے اوپر
مانند اس چیز کے کہ سنتا ہون مین اس سے پس وہ شخص کہ حکم کردون مین واسطے
اوسکے ساتھ کسی چیز کے حق بھائی اسکے سے پس نہ لیوے اوسکو پس سوا
اسکے نہین کہ حکم کرتا ہون مین واسطے اسکے ایک ٹکڑے کا آگ سے انتہی قال
المعترض آپکی عجب عادت ہے کہ جس چیز کو چاہا موافق اپنی سمجھ کے مخالف
مذہب امام کہہ دیا الخ اقول آپ کی عجب عادت ہے کہ جس حدیث کو چاہتے
ہین اپنے امام کے مذہب کیموافق بنا دیتے ہین گو وہ نفس الامر مین امام کے
مخالف ہو اور مذہب امام سے کچھ مناسبت رکھتی ہو جیسا کہ حدیث مذکور قولہ
امام کا مذہب یہ ہے الخ اقول ہان جناب امام کا مذہب معلوم ہے اسپر کوئی
دلیل بتائیے قولہ اور یہ حدیث جو آپ نے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے

کہ فیصلہ قاضی کا صرف باعتبار ظاہر کے ہے وہ محمول ہے اوپر دعاوی اموال وغیرہ کے جیسا کہ طحاوی نے لکہا ہے الخ **اقول** یہ حمل طحاوی کا بلا دلیل ہے اورخلاف ہے ظاہر کے حدیث کا لفظ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ کا ہے اور لفظ شے کا عام ہے شامل ہے اموال اور غیر اموال کو اب جو شخص اسکو اموال کے لئے خاص کرے اسکے ذمہ دلیل ہے **قولہ** علامہ قاسم بن قطلوبغا رسالہ اَلْقَوْلُ الْقَائِمُ فِيْ تَاثِيْرِ حُكْمِ الْحَاكِمِ مین لکھتے ہین وَاسْتَدَلَّ الطَّحَاوِيُّ بِمَا رَوَاهُ عَنْ يُوْنُسَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَّقَ النَّبِيُّ صلعم بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِيْ عَجْلَانَ وَقَالَ لَهُمَا حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا انتہے حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے شرح معانی الآثار مین امام کے مذہب کی دلیل مین روایت لعان عویمر عجلانی کی پیش کی جو کتب صحاح مین بطرق متعددہ مروی ہے کہ عویمر عجلانی نے اپنے بی بی کو متہم بالزنا کیا اور عورت نے انکار کیا اور عویمر کے پاس کوئی گواہ نہ تہا پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم لعان کا دیا بعد لعان کے آپ نے تفریق فرمادی اور شوہر سے کہا کہ اب تجھہ کو اس عورت سے کچھہ واسطہ نہین اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا فسخ مین نافذ ہے ظاہراً و باطناً کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان دونون مین ایک ضرور جہوٹہا تہا **اقول** بحول اللہ و توفیقہ استدلال پکڑنا قصہ عویمر عجلانی سے جو درباب لعان کے ہے طحاوی کا اور اوسکے مقلد شیخ قاسم کا باطل ہے چند وجہ سے۔

وجہ اوّل

ہم نہین تسلیم کرتے کہ یہ فرقت جو درمیان عویمر اور اوسکی زوجہ کے ہوئی وہ حکم کے حکم سے تہی ہو سکتا ہے کہ وہ فرقت حاصل ہو طلاق سے جسکو عویمر نے بعد لعان کے دیا تہا صحیح مسلم جلد اول کے صفحہ ۴۸۹ مین ہے۔ فَقَالَ

رَسُولَ اللّٰہِ صلعم قَدْ نَزَلَ فِیْکَ وَفِیْ صَاحِبَتِکَ فَاذْھَبْ فَأْتِ بِھَا قَالَ سَھْلٌ فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰہِ صلعم فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَیْمِرٌ کَذَبْتُ عَلَیْھَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ اِنْ اَمْسَکْتُھَا فَطَلَّقَھَا ثَلٰثًا قَبْلَ اَنْ یَّاْمُرَہٗ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ فَکَانَتْ سُنَّۃُ الْمُتَلَاعِنَیْنِ ترجمہ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک نازل ہوا ہے قرآن تجھ مین اور تیری بیوی مین پس تو جا اسکو لے آ سہل نے کہا پس دونون نے لعان کیا اور مین لوگون کے ساتھ نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تہا پس جبکہ دونون لعان سے فارغ ہوئے عویمر نے کہا مینے اسپر اے رسول اللہ کے جھوٹھ بولا اگر مینے اوسکو اپنے یہان روکا پس اوس کو تین طلاق دی پہلے امر کرنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابن شہاب نے کہا پس یہی طریقہ متلاعنین کا رہا فقط اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جدائی بعد طلاق کے حاصل ہوئی اور ظاہر قول ابن شہاب کا کہ طریقہ متلاعنین کا رہا اسی کے موید ہے جب تک معترض اس احتمال کو نہ اوٹھا لیوین دلیل پکڑنا اس قصہ سے ٹہیک نہین ہے —

وجہ دوم

اگر ہان ہم بھی لیوین کہ یہ تفریق طلاق سے نہین ہوئی تو پھر بھی اس امر کو ہم نہین تسلیم کرتے کہ تفریق حکم حاکم سے ہوئی بلکہ ہم کہتے ہین کہ یہ تفریق نفس لعان سے ہوئی جیسا کہ مذہب امام شافعی و مالک و جمہور محدثین و فقہا کا ہے امام نووی شرح صحیح مسلم مین فرماتے ہین وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِی الْفُرْقَۃِ بِاللِّعَانِ فَقَالَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ وَالْجُمْھُوْرُ تَقَعُ الْفُرْقَۃُ بَیْنَھُمَا بِنَفْسِ التَّلَاعُنِ وَیَحْرُمُ عَلَیْہِ نِکَاحُھَا عَلَی التَّأْبِیْدِ بِھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ ترجمہ علماء نے لعان سے تفریق ہونے مین اختلاف کیا ہے امام مالک اور شافعی و جمہور نے کہا ہے

کہ فرقت درمیان میاں بیوی کے نفس لعان سے واقع ہوجاتی ہے اور اسپر وہ ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے ان احادیث سے فقط یہ تقریر بطور منع کے تھی اب ہم
بطور دعوے کے کہتے ہیں کہ یہی مذہب موافق ہے احادیث کے اور یہی حق ہے صحیح
مسلم وغیرہ میں ہے لا سبیل لک علیہا دوسری روایت میں ہے ذاکم التفریق بین کل
متلاعنین یعنی اب تیرا لعان کے پیچھے اوسپر کچھہ اختیار نہیں ہے اور یہی لعان
تفریق کرنے والا ہے درمیان متلاعنین کے امام نووی اسکی شرح میں فرماتے ہیں لا
سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْهَا اَیْ لَا مِلْکَ لَکَ عَلَیْهَا فَلَا یَقَعُ طَلَاقُکَ هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ
الْفُرْقَةَ تَحْصُلُ بِنَفْسِ اللِّعَانِ یعنی نہیں مالک ہو واسطے تیرے یعنی نہیں ملک ہے
واسطے تیرے اسپر پس نہیں واقع ہوگی طلاق تیری یہ دلیل ہے اسپر کہ تحقیق فرقت
حاصل ہوتی ہے نفس لعان سے اور (ذاکم التفریق) کی شرح میں فرماتے ہیں اَمَّا
قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاکُمُ التَّفْرِیْقُ بَیْنَ کُلِّ مُتَلَاعِنَیْنِ فَمَعْنَاهُ عِنْدَ
مَالِکٍ وَالشَّافِعِیِّ وَالْجُمْهُوْرِ بَیَانُ اَنَّ الْفُرْقَةَ تَحْصُلُ بِنَفْسِ اللِّعَانِ بَیْنَ کُلِّ
مُتَلَاعِنَیْنِ یعنی قول صلی اللہ علیہ وسلم کا (ذَاکُمُ التَّفْرِیْقُ بَیْنَ کُلِّ مُتَلَاعِنَیْنِ)
معنی اسکا نزدیک مالک اور شافعی اور جمہور کے یہ ہیں کہ تحقیق فرقت حاصل ہوتی ہے
ساتھ نفس لعان کے درمیان ہر دو لعان کرنے والوں کے امام الائمہ امام شوکانی
نیل الاوطار میں فرماتے ہیں وَاحْتَجُّوْا بِمَا وَقَعَ مِنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ
رِوَایَةٍ بِلَفْظِ لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْهَا وَتُعُقِّبَ بِاَنَّ الَّذِیْ وَقَعَ جَوَابٌ لِسُؤَالِ
الرَّجُلِ عَنْ مَالِهِ الَّذِیْ اَخَذَتْهُ مِنْهُ وَاُجِیْبَ بِاَنَّ الْعِبْرَةَ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ وَهُوَ
نَکِرَةٌ فِیْ سِیَاقِ النَّفْیِ فَیَشْتَمِلُ الْمَالَ وَالْبَدَنَ وَیَقْتَضِیْ نَفْیَ تَسَلُّطِهٖ عَلَیْهَا بِوَجْهٍ
مِنَ الْوُجُوْهِ وَوَقَعَ فِیْ حَدِیْثٍ لِاَبِیْ دَاؤدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَضٰی اَنْ لَیْسَ عَلَیْهِ
قُوْتٌ وَلَا سُکْنٰی مِنْ اَجْلِ اَنَّهُمَا یَفْتَرِقَانِ بِغَیْرِ طَلَاقٍ وَلَا مُتَوَفّٰی عَنْهَا

وَهِيَ ظَاهِرَةٌ فِي أَنَّ الْفُرْقَةَ وَقَعَتْ بَيْنَهُمَا بِنَفْسِ اللِّعَانِ ترجمہ اور حجت
بڑی ہے ساتھہ اُس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت مین واقع
ہوا ہے ساتھہ لفظ (لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا) کے اور تعقب کیا گیا ہے اس طرح
کہ یہ جو واقع ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب مین سوال آدمی کے مال
اپنے سے تہا کہ اس عورت نے اُس سے لیا تہا اور جواب دیا گیا ہے اس تعقب
کا اس طرح سے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوص موارد کا حالانکہ لفظ سبیل کا نکرہ
ہے واقع ہوا ہے سیاق نفی مین پس شامل ہوگا مال اور بدن کو اور تقاضا کرتا ہے
نفی تسلط مرد کو عورت سے جس طرح سے وہ تسلط ہو اور حدیث ابی داؤد مین یون ابن
عباس سے واقع ہوا ہے کہ حکم کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین اوسپر
خرچ کا دینا اور نہ ٹہکانا کیونکہ وہ دونون جدا ہوئے مین بغیر طلاق اور نہ متوفیٰ عنہا
کے یہ حدیث اسمین ظاہر ہے کہ یہ فرقت نفس لعان سے واقع ہوئی تہی نہ حکم
حاکم سے فقط حافظ ابن قیم نے زاد المعاد مین اس مسئلہ کو خوب بالسند سے لکہا ہے
اور اسکو اچہی طرح سے ثابت کر دکہلایا ہے کہ فرقت نفس لعان سے ہوجاتی ہے نہ حکم حاکم سے
اگر خوف تطویل کا نہوتا تو اوکی کل عبارتون کو نقل کرتا من شاء فلیرجع الیہ جب فرقت
نفس لعان سے حاصل ہوئی نہ حکم حاکم سے تو استدلال اس قصہ کے ساتھہ حکم حاکم پر
محض لغو ہوا۔

وجہ سوم

قاضی شوکانی نیل الاوطار مین اور جناب نواب صاحب بہادر مسک الختام مین اس
قصہ کے جواب مین یون فرمایا ہے عبارت مسک الختام کی چونکہ فارسی کے ہے
اس لیے اسکی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے صفحہ ۳۰۳ جلد ثانی مین ہے و دیگران
بآن رفتہ کہ اگر حکم در مال ست و امر در باطن خلاف ظاہر باشد موجب حل آن برآ

محکوم اند نیست و اگر در نکاح یا طلاق ست نافذ ست ظاہرا و باطنا و حدیث را حمل بر
ال کردہ اند و برائے ما علما احتجاج بقصہ متلاعنین کردہ و گفتہ کہ آنحضرت تفریق
کرد میان متلاعنین با احتمال صدق رجل در رمی و از ینجا گرفتہ می شود کہ در ہر قضا
کہ تملیک مال نیست آن قضا بر ظاہر ہست اگرچہ باطن بر خلاف می بود و حکم حاکم در ان احلا
تحلیل و تحریم میکند بخلاف اموال ابن ہمام تعقب کردہ اند تا آنکہ فرقت در لعان بطریق
عقوبت واقع میشود زیرا کہ کاذب بودن یکے از ان ہر دو معلوم ست و این خود احسان
برابر ست بران قیاس نتوان کرد الخ حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ فرقت بطریق عقوبت کے
واقع ہوئی ہے کیونکہ یہ تو ضرور ہی معلوم ہے کہ ان دونون مین سے ایک کاذب ہی
اس لیے آپ نے ایسی سزا مقرر فرمائی کہ جو بنا چاہتا ہے اُسکو شامل ہو جاوے

وجہ چہارم

حدیث مین یہ ہے فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً
مِّنَ النَّارِ یعنے پس جسکو حکم کرون مین حق بہائی اسکے سے کسی شئے کا پس سوا اس کے
نہین کہ دیتا ہون مین واسطے اسکے ایک ٹکڑا آگ سے اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
یہان دو ایسے شخصون کا ہونا ضرور ہے کہ ایک کی ملک سے شئے نکلکر دوسرے کے قبضہ مین
چلے جاوے اور ڈگری فیصلہ کی ایک کے حق مین ہو اس جگہہ یعنے قصہ متلاعنین مین تو
اسکو کچھ علاقہ بہی نہین کیونکہ اول تو یہان ایسے دو شخص نہین ہوتے کہ ایک کی شئے دوسرے
کو دلائی جاوے اور نہ اسمین یہ ہے کہ ڈگری فیصلہ کے ایک کے حق مین ہو بلکہ یہان تو ڈگری
فیصلہ کی دونون کے حق مین ہوتی ہے کیونکہ تفریق یہ ایسی شئے ہے کہ دونون کو مساوی جہہ
مین آتی ہے نہ اوس مین کوئی شئے زوجہ کی زوج کے قبضہ مین گئے اور نہ اسکا عکس ہوا
اب اس قصہ سے دلیل پکڑنا محض بے تکی ہانکنا ہے ان وجوہ بالا سے معلوم ہوا کہ طحاوی و
قاسم بن قطلوبغا نے جو اس قصہ سے استدلال کیا ہے تو نہایت ہی ضعیف بلکہ باطل

ہے اب معترض کے کل دل جو اس حدیث پا نہوں نے متفرع کیے تھے باطل ہو گئے
الحمد للہ علی ما الھمنی ھذہ التحقیق الانیق الذی لعلک لا تجدہ فی الدفاتر
الغیر منیفۃ قبلی فاحفظہ فانہ ینفعک فقط **قولہ** اور یہی شرح معانی الآثار میں
ہے وحکم رسول اللہ فی المتبایعین اذا اختلفا فی الثمن والسلعۃ قائمۃ فانہما
یتحالفان ویترادان فتعود الجاریۃ للبائع ویحل لہ فرجہا ویحرم علی المشتری ۔
حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے
اور بعد اسکے دونوں میں مقدار قیمت میں نزاع پڑے مثلاً بائع کہے کہ میں نے دو سو روپیہ
کے عوض میں فروخت کیا اور کسی کے پاس گواہ نہوں اور وہ شئی فروخت شدہ موجود ہو
بلا کہ مجہولی ہو ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحالف و تراد الی
قولہ اور مشتری کو حرام ہوگی **اقول** اس میں کلام ہے تین وجہ سے وجہ اول یہ کہ اس حدیث
کی صحت میں محدثین کو کلام ہے امام شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں قال ابن عبد
البر ان ھذا الحدیث منقطع الا انہ مشھور الاصل عند جماعۃ تلقوہ بالقبول
وبنوا علیہ کثیرا من فروعہ واعلہ ابن حزم بالانقطاع وتابعہ عبد الحق و
اعلہ ھو وابن القطان بالجہالۃ فی عبد الرحمن وابیہ وجدہ وقال الخطابی
ھذا الحدیث قد اصطلح الفقہاء علی قبولہ وذلک یدل علی ان لہ اصلا وان
کان فی اسنادہ مقال انتہی ترجمہ ابن عبد البر نے فرمایا یہ حدیث منقطع ہے مگر یہ کہ وہ
مشہور الاصل ہے نزدیک ایک جماعت کے لئے ہیں اسکو قبول سے اور بنا کیا ہے اسپر
انہوں نے بہت سی فروع کو اور معلول کہا اسکو ابن حزم نے ساتھ انقطاع کے اور تابع ہوئے
اسکے عبد الحق اور معلول کہا اسکو ابن قطان نے ساتھ جہالت کے عبد الرحمن اور اسکے باپ
اور دادا میں خطابی نے کہا کہ یہ حدیث اسکی قبول پر فقہا نے موافقت کی ہے اور یہ
دال کہ اسکے لیے کوئی اصل ہے اگرچہ اسکی سند میں کلام ہے زیلعی نصب الرایہ میں بعد

اور مشتری کہے کہ میں نے ڈیڑھ سو روپیہ میں خرید کیا ہے

ذکر اس حدیث کے فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ وَ فِيْهِ انْقِطَاعٌ بَيْنَ مُحَمَّدِ بْنِ الْاَشْعَثِ
وَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ مَعَ الْاِنْقِطَاعِ فَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ قَيْسٍ مَجْهُوْلُ الْحَالِ وَ كَذٰلِكَ اَبُوْهُ
قَيْسٌ وَّ كَذٰلِكَ جَدُّهٗ لَا يُعْرَفُ کہا ابن القطان نے اور اس میں انقطاع ہے درمیان محمد بن
اشعث اور ابن مسعود کے اور باوجود انقطاع کے پس عبد الرحمن بن قیس مجہول الحال ہے
ایسا ہی باپ اسکا قیس اور ایسا ہی دادا اسکا محمد نیز امام زیلعی منذری سے نقل کرتے
ہیں قَالَ الْمُنْذِرِيُّ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ وَ قَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ طُرُقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ مَسْعُوْدٍ كُلُّهَا لَا تَثْبُتُ فقط منذری نے اپنی مختصر میں فرمایا کہ تحقیق یہ حدیث بہت
سے طرق سے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے کل ان کے نہیں ثابت ہیں اور
ابن الجوزی سے نقل کرتے ہیں قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي التَّحْقِيْقِ اَحَادِيْثُ هٰذَا الْبَابِ فِيْهَا
مَقَالٌ فَاِنَّهَا مَرَاسِيْلُ وَ ضِعَافٌ اَبُوْ عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ وَ لَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
وَ الْقَاسِمُ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ لَا عَوْنٌ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ قَدْ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ
بِاَلْفَاظٍ مُّخْتَلِفَةٍ وَّ بِاَسَانِيْدَ ضَعِيْفَةٍ فِيْهَا ابْنُ عَيَّاشٍ وَّ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَ الْحَسَنُ بْنُ
عُمَارَةَ وَ ابْنُ الْمَرْزُبَانِ وَ كُلُّهُمْ ضِعَافٌ انتہی ترجمہ ابن جوزی نے تحقیق میں فرمایا
کہ حدیثیں اس باب کی انمیں کلام ہے پس مراسیل وہ مراسیل و ضعاف ہیں ابو عبیدہ
نے اپنے باپ سے نہیں سنا عبد الرحمن و قاسم نے بھی ابن مسعود سے نہیں سنا اور نہ عون
بن عبد اللہ نے اور مروی ہے اسکو دارقطنی نے الفاظ مختلفہ اور اسانید ضعیفہ سے
روایت کیا ہے کہ ان میں ابن عیاش اور محمد بن ابی لیلی اور حسن بن عمارہ و ابن المرزبان
ہیں اور کل ان کے ضعیف ہیں فقط کلام امام شوکانی و زیلعی سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث
ضعیف ہے قابل حجت کے نہیں اب آپ ہی فرمائیے کہ جب یہ حدیث ضعیف ٹھہری تو
اس سے کیسے استدلال کیا جاوے اور احتجاج پکڑا جاوے احتجاج تک تو اس حدیث
سے ہو ہی نہیں سکتا چہ جائیکہ معارضہ حدیث صحیحین کا معارضے کے لیے مساوات ضرور

ہے جیسا کہ ماہر علم معقول و اصول پر پوشیدہ نہین اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ذکر کرنا اس حدیث کا معرض استدلال مین محض دہوکہا دہی معترض کے ہے۔

وجہ دوم

اگر ہم اس حدیث کی صحت کو بہی تسلیم کر لیوین تو بہی کہتے ہین کہ اس حدیث مین اور حدیث سابق یعنے (اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ) مین کچہہ بہی منافات نہین حدیث سابق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کے لیے کسی حق کا اگر حکم کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ نہ لیوی اسجگہ تین اشیا ہین ایک مقضی علیہ دوسرے مقضی لہ تیسرے وہ شی جسکا حکم کیا گیا یہ تیسری شے مقضی علیہ کے قبضہ سے نکلکر مقضی لہ کے قبضہ مین بغیر ادا کیے کسی شی کے چلی جاوے حدیث اختلاف متبایعین مین یہ بات نہین ہے اسمین تو بایع کی اصل چیز پھر اسی کے پاس لوٹ آئی مشتری کو کسی چیز کا جبر ہوا نہ بایع کو نقصان اسکی مثال ایسے ہوگی جیسے اگر مبیع مین کوی عیب نکل آتا مشتری بایع کو باعث اس عیب کے واپس کر دیتا اختلاف ثمن مین ہونا یہی ایکقسم کا نقصان و عیب ہے اب دونون حدیثون کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا تعارض اٹھہ گیا معترض کی غلط فہمی حدیث کی ظاہر ہو گئی وللہ الحمد۔

وجہ سوم

حدیث اختلاف متبایعین سے یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر بایع نے زیادتی ثمن مین دہوکہا دیا ہے جاریہ کو اس دہوکہے سے واپس لیا ہے تو اب جاریہ کا لینا عنداللہ بہی اسکو حلال ہوا اور اوسپر اس دہوکہا بازی کا مواخذہ اٹھہ گیا بار ثبوت اسکا ذمہ معترض ان وجوہ ثلاثہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ استدلال اس حدیث سے بمقابلہ حدیث اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَ اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ الخ کے خالی سفاہت سے نہین محض دہوکہا دہی ہے

قولہ پس اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ قاضی کا ایسے امور مین کہ جنکی انشاء و احداث کی ولایت شرعاً اُنکو حاصل ہے ظاہراً و باطناً نافذ ہے۔ **اقول** کوئی بات بہی آپکی معلوم نہوئی ہاں

آپکی نا فہمی مطالب حدیث کے معلوم ہوگئی بے سوچے بوجھے طحاوی کی تقلید سے حدیث
لعان و اختلاف متبایعین کو لے آئے یہ نہ سمجھا کہ اگر معارضہ حدیث صحیحین سے کیا علاقہ
حدیث صحیحین اوپر کی تقریر سے عام رہے نہ جیسا کہ معترض نے دعوی کیا انتہے قال صاحب
الظفر خلاف کیا اپنے امام اعظم رح کا امام ابویوسف اور امام محمد نے اور کہا موافق شافعی
کے چنانچہ معدن شرح کنز الدقائق اور مستخلص مین لکھا ہے وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَ
مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ لَايَنْفُذُ بَاطِنًا یعنے اور کہا ابویوسف اور محمد اور شافعی نے کہ نہین
جاری ہوتی قضا باطن مین الخ قال المنتصر حق ایک جماعت فقہا حنفیہ نے تصریح کی کہ
فتوی قول صاحبین پر ہے الی قولہ ضعیف ہے اقول اس سے صاحب ظفر کو کیا کام
فتوی خواہ قول صاحبین پر ہو یا قول امام پر غرض صاحب ظفر کی تو اس سے فقط اسی
قدر ہے کہ امام کے اس قول کو اُن کے شاگردون نے بھی نہین مانا جب باعث مخالف ہونے
اس قول امام کے حدیث کو شاگردون نے بھی رد کردیا تو پھر اور کو اس قول پر عمل کرنا
کب درست ہے فقط قولہ یا ابن ہمہ امام کا قول ایسا نہین کہ اب ایسا شخص اسپر
کوئی اعتراض کر سکے یا حکم مخالفت قرآن و حدیث کا دے سکے اقول امام کا قول
جب مخالف قرآن یا حدیث کے ٹھہرا تو پھر کیون ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ قول امام کا مخالف
قرآن کے ہے یا حدیث کے ہمارے یا صاحب ظفر پر کیا انحصار ہے جس شخص کو علم قول
امام و حدیث خیر الانام کا ہوگا وہ بیشک یہ کہدیگا کہ یہ قول امام کا مخالف حدیث خیر الانام
ہے اگو خواہ بھلا معلوم ہو یا برا یہ بات پہلے سے چلی آتی ہے کوئی نئی نہین ہے —
ثبوت اسکا شروع بحث نامہ مین گذر انشد کر قال صاحب الظفر اور دلیل امام اعظم کی حنفیہ
یہ حدیث پیش کرتے مین کہ جسکو ذکر کیا امام محمد نے مبسوط مین کہ پہونچا ہمکو حضرت علی رض سے
کہ ایک شخص نے انکے پاس گواہ قائم کردیئے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت
علی رض نے حکم دیدیا عورت کو کہ جا دی مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہین

نکاح کیا ہے مجہسی اب اگر آپنے ایسا ہی حکم کیا تو آپ نکاح توڑ ہو ادیجیے فرمایا حضرت علی نے
نے مین نہین تجدید کرتا نکاح کی نکاح کر دیا تیرا دونون شاہدون نے سو جواب اسکا
تین طرح پر ہے **قال المعترض** یہ تینون طرح کے جواب خلاف صواب مین ایک بہی
اسمین سے قابل اعتبار نہین الخ **اقول** یہ تینون جواب باصواب ہین آپنے جو اعتراضات
بوجہ کم فہمی کے انپر کیے ہین انکے بطلان کو ملاحظہ فرمائیے اور پہر ایسی بیہودہ اعتراضات سے
باز آئیے **قال صاحب الظفر** اول یہ کہ یہ حدیث بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد
جسکے سند پر سند مین سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف و مردود شمار کی
جاتی ہے چنانچہ نخبۃ الفکر مین لکھا ہے ثُمَّ السَّقَطُ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ لِسَقْطٍ اَوْ طَعْنٍ فَا
لسقط اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ مِنْ مُصَنِّفٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِهٖ بَعْدَ التَّابِعِيِّ
اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ یعنے پہر مردود یا بہ یہ کہ ہو وا سقوط کرنے اسناد کے یا طعن
راوی کے سو گرنا اسناد کا یہ ہے کہ ہو ابتدا سند سے مصنف سے یا آخر کی سند بعد تابعی
کے یا سوا اسکے پس اول معلق ہے الخ **قال المعترض** جس حدیث کے سند پر سند مین سقوط
ہو اسکو کس نے مطلقاً ضعیف لکھا ہے اور کس کتاب مین اسکو مطلقاً ساقط عن الاعتبار
کہا ہے **اقول** حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ مین ابن صلاح نے مقدمہ مین سخاوی وغیرہ نے
شروح الفیہ مین معلق کو ضعیف لکھا ہے اور مقدمہ فتح الباری و شرح نخبہ و مقدمہ
ابن صلاح مین اسکو ساقط عن الاعتبار کہا ہے عبارت حافظ ابن حجر کی شرح نخبہ سے
صاحب ظفر نے نقل کر دی ہے اور ایسی ہی عبارت منہج الوصول کی بہی صاحب ظفر نے جو
حدیث معلق کو ضعیف کہا ہے اس سے مراد انکی یہ ہے کہ حدیث معلق باعتبار من حیث
ہو بغیر اعتبار خارجی کے محدثین کے نزدیک ضعیف گنی جاتی ہے نہ یہ کہ ہر معلق ضعیف
ہے گو اسکی خارج مین دوسری سند بہی پائی جاوے آپ نے صاحب ظفر کے قول کو
سمجہا نہین بغیر سوچے سمجہے لکہدیا کہ صاحب ظفر کے نزدیک ہر معلق ضعیف ہے **قولہ**